بزرگوں کے وصال کے احوال

تالیف

حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : بزرگوں کے وصال کے احوال

تالیف : حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ

صفحات : ۳۸۴

سن اشاعت : ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء

ناشر : ازہر اکیڈمی، لندن، برطانیہ

ملنے کے پتے:

ہندوستان:

کتب خانہ یحیوی، متصل مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور، یوپی۔
جامعہ قاسمیہ دار العلوم زکریا، ٹرانسپورٹ نگر، مراد آباد، یوپی۔
جامعۃ الزہراء، ملا محلّہ، نانی نرولی، سورت، گجرات۔ ۳۹۴ ۱۱۰

برطانیہ:

Azhar Academy Ltd
54-68 Little Ilford Lane, Manor Park,
London E12 5QA | Tel: (+44) 208 911 9797
E: sales@azharacademy.com | W: www.azharacademy.com

فہرست

مقدمہ

اللہ والوں کے اخلاق ۱

فرشتوں کا تعجب ۲

ایمان پر موت بڑی نعمت ہے ۲

فکرِ آخرت کے فائدے ۳

یہ بیمار محبت دیکھنا اچھا نہ ہو جائے ۵

”لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا“ کے مصداق ۶

خوف کی حقیقت ۷

حقیقتِ حق نے ہر اک آنکھ والے کو دکھا دی ہے ۸

حضرت عطاء سلمی رحمۃ اللہ علیہ کے خوف کی حالت ۹

الغیاث الغیاث یا اللہ ۱۰

مٹا دے یا الٰہی! لوحِ دل سے نقشِ باطل کو ۱۱

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی فکر ۱۲

ایک صادق کی وصیت ۱۳

آخری عمل ۱۴

خوف نعمت ہے ۱۴

خوف کی مزید اقسام ۱۵

ترکِ خوف کا انجام ۱۶

وصال کے احوال

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	**۱۸**
آغاز مرض	۱۸
آخری ہفتہ	۱۸
پانچ یوم قبل از رحلت	۱۹
چار یوم قبل از رحلت	۲۰
پنجشنبہ مغرب	۲۱
پنجشنبہ عشاء	۲۱
دو یا ایک یوم قبل از رحلت	۲۱
ایک یوم قبل از رحلت	۲۲
آخری دن	۲۲
حالت نزع	۲۴
مدینہ منورہ میں قیامت صغریٰ	۲۶
ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بے قراری اور استقلال	۲۷
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطبہ	۲۸
تجہیز و تکفین اور غسل	۳۲
نماز جنازہ	۳۳
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ	**۳۴**
جانشین کا تعین	۳۴

وصایا	۳۶
الوداعی ملاقاتیں	۳۷
وصال	۴۰
تجہیز وتکفین	۴۰
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ	**۴۱**
قاتلانہ حملہ	۴۱
قاتل	۴۲
اہل مدینہ کی بے قراری	۴۳
آخری خواہش	۴۴
جانشین کا تعین	۴۵
وصایا	۴۶
وصال	۴۶
نماز جنازہ	۴۷
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ	**۴۸**
جان نثاروں کے مشورے اور اجازت طلبی	۵۰
شہادت کی تیاری	۵۱
شہادت	۵۳
نماز جنازہ	۵۵
صحابہ کرام کا اظہار غم	۵۵
حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ	**۵۷**
قتل کی سازش کے مرکزی کردار	۵۷

قاتلانہ حملہ	۵۸
حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ	۶۰
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ	۶۰
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ	۶۱
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما	۶۱
حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ	۶۲
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ	۶۲
حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ	۶۳
حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ	۶۳
حضرت عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہ	۶۳
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۶۴
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ	۶۶
حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ	۶۶
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ	۶۷
حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ	۶۸
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالی عنہ	۷۰
حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ	۷۱
حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ تعالی عنہ	۷۲
حضرت عکرمہ اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم	۷۲
حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالی عنہ	۷۴
حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ	۷۵

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷۵
حضرت حبیب بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷۷
حضرت اکثم بن صیفی رضی اللہ عنہ	۷۹
حضرت حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما	۸۰
حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما	۸۲
حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ	۸۳
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	۸۴
حضرت خبیب رضی اللہ عنہ	۸۴
حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	۸۵
حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ	۸۶
حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ	۸۷
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ	۸۹
حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ	۸۹
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	۹۰
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۹۱
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما	۹۲
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۹۳
سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۹۵
ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۹۵
حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۹۶
ماشطۃ بنت فرعون	۹۶

حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۹۸
حضرت معاذۃ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۹۸
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	۹۹
وصال	۱۰۰
خواب میں ملاقاتیں	۱۰۱
حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۳
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۶
حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۶
امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۷
حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۸
حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۸
حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۹
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۲
امام نافع رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۳
قطب الاقطاب سیدی شیخ الحدیث قدس سرہ	۱۱۴
آخری پیار	۱۱۴
ملک الموت سے گفتگو	۱۱۴
بیداری میں ملک الموت کی زیارت	۱۱۵
خواب میں ملک الموت کی زیارت	۱۱۶
مرض الوفات	۱۱۷
وصال	۱۱۸

تجہیز و تکفین	۱۲۰
متعلقین کے متعلق فکر	۱۲۱
مبشرات	۱۲۲
حضرت ایاس بن قتادہ عبشمی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۲
حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۲
حضرت خیر نورباف رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۴
حضرت احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۵
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۵
ایک خواب	۱۲۵
اللہ کا خوف	۱۲۸
موت کا شوق اور وصال	۱۲۸
خواب میں ملاقات	۱۳۵
حضرت عمرو بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ	۱۳۶
حضرت محمد بن واسع ازدی رحمۃ اللہ علیہ	۱۳۶
ابواسحاق ابراہیم بن ہانی النیساپوری رحمۃ اللہ علیہ	۱۳۷
حضرت مکحول شامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۳۸
حضرت عامر بن عبداللہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ	۱۳۸
حضرت علی بن صالح رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۰
حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۰
حضرت فتح بن سعید رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۱
حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۱

ابوشعیب صالح بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۲
حضرت محمد بن اسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۲
حسن بن حی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی کا واقعہ	۱۴۳
ابو یعقوب نہر جوری رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۳
حضرت ابو علی رود باری رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۴
حضرت ابو بکر بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۴
حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۵
ہرم بن حیان از دی عبدی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۶
حضرت قاضی ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۷
سلمہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۸
حضرت طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۸
قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۸
رفیع بن مہران رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۹
ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۰
حضرت یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۲
شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۳
شیخ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۴
شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۶
حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۷
خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۸
خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۹

شیخ امان پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۰
شیخ سدید اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۰
خواجہ ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۱
شیخ شہاب الدین خطیب ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۲
شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۲
شاہ جلال الدین گجراتی قدس سرہ	۱۶۳
خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۴
شیخ مسعود غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۵
بت شکن یا بت فروش؟	۱۶۵
ہندوستان واپسی	۱۶۶
شہادت	۱۶۶
حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۸
حضرت عبد اللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۹
حضرت عبد اللہ بن عبد العزیز عمری رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۰
حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۰
حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی تبلیغی جماعت	۱۷۲
شاہ محمد یعقوب صاحب بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۳
حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۵
ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۷
سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۷
سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۹

محمد بن سماک	۱۸۲
شیخ علی بن سہل اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۸۳
شیخ حسین بن منصور الحلاج رحمۃ اللہ علیہ	۱۸۳
قید خانہ میں	۱۸۳
تختہ دار پر	۱۸۴
شیخ ابراہیم بن شہر یار گازرونی رحمۃ اللہ علیہ	۱۸۹
شیخ ابوعلی الدقاق رحمۃ اللہ علیہ	۱۹۰
پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۹۲
سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ	۱۹۴
حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ	۱۹۵
شوق وصال	۱۹۷
قاتلانہ حملہ	۱۹۷
شہادت	۲۰۰
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۰۲
قرب وصال کی اطلاع اور گوشہ نشینی	۲۰۳
معمولات کی پابندی	۲۰۴
وصایا	۲۰۴
وصال	۲۰۶
تجہیز و تکفین	۲۰۶
حضرت تحفہ رحمہا اللہ تعالیٰ	۲۰۷
حضرت سری کی تحفہ رحمۃ اللہ علیہا کے مالک سے ملاقات	۲۰۹

آخرشب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ	۲۱۰
تحفہ رحمۃ اللہ علیہا کی برکتیں	۲۱۱
سوئے حرم	۲۱۲
شیخ محکم الدین صاحب الیسر اویسی رحمۃ اللہ علیہ	۲۱۵
شیخ مجد دالدین بغدادی قدس سرہ	۲۱۷
حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ	۲۱۹
شیخ ابوالرضا رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۰
شیخ وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۲
تمنائے شہادت	۲۲۲
شہادت	۲۲۳
شیخ احمد نخلی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۴
حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۵
حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۶
حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۶
حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۹
مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۹
صلہ بن اشیم عدوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۰
عبدالملک بن مروان رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۰
خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۱
علامہ صابونی رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۲
حضرت حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۴

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۴
حضرت حسان بن سنان رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۵
حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۶
حضرت فتح بن شہرف رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۷
ابراہیم بن اسحاق الحربی رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۸
حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ	۲۴۰
حضرت عطاء سلمی رحمۃ اللہ علیہ	۲۴۰
مولانا جعفر صاحب تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ	۲۴۱
انگریزوں کی طرف سے سزائے موت سننے پر کیفیت	۲۴۱
سزائے موت کا خیر مقدم اور سزا میں تبدیلی	۲۴۳
اکبر بادشاہ	۲۴۵
سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۴۶
عالم تحیر و استغراق	۲۴۶
دنیا سے بیزاری	۲۴۷
عطایا	۲۴۸
وصال	۲۴۸
حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ	۲۵۰
حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۵۱
شیخ بہاؤالدین زکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ	۲۵۱
شیخ خواجہ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ	۲۵۲
قاتلانہ حملہ	۲۵۲

وصال ۲۵۳
شیخ برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۳
حضرت شرف الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۴
حضرت سید شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۶
اورنگ زیب کا خواب ۲۵۷
مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۸
شاہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۰
ایک موتا پی کا قصہ ۲۶۰
لاہا مالی کا قصہ ۲۶۲

وصال کے مختصر واقعات

حضرت حکم رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۵
ابوبکر زفاق رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۵
مسلمہ بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۵
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۶
حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۶
حضرت مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۶
یحییٰ الجلاء ۲۶۶
ابوالوقت عبد الاول رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۷
حضرت آدم بن ابی ایاس رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۸

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶۸
ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ	۲۶۸
ابو حکیم حیری رحمۃ اللہ علیہ	۲۶۹
حضرت ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ	۲۶۹
صفوان بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ	۲۶۹
محمد بن اسماعیل نسّاج رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۰
یزید الرقاشی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۰
ابو محمد جعفر المرتعش رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۱
عبیداللہ بن محمد الزاہد البستی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۱
عامر بن عبداللہ العنبر ی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۲
ابو حصین، عاصم، اعمش رحمۃ اللہ علیہم	۲۷۲
حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۳
حضرت رویم رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۳
زبیدہ رحمۃ اللہ علیہا کا واقعہ	۲۷۳
شیخ ابوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۳
شیخ محمد بن فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۴
شیخ دانیال قدس سرہ	۲۷۴
شیخ مظفر بلخی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۵
حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۵
شیخ حمدان قصار رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۵
شیخ ابوالحسن النوری رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۵

شیخ عثمان الحیر ی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۶
شیخ نساج رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۶
شیخ ابو بکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۷
شیخ عبداللہ ثقیف رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۷
خواجہ محمد عبیداللہ مروج الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۷
شیخ ممشا د دینوری رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۸
شیخ ابوحمزہ محمد بن ابراہیم بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۸
شیخ ابوالفضل حسن سرخسی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۸
شیخ باباواے کشمیری رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۹
شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۹
شیخ احمد نہروانی قدس سرہ	۲۸۰
حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۰
قاضی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۱
شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۱
ہشام بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۱
حضرت مغیرہ الخیراز رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۲
حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۲
حضرت ابوبکر بن عباس رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۲
وہب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۳
حجاج بن یوسف	۲۸۳
حضرت ابن المنذ ر رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۳

چند دیگر اللہ والوں کے احوال
ان حضرات کے نام نہیں معلوم ہو سکے ۲۸۴

شعر پر جان دے دی

شیخ سوندھا ولد شیخ المؤمن چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۳
شیخ سلطان ولد قدس سرہ ۲۹۳
شیخ عبدالعزیز بن شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۳
شیخ فیض بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۴
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۵
خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۷
شیخ ابوسعید بن ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۸
شیخ محمد داؤد بن صادق گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۸
سید اشرف جہانگیر سمنائی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۸
حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۰
شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۱
شیخ فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۲
حضرت شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۳
سقہ کے لڑکے کا قصہ ۳۰۴
ایک حسین وجمیل بادشاہ کا قصہ ۳۰۵

برزخ کے احوال

روحوں کی باہمی ملاقات اور تعارف	۳۰۸
ایک عبادت گزار نوجوان	۳۰۹
ایک چھوٹی بچی کا قصہ	۳۱۰
چند اللہ والی عورتوں کا قصہ	۳۱۰
خواجہ حافظ سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۰
مردوں کا ذکر الٰہی	۳۱۲
صاحب قبر کی تلاوت کی فرمائش	۳۱۲
حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۴
مولانا فیض الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۴
عثمان بن سواد طفاوی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ	۳۱۵
ایک اللہ والے کا قصہ	۳۱۵
حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا	۳۱۶
حضرت عاصم جحدری رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۷
مقبولیت عمل	۳۱۸

ایک چیخ ماری اور جان دے دی

ایک باندی	۳۲۱
ایک بزرگ کا واقعہ	۳۲۲

حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ ۳۲۲
ایک اعرابی ۳۲۳
دو نوجوانوں کا قصہ ۳۲۴
اللہ سے ڈرنے والے ایک نوجوان کا قصہ ۳۲۵
اللہ سے ڈرنے والی ایک لڑکی کا قصہ ۳۲۶
حضرت شیبان مصاب رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۷
حضرت ابوجہیر رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۸
لیلیٰ مجنوں کا قصہ ۳۳۰

انتقال کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا ''کیا گزری؟''

زندوں اور مردوں کی روحوں میں ملاقات ۳۳۳
حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کا معاہدہ ۳۳۵
حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۵
ایک صالح کا واقعہ ۳۳۷
حضرت ابوالعباس احمد بن منصور رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۷
دو گناہ گاروں کا واقعہ ۳۳۸
حضرت ابوعبداللہ بن حامد رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۹
حضرت ابوحفص کاغذی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۹
ایک کاتب کا واقعہ ۳۴۰
ایک اور شخص کا واقعہ ۳۴۰

حضرت خلف رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہم جماعت کا قصہ	۳۴۱
حضرت ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۱
حضرت ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۱
شاہ سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی	۳۴۲
شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۲
شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۲
شیخ ابواسحاق ابراہیم بن احمد الصوفی الخواص رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۵
علامہ ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۶
حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۶
حضرت مروان محلمی رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۷
مسلم بن یسار رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۷
مورق عجلی رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۸
حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۸
شعبہ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ اور مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۹
عیسی بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۹
مسلم بن خالد زنگی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۰
شریح بن عابد شمالی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۱
مرہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۱
علامہ حمیدی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۱
علامہ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۲
علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۳

شیخ فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۳
عبدالعزیز بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۴
میسرہ بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۴
شیخ ابوعلی زاغوانی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۴
استاذ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۴
ضیغم عابد رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۵
ابوالعلاء ایوب رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۵
سلمہ بن کہیل رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۵
وفاء بن بشر رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۵
عبداللہ بن ابی حبیبہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۶
حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ساتھی	۳۵۶
رجاء بن حیوہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۶

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسان کی نجات کا مدار خاتمہ پر ہے۔ اگر حسن خاتمہ کی دولت ملی تو ابدی طور پر راحت مل گئی، ورنہ ہمیشہ عذاب میں رہنا پڑے گا۔ اسی لئے انبیاء کرام، صلحائے امت حق تعالیٰ شانہ کی صفت صمدیت سے ہر وقت خائف وترساں رہتے تھے کہ معلوم نہیں کہ جان کس حال پر نکلتی ہے۔

اللہ والوں کے اخلاق

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ احوال الصادقین میں فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کے اخلاق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ خدا سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ان کا خاتمہ برا نہ کردے، اور دوزخ میں جا کر اس سے محجوب ہو جاویں۔ ان میں سے بعض کی تو یہ حالت ہوتی تھی کہ وہ فکر وغم میں اس قدر مستغرق ہوتے تھے کہ ان کو یہ بھی خبر نہ رہتی تھی کہ ان کے پاس کون لوگ بیٹھے ہیں۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب یہ حدیث سنتے کہ سب سے آخری شخص جو دوزخ سے نکلے گا، وہ ہوگا جو ہزار برس کے بعد نکلے گا، تو فرماتے کہ ”اے کاش میں ہی وہ شخص ہوں“۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ یہ تمنا کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا کہ کیا وہ دوزخ سے نہ نکلے گا؟

(مقصد یہ تھا کہ آخر وہ لوگ بھی تو ہوں گے جو ابدالآباد کے لئے دوزخ میں رہیں گے اور یہ شخص بہرحال ان سے بہتر ہوگا اور مجھ میں یہ ہی احتمال ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جو ابدالآباد کے لئے دوزخ میں رہیں گے، اور میں اس کو پسند نہیں کرتا، اس لئے میں تمنا کرتا ہوں کہ میں ابدالآباد تک رہنے والوں میں نہ ہوں، بلکہ ان میں ہوں جو کسی وقت اس سے نکلیں گے خواہ وہ ہوں جو سب سے پیچھے نکلنے والا ہے، کیوں کہ وہ بلا سے نکل تو جاوے گا، اوروں سے پیچھے ہی سہی)۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے دین پر مطمئن ہو جاتا ہے تو خدا اس کو اس بے خوفی کا مزا چکھاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اکثر آدمی کا ایمان موت کے وقت سلب کیا جاتا ہے۔(کیوں کہ شیطان اس وقت ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے اور اپنی قوت اضلال ختم کر دیتا ہے،سواس کے مکر سے بہت کم لوگ بچتے ہیں)**اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ**۔

فرشتوں کا تعجب

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب فرشتے مؤمن کی روح لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں اور وہ اسلام پر انتقال کرتا ہے،تو فرشتے تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دنیا کے فریب سے کیسے بچ نکلا؟

ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کی روح اس حالت پر پرواز کرتی ہے جو اس پر موت سے پہلے غالب ہوتی ہے۔

اس کی تائید میں انہوں نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ میں ایک قریب المرگ شخص کے پاس گیا،تو جب میں اسے لا الہ الا اللہ کی تلقین کرتا تو وہ روپیوں کا حساب کرتا تھا کہ اتنے روپے میرے فلاں کے ذمہ ہیں اور ابھی وہاں سے نہیں آئے،وغیرہ وغیرہ۔

مطرف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے ہلاک ہونے والے پر تعجب نہیں ہوتا کہ وہ کیسے ہلاک ہو گیا، بلکہ مجھے بچ جانے والے پر تعجب ہوتا ہے کہ کیسے بچ نکلا۔(کیوں کہ دنیا میں رہ کر ایمان سے ہاتھ دھو ڈالنا مشکل نہیں ہے، بلکہ اس کا بچا لینا مشکل ہے)لہذا خدا کا سب سے بڑا انعام بندہ پر یہ ہے کہ وہ اس کو اسلام پر موت دے۔

ایمان پر موت بڑی نعمت ہے

زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر موت میرے قبضہ میں ہوتی تو میں اسلام کو

دوست رکھتے ہوئے اپنے نفس کو موت کا مزہ چکھاتا، مگر وہ میرے قبضہ میں نہیں ہے اس لئے مجبوری ہے۔

ایک مرتبہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اس قدر روئے کہ بے ہوش ہوگئے۔ اس پر ایک غلام نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بھائی، پہلے تو ہم گناہوں پر روتے تھے اور اب ہم اسلام پر روتے ہیں کہ دیکھئے اسلام بھی بچتا ہے یا نہیں۔

فرماتے تھے کہ بسا اوقات آدمی بتوں کی پرستش کرتا ہے مگر اللہ کے علم میں وہ اہل سعادت میں سے ہوتا ہے اور بسا اوقات آدمی حد درجہ خدا کا فرمانبردار ہوتا ہے، مگر خدا کے علم میں وہ اہلِ شقاوت میں سے ہوتا ہے۔ کیوں کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ بعض آدمی جنت کے لئے عمل کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے مگر تقدیر الٰہی غالب ہوتی ہے اور وہ عملِ جنت چھوڑ کر دوزخیوں کے سے کام کرنے لگتے ہیں اور دوزخ میں جا پہنچتے ہیں......الخ

فکرِ آخرت کے فائدے

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تفکر اور عبرت حاصل کرنا، یہ دو چیزیں مؤمن کے خزانہ قلب سے عجیب حکمتیں نکالتی ہیں اور آدمی اس سے ایسی ایسی باتیں سنتا ہے جن کو حکماء پسند کرتے ہیں اور جن کے سامنے علماء کی گردنیں پست ہو جاتی ہیں اور جس سے فقہاء تعجب کرتے ہیں اور جن کو یاد کرنے کے لئے اہل ادب دوڑتے ہیں۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مؤمن کا خوف اور اس کا حزن اس کے نور بصیرت کے اندازہ پر ہوتا ہے (پس جس قدر نور بصیرت ہوگا اتنا ہی خوف وحزن ہوگا)۔

محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ شدت غم سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس عورت کا جس کا بچہ گم ہوگیا ہو اور وہ اس کے لئے غمگین ہو، اور اس کا اثر یہ تھا کہ جو کوئی ان کو دیکھ لیتا تھا، اس کے دل کی

سختی دور ہو جاتی اور اس میں نرمی پیدا ہو جاتی تھی۔

فرمایا کرتے تھے کہ صحبت ایسے شخص کی اختیار کرنی چاہئے (اور پیر اس کو بنانا چاہئے) کہ جس کو تم بات چیت سے پہلے صرف صورت دیکھ کر یہ سمجھ لو کہ یہ دین میں ہم سے بڑھا ہوا ہے (اور اس قابل ہے کہ اس کو پیر بنایا جاوے)۔

وہب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ نے بذریعہ وحی ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ اپنے دل کو دھوؤ۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ! پانی تو وہاں تک پہنچتا ہی نہیں، تو پھر میں اسے کیسے دھوؤں؟

حکم ہوا کہ (دل پانی سے نہیں دھلتا بلکہ رنج وغم سے دھلتا ہے لہذا) تم کو چاہئے کہ میری طرف سے جو چیز تم سے فوت ہو چکی ہے یا جس کے فوت ہونے کا آئندہ اندیشہ ہے، اس پر نہایت مہموم ومغموم ومحزون ہو اور اس طرح دل کو دھوؤ (اور جلا دو)۔

ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس طرح جسمانی بیماریوں کا منبع جسمانی روگ ہیں، یوں ہی دل کی بیماریوں کی جڑ گناہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے، اس لئے اس نے دل کی بیماریوں کی بھی دوا پیدا کی ہے (اور وہ دوا حزن وملال ہے)۔ پس جب انسان اپنے گناہوں کے سبب نہایت غمگین ہوگا (اور اس کے آنسو اس کی آنکھوں سے اس کے دل کی طرف منتقل ہو جاویں گے یعنی وہ بجائے آنکھوں سے رونے کے دل سے روئے گا) تو اس کا بدن کھل جاوے گا اور وہ بالکل تندرست ہو جاوے گا۔

کسی نے ان سے عرض کیا کہ آپ کی ریش مبارک سفید ہوگئی ہے آپ خضاب کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ نے فرمایا کہ میاں خضاب زینت میں شمار ہوتا ہے اور ہم لوگ رات دن سوگ میں رہتے ہیں۔ (تو زینت کو سوگ سے کیا نسبت؟)

یہ بیمار محبت دیکھنا اچھا نہ ہو جائے

بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے، ہم آپ کو ہمیشہ مغموم دیکھتے ہیں؟

آپ نے فرمایا میاں بات یہ ہے کہ میں وہ شخص ہوں جس کو حاکم کی جانب سے سرکاری وغیر سرکاری حقوق کے متعلق طلب کیا گیا (اور ابھی پیشی ہوئی نہیں ہے اس لئے وہ ڈرتا ہے کہ دیکھئے ان بہت سے مقدمات کا کیا نتیجہ ہو جو مجھ پر قائم ہیں، لہذا میرا غمگین رہنا ضروری ہے)۔

نیز وہ فرماتے تھے کہ ہر غم دیر سویر ختم ہو جاتا ہے برخلاف گناہوں کے غم کے کہ یہ ہر سانس کے ساتھ تازہ ہوتا ہے(کیوں کہ دوسرے غموں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کے اسباب یا تو جاتے رہتے ہیں یا پرانے ہو جاتے ہیں، اس لئے غم بھی جاتے رہتے ہیں۔ برخلاف گناہوں کے غم کے کہ یہ جوں جوں زمانہ گزرتا ہے، اسی قدر اس کے سبب کو قوت ہوتی ہے، کیوں کہ موت اور پیشی کا زمانہ قریب آتا جاتا ہے، اس لئے اس کا ہر سانس میں بڑھتے رہنا ضروری ہے۔)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روتے تھے اور فرماتے تھے کہ چرند پرند مچھلیاں مرکر سب چین سے ہو جاویں گے، مگر مجھے مرکر بھی چین نہ ہوگا بلکہ اپنے اعمال کے سبب محبوس رہوں گا۔

حاتم بن عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ کا قاعدہ تھا کہ جس روز عید ہوتی (سب لوگ تو خوش ہوتے مگر) وہ اپنے متعلقین کو جمع کرتے اور سب کے سب ایک جگہ بیٹھ کر روتے۔

کسی نے پوچھا حضرت کیا بات ہے کہ دنیا عید کے دن خوش ہوتی ہے، مگر آپ روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بھائی میں ایک بندہ ہوں جسے خدا نے طاعت کا حکم دیا اور معصیت سے منع فرمایا ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ میں نے اس کے اوامر ونواہی کا حق ادا کر دیا یا نہیں۔ (پس میں کیسے خوش ہو سکتا ہوں) عید کی خوشی تو ان ہی لوگوں کو زیبا ہے جن کو عذاب کا کھٹکا نہیں رہتا۔

''لَاتَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا'' کے مصداق

حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ حق تعالیٰ کے ارشاد '' اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا'' کے متعلق فرماتے تھے کہ عدم خوف اور عدم حزن ان لوگوں کے لئے ہوگا جو دنیا میں گناہوں سے بہت خائف اور بہت غمگین رہ چکے ہیں۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے گناہ کیا اور اس پر نادم نہ ہوئے بلکہ اترائے ان کو یہ نہ ہوگا کہ وہ نہ ڈریں اور نہ غمگین ہوں۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب تک جہنم کے پل یعنی پل صراط سے نہ گذر جائے اس وقت تک آدمی کے لئے کسی قسم کی خوشی زیبا نہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب کبھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آتے ہیں تو ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ بہت سہمے ہوئے اور خدا کی ہیبت سے کانپ رہے ہوتے ہیں۔

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے اس لئے خلیل بنایا ہے کہ وہ خدا سے بہت ڈرتے تھے اور خوف کے سبب یہ حالت ہوتی تھی کہ لوگ ان کے دل کی حرکت کی آواز بہت دور سے سنتے۔

موسیٰ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھتے تو ہم کو ان کے خوف وجزع وفزع کے سبب ایسا معلوم ہوتا جیسے ہم کو چاروں طرف سے آگ گھیرے ہوئے ہو۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ خدا کے ایسے بھی بندے ہیں کہ وہ خدا کی عظمت کو یاد کرتے ہیں تو ان کے دل پاش پاش ہو جاتے ہیں اور پاش پاش ہونے کے بعد پھر جڑ جاتے ہیں۔ غرض جب تک وہ زندہ رہتے ہیں برابر یہ ہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔

نیز وہ فرماتے تھے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کا خوف اسی قدر ہوتا ہے جتنی کہ اس کو خدا کی معرفت

ہوتی ہے۔

ابراہیم بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ اس وجہ سے کہ آسمان قبلۂ دعاء ہے (اور اس کی طرف توجہ خدا کی طرف توجہ ہے) خدا کے خوف اور شرم سے اس کی طرف آنکھ نہ اٹھاتے تھے۔

اور لوگ کہتے ہیں کہ بسا اوقات سفیان ثوری و مالک بن دینار و فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہم پر خوف کا غلبہ ہوتا اور وہ منہ اٹھا کر کسی طرف کو چل دیتے اور ان کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔

خوف کی حقیقت

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ (غلبہ خوف میں) فرماتے تھے کہ واللہ! میرا یہ جی چاہتا ہے کہ میں راکھ ہو جاؤں اور آندھی مجھے زور سے اڑا ڈالے۔

اسحاق بن خلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ خوف یہ نہیں کہ آدمی بیٹھا رویا کرے اور آنسو پونچھتا رہے، بلکہ حقیقی خوف یہ ہے کہ آدمی ان باتوں کو چھوڑ دے جن پر اسے عذاب کا خوف ہو۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں بار بار ''کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' پڑھ رہا ہوں، تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ تو کب تک اس آیت کو دہراتا رہے گا؟ تو نے اس کو پڑھ کر چار ہزار جنوں کا خون کر دیا ہے۔ چنانچہ جب انہوں نے اس آیت کو سنا تو غلبۂ ہیبت کے سبب آسمان کی طرف آنکھ نہ اٹھا سکے اور وہیں ٹھنڈے ہو گئے۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے عرفہ کے دن عرفات میں وقوف فرمایا اور غروب آفتاب تک اپنی ریش مبارک پکڑے ہوئے روتے رہے اور یہ فرماتے تھے کہ اگرچہ میری برائی (بہ برکت حج) معاف ہو چکی، مگر مجھے اب بھی اس پر افسوس ہے۔

حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ جب بیٹھتے تو اکڑوں بیٹھتے اور اچھی طرح نہ بیٹھتے۔ کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ بھائی اطمینان کے ساتھ وہ شخص بیٹھ سکتا ہے، جو عذاب خداوندی کی

طرف سے بے کھٹکے ہو اور میں رات دن میں کسی وقت بھی اس سے بے خوف نہیں ہوں کہ مجھ پر عذاب نازل ہو (پھر میں اچھی طرح کیسے بیٹھ سکتا ہوں؟)

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ عظمت نہ ہوتی تو تمام مخلوق خدا کے خوف سے مر جاتی (پس تم اس سے خدا کے خوف کا اندازہ کرلو کہ کیا چیز ہے، اس لئے تمہیں اس کا احساس ہونا چاہئے۔)

حقیقت حق نے ہر اک آنکھ والے کو دکھا دی ہے

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے خوف کی یہ حالت تھی کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ارادہ کر رکھا ہے کہ میں اپنے گھر والوں کو وصیت کر دوں کہ جب میرا انتقال ہو جاوے تو مجھے طوق اور بیڑیاں پہنا کر قبر میں رکھیں، جیسا کہ اس قصور وار غلام کے ساتھ کیا جاتا ہے جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہو، اور تم لوگ یہ تو بتلاؤ کہ تم مستحق دوزخ و ہلاکت ہو کر کس منہ سے اپنے نفس کو جنت میں جانے اور حوروں اور بہشتی محلوں سے تمتع کی امید دلاتے ہو۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ واللہ! مجھے نہ کسی نبی مرسل پر رشک ہوتا ہے اور نہ کسی مقرب فرشتہ پر، کیوں کہ یہ سب قیامت کے ہولناک واقعات کا مشاہدہ کریں گے (اور ان سے اپنی اپنی حیثیت کے موافق متأثر بھی ہوں گے) بلکہ مجھے تو ان پر رشک آتا ہے جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے (کیوں کہ یہ لوگ اہوال قیامت سے بالکل بے تعلق ہیں) پس میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی ان کی طرح اہوال قیامت سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کو ایسا ہونا چاہئے کہ خدا کے یہاں تو وہ نہایت معزز لوگوں میں ہو اور اپنے نزدیک سب سے بدتر ہو اور مخلوق کے نزدیک اوسط درجہ کا ہو۔ (حاصل یہ ہے کہ آدمی کو اپنا طرز عمل یہ رکھنا چاہئے کہ خدا کی اصلاً نافرمانی نہ کرے تا کہ خدا کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہو اور بایں ہمہ اپنے کو بدترین مخلوق سمجھے اور مخلوق خدا کے ساتھ نہ ایسا

برتاؤ کرے جس سے وہ اسے برا کہیں اور نہ اس کی کوشش کرے کہ وہ اسے اچھا کہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔)

فرقد سنجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بیت المقدس میں پانچ سو کنواری لڑکیاں گئیں، وہاں کسی عالم اہل کتاب نے ان سے آخرت کے واقعات بیان کئے، تو وہ سب کی سب ایک ہی وقت جاں بحق ہو گئیں۔ وہ لڑکیاں تارک الدنیا تھیں، چنانچہ ان کا لباس ٹاٹ کا تھا جو کہ اس وقت زہاد کا لباس تھا۔

حضرت عطاء سلمی رحمۃ اللہ علیہ کے خوف کی حالت

عطاء سلمی رحمۃ اللہ علیہ یوں دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! آپ سے عفو و درگزر کی درخواست کرتا ہوں۔ اور یہ کہنے کی ان کو ہمت نہ ہوتی تھی کہ اے اللہ! مجھے جنت میں داخل کر دے۔ (کیوں کہ ان کو شرم آتی تھی کہ میں اپنے افعال پر ایسی درخواست کروں اور یہ ان کا کمال تواضع تھا)۔

فرقد سنجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم عطاء سلمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ دھوپ میں زمین پر رخسار رکھے ہوئے پڑے ہیں۔ پھر جب ہم نے غور سے دیکھا تو ان کے رخساروں پر آنسو بہنے کی لکیریں بنی ہوئی تھیں اور ابھی رو کر تھمے تھے۔ نیز ہم نے دیکھا کہ ان کے رخسار کے نیچے کی زمین پر آنسوؤں سے گارا اور کیچڑ بن گیا ہے اور ان کی عادت یہ تھی کہ آنسوؤں کو ہاتھ سے پونچھ کر ادھر ادھر جھٹک دیتے تھے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ انہوں نے وضو کیا ہے اور یہ وضو کا گارا ہے، نہ کہ آنسوؤں کا۔

اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے چالیس برس سے آسمان کی طرف نہ دیکھا تھا۔ ایک روز بھولے سے اس کی طرف نظر اٹھ گئی تو پیٹ کے بل گر پڑے، جس سے ان کے پیٹ کے اندر کوئی چیز پھٹ گئی اور اس کے سبب سے وہ بیمار ہو گئے اور اسی مرض میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ان کا قاعدہ تھا کہ جب ان کے اہل شہر پر کوئی مصیبت آتی ،تو فرماتے کہ یہ میرے گناہوں کا وبال ہے۔اگر میں یہاں سے نکل گیا ہوتا تو ان بے چاروں پر یہ مصیبت نہ نازل ہوتی اور رات کو اکثر اپنے بدن پر ہاتھ پھیرتے رہتے تھے کہ مبادا میں اپنے گناہوں کی سزا میں مسخ کر دیا گیا ہوں۔

آپ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم عتبۃ العلام رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جا رہے تھے۔راستہ میں ایک مقام آیا۔عتبۃ العلام رحمۃ اللہ علیہ اس کو دیکھ کر بیہوش ہو کر گر پڑے۔جب ان کو ہوش آیا تو فرمایا کہ یہ وہ مقام ہے، جہاں میں نے بالغ ہونے سے پہلے خدا کی نافرمانی کی تھی۔اور یہ حالت ان کی اس وقت ہوئی تھی جب کہ وہ اوران کے مرید چالیس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھ چکے تھے اوران کے بدن دبلے ہو گئے تھے اور رنگتیں بدل گئی تھیں اور ایسے ہو گئے تھے جیسے تربوز کے چھلکے۔

اس سے ان حضرات کے خوف کا اندازہ ہوتا ہے کہ خوف کس قدر تھا اور ہمارے بعض اسلاف کی یہ حالت تھی کہ وہ روتے روتے بے ہوش ہو جاتے تھے اور بعض یوں روتے رہتے تھے جیسے کسی مردہ کو روتے ہیں، یہاں تک کہ اس حالت میں ان کا انتقال ہو جاتا تھا۔

الغیاث الغیاث یا اللہ

ایک عارف فرماتے ہیں کہ اگر مجھے پچاس برس سے کسی کے توحید پر پختہ رہنے کا علم ہو اور پھر اس کے اور میرے درمیان ایک دیوار سی حائل ہو جائے اور وہ مر جائے تو میں قطعیت کے ساتھ اس کی توحید کی گواہی نہیں دے سکتا، اس لئے کہ مجھے خبر نہیں کہ اس پر کیا کیا انقلابات آچکے ہیں؟

امام ابومحمد سہل رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ صدیقین کو ہر لمحہ برے انجام کا ڈر رہتا ہے اور ہر گھڑی اس کا خوف کھاتے اور خدا تعالیٰ سے دور ہونے سے ڈرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کی تعریف کی اور فرمایا ”وَ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ“ ۔

آپ فرماتے تھے کہ جس طرح انسان اپنی برائیوں سے ڈرتا ہے، اسی طرح اگر نیکیوں سے بھی ڈرتا نہ رہے تو اس کا خوف صحیح نہیں۔

ایک بار فرمایا ''خوف کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ازلی علم سے ڈرے اوراس بات سے ڈرتا رہے کہ کہیں خلاف سنت کوئی کام نہ کر بیٹھے کہ اس کی نحوست اسے کفر تک لے جائے'' اور فرمایا ''فیصلۂ ازلی کا خوف تعظیم کا ترازو ہے''۔

مٹا دے یا الٰہی ! لوحِ دل سے نقشِ باطل کو

ایک عارف فرماتے ہیں کہ ''اگر گھر کے دروازہ پر شہادت ہو اور کمرے کے دروازہ پر اسلام پر موت ہو، تو میں شہادت پر موت کو پسند کروں گا''۔

پوچھا گیا۔ کیوں؟ تو فرمایا ''اس لئے کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ گھر کے دروازے سے کمرے کے دروازے تک آنے کی مدت میں کیا واقعہ پیش آجائے اور توحید میں تغیر آجائے''۔

زہیر بن نعیم البانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرمایا کہ ''میرا سب سے بڑا غم میرے گناہ نہیں ہیں، مجھے گناہوں کے وبال سے بڑھ کر ایک غم ہے اور وہ غم مجھ سے توحید سلب ہو جانے کا اور توحید کے علاوہ حالت پر موت ہو جانے (کے خطرہ) کا غم ہے''۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ابولہیعہ رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے ابوبکر بن سوادہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا، فرمایا کہ ''ایک آدمی لوگوں سے علیحدہ رہتا، جہاں جاتا تنہا رہتا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا ''میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں، بتادے کہ تو نے لوگوں سے علیحدگی کیوں اختیار کرلی؟''

اس نے کہا ''مجھے ڈر ہے کہ میرا دین چھن جائے اور مجھے پتہ بھی نہ ہو''۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''کیا قبیلہ میں ایک سو آدمی ایسے دیکھتے ہو کہ انہیں ایسا خوف ہو جیسا تمہیں خوف رہتا ہے؟'' اور پھر کم کرتے گئے حتیٰ کہ دس پر پہنچے۔

راوی بتاتے ہیں کہ میں نے اہل شام میں سے ایک آدمی کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا تو اس نے کہا ''یہ شرحبیل بن سمط رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں''۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم کھا کر فرمایا کرتے، ''جو آدمی بھی موت کے وقت ایمان چھن جانے سے بے خطر ہو گیا اس کا ایمان چھن گیا''۔

ہمارے ایک عالم فرماتے ہیں ''جس کو توحید عطا ہوئی اس کو سب کچھ مل گیا، اور جو توحید سے محروم رہا وہ (ہر نعمت سے) محروم رہا، اس لئے کہ جب اس میں توحید ہو گی تو پھر اس میں بعض (نعمت) نہیں بلکہ کامل نعمت ہے۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی فکر

جب حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے۔ پوچھا گیا ''اے ابوعبداللہ، تجھے امید رکھنی چاہئے، اس لیے کہ گناہوں سے اللہ تعالیٰ کا عفو زیادہ ہے''۔

انہوں نے فرمایا ''کیا میں کوئی اپنے گناہوں پر روتا ہوں؟ اگر میں (یقینی طور پر) جانتا کہ میری موت (ضرور ہی) توحید پر ہو گی تو مجھے کچھ پرواہ نہ ہوتی، چاہے پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر خدا سے ملتا۔''

ایک بار زمین سے ایک دانہ اٹھایا اور فرمایا ''میرے گناہ اس سے بھی ہلکے ہیں، مجھے صرف یہ ڈر ہے کہ آخری وقت کہیں توحید ہی نہ چھن جائے۔''

اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے، یہ خائفین میں سے تھے اور شدت خوف سے خون کا پیشاب کرنے لگتے، خوف کی وجہ سے اکثر بیمار رہتے، ان کا پیشاب ایک اہل کتاب کے سامنے کیا گیا، تو وہ کہنے لگا کہ ''یہ کسی راہب کا پیشاب ہے۔''

آپ حضرت حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو کہا کرتے ''اے ابوسلمہ! کیا میرے جیسے کی بھی بخشش

ہوگی یا میرے جیسے کو بھی معافی ملے گی؟ حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے ''ہاں! مجھے اس کی امید ہے۔''

ایک عالم فرماتے ہیں ''اگر مجھے یقین ہو جائے کہ میرا انجام سعادت پر ہوگا تو میری پوری زندگی میں جس جس چیز پر سورج طلوع ہوا، ان سب سے زیادہ محبوب مجھے یہی بات ہے اور تب تو میں خوشی کے مارے اپنی ساری چیزوں کو اللہ کی راہ میں خیرات کروں۔''

ایک صادق کی وصیت

ایک بزرگ ایک طالب صادق کا واقعہ بیان کرتے ہیں، جو بہت ہی ڈرنے والا تھا۔ اس نے مرنے سے پہلے اپنے بھائیوں کو وصیت کی اور کہا ''جب میری موت قریب ہو تو میرے سرہانے بیٹھ جانا، جب تو دیکھے (کہ میری وفات کا) وقت آ گیا تو میری طرف دھیان رکھنا، اگر تو دیکھے کہ میری موت توحید پر ہوئی تو میری تمام مملوکہ اشیاء لے کر بادام اور چینی لینا اور اہل شہر کے بچوں میں تقسیم کر دینا، اور کہنا کہ یہ ایک رہا ہونے والے کی خوشی کا موقع ہے۔

اور اگر تو دیکھے کہ میں توحید کے علاوہ حالت پر مرا ہوں تو لوگوں کو یہ بات بتا دینا کہ میری موت توحید پر نہیں ہوئی تاکہ وہ میرے جنازہ میں دھوکہ سے شرکت نہ کریں اور پھر جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے جنازہ میں آئے تاکہ میرے ساتھ ریاکاری وابستہ نہ ہو اور یہ نہ ہو کہ میں نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا''۔

اس کے ساتھی نے کہا کہ ''مجھے کیوں کر معلوم ہوگا کہ تمہاری موت توحید پر ہوئی؟'' تو اس نے بعض مرنے والوں کے واقعات سنا کر چند علامات بتائیں۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر میں اس کے سرہانے بیٹھ کر دیکھنے لگا۔ میں نے ان پر اچھے انجام کی اور توحید پر وفات پانے کی علامت دیکھی اور ان کی روح توحید پر نکل گئی۔

راوی بتاتے ہیں کہ میں نے ان کی وصیت پوری کی مگر یہ بات میں نے اپنے بعض خاص

دوستوں کو ہی بتائی۔

آخری عمل

انسان زندگی میں جو برائی کرتا رہتا ہے، موت کے وقت وہ اس کے سامنے آتی ہے، اور زندگی کے آخری لمحے میں اس برائی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔اب اگر خدانخواستہ اس وقت نفس نے اس کی طرف میلان کیا اور دل اس برائی کے دھیان میں لگ گیا تو یہی اس کا آخری عمل سمجھا گیا، چاہے وہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو اور اس کا انجام بھی اسی عمل پر شمار ہوا۔

اور جس نے کوئی بھلائی کا کام کیا ہوگا اسے دوبارہ اس کی یاد موت کے وقت آئے گی اور وہ اس کا مشاہدہ کرے گا۔اب اگر دل سے اس پر جم گیا یا اسے پسند کیا اور اس میں دھیان دیا تو یہی اس کا آخری عمل سمجھا جائے گا، اور یہ اس کا حسن خاتمہ اور اچھا انجام ہے۔

خوف نعمت ہے

مشائخ کی جماعت میں سے بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ'' (یعنی اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے) کے تحت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زندگی میں گناہوں کے خیالات کے ذریعہ تقلیب قلوب کے ساتھ آزماتا ہے اور موت کی حالت میں توحید سے ہٹ جانے کے ذریعہ۔

اب جس کی روح توحید پر نکلی اور وہ تمام ابتلاؤں سے کامیابی کے ساتھ گزر گیا تو وہ مؤمن ہے اور یہی بلاء حسن ہے، جیسے کہ فرمایا ''وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا (اور تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی طرف سے ایمان والوں کو آزمائے اچھی طرح آزمانا)۔'' ان علوم کے مفاہیم نے ان میں علم الٰہی کے خوف کو مسلط کر دیا، اب وہ اپنے اعمال کے محاسن کی طرف نظر بھی نہیں کرتے، اس لیے کہ انہیں اپنے رب کی معرفت حاصل ہے اور یہ خوف ان کے عمل کا ثواب واجر ہے۔

ان کے لئے ان میں علم الٰہی کا خوف ان پر خدا کی طرف سے نعمت بن گیا اور اب یہ خوف ان

کا مقام ہو گیا۔(یعنی مقام خوف) جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا’’قَالَ رَجُلانِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ أنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِما‘‘ (کہا دو مردوں نے ان میں سے جو ڈرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر خوف کا انعام کیا) یعنی ان پر خوف کا انعام ہوا۔

خوف کی مزید اقسام

دوسرا مقام اصحاب یمین کے لیے ہے جو پہلے (مقام خوف) والوں سے کم درجہ کا ہے، یعنی جرائم اور گناہوں، دھمکی اور سزا کا خوف اور سزا کا راز، اطاعت حکم میں کمی ہو جانے کا خوف، حد سے بڑھ جانے کا خوف، مزید (توفیق) چھن جانے کا خوف، غفلت کے باعث بیداری کے حجاب کا خوف، قوت کے بعد ضعف عزم کا خوف، توبہ ٹوٹنے کے بعد وعدہ ختم ہو جانے کا خوف، شہوت کی عادت ہو جانے کا خوف، زیادتی کے بعد نقصان کا خوف، یعنی حجت سے رجوع کر کے خواہش و دنیا پرستی کی طرف چلے جانے کا خوف، سابقہ گناہوں کے باعث ان پر اللہ تعالیٰ کے مطلع ہونے (اور مواخذہ کرنے) کا خوف، اور یہ خوف کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے برے افعال کی جانب دیکھے گا تو اعراض کرے گا اور ناراض ہو جائے گا۔

عارفین کے لئے یہ تمام خوف اور طرق ہیں، بعض بلند تر اور بعض اس سے کم درجہ پر ہوتے ہیں، بعض میں خوف کی شدت زیادہ ہوتی ہے اور بعض میں کم۔

بتاتے ہیں کہ عرش ایک جوہر تاباں ہے جو کہ تمام امور کونیہ سے بھرپور ہے۔ بندہ جس حال میں ہوتا ہے اس کی صورت عرش پر ویسی ہی بن جاتی ہے، جس صورت میں وہ دنیا میں رہ رہا ہوتا ہے۔ جب قیامت برپا ہوگی اور وہ حساب کتاب کے لئے کھڑا کیا جائے گا تو عرش سے اس کی صورت اس کے سامنے کر دی جائے گی، دنیا میں وہ جس انداز میں رہتا ہوگا اسی صورت پر اپنے آپ کو دیکھے گا، اور اپنے آپ کو دیکھ کر اسے اپنے افعال یاد آ جائیں گے۔ اب اسے اس قدر شرم وندامت لاحق ہوگی کہ جو بیان سے باہر ہے۔

ترک خوف کا انجام

بتاتے ہیں کہ جب اللہ سبحانہ وتعالی کسی بندہ کو معرفت عطا فرماتا ہے، پھر وہ اس پر عمل نہیں کرتا تو اس سے (معرفت) سلب نہیں کرتا بلکہ اس کے پاس باقی رکھتا ہے تا کہ اس کی مقدار کے مطابق اس کا محاسبہ کیا جائے، البتہ اس کی برکت ختم کر دیتا ہے، اور مزید انعام روک دیتا ہے۔

اللہ تعالی نے ایسے آدمی کی مذمت فرمائی ہے کہ جس کو پہلے ابتلاء میں ڈالا تھا مگر اب انعام آنے پر وہ انعام پر فخر کرنے لگا اور سابقہ لغزشوں کو بھول گیا اور سابقہ حالات پیش آجانے سے نہیں ڈرتا، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا۔ **وَلَـئِنْ اَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّىْ اِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ** ــ

(اور اگر ہم اسے نعمت چکھائیں کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہونچی ہو، تو ضرور وہ کہے گا کہ مجھ سے برائیاں دور ہو گئیں، یقیناً وہ اترانے والا، فخر کرنے والا ہے)

غرض خاتمہ کا مسئلہ تمام امور سے زیادہ باعث فکر وتشویش ہے۔ چنانچہ اسی کو بیدار رکھنے کے لئے کہ اللہ کے محبوب بندوں کا حال آخری وقت میں کیسا رہا، کس حال میں وہ اپنے مولی سے جا ملے، ان کے آخری اوقات کے احوال اس کتاب میں جمع کئے گئے ہیں۔

آخری سانسوں کے وقت اللہ والوں کی حالت کا کچھ اندازہ آپ کو اس کتاب سے ہوگا اور اپنے لئے اس وقت کے لئے تیاری کی توفیق میسر ہوگی ان شاء اللہ۔ اللہ تعالی ہم سب کو حسن خاتمہ کی دولت سے نوازے۔ آمین

(حضرت مولانا) یوسف متالا (صاحب مدظلہ العالی)

وصال کے احوال

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

آغاز مرض

۲۹صفر بروز دوشنبہ تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ سے واپس آرہے تھے، راہ ہی میں دردسر شروع ہوگیا پھر تپ شدید لاحق ہوئی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جو رومال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک پر ڈال رکھا تھا، میں نے اسے ہاتھ لگایا تو سینک آتا تھا، بدن ایسا گرم تھا کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہوئی۔ میں نے تعجب کیا۔ فرمایا انبیاء سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی، اسی لئے ان کا اجر سب سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

بیماری میں گیارہ یوم تک مسجد میں آکر خود نماز پڑھاتے رہے، بیماری کے کل دن تیرہ یا چودہ تھے۔

آخری ہفتہ

آخری ہفتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پورا فرمایا تھا۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوا کرتے تو یہ دعاء پڑھا کرتے اور اپنے جسم پر ہاتھ پھیر لیا کرتے۔

اَذْهِبِ الْبَأْ سَ رَبَّ النَّا سِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ ، لاَ شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ، اِشْفِ شِفَاءً لاَ يُغَادِرُ سُقْمًا.

ترجمہ: اے نسل انسانی کے پالنے والے! خطر کو دور فرما دے اور صحت عطا کر۔ شفا دینے والا تو ہی ہے اور اسی شفا کا نام شفا ہے، جو تو عنایت کرتا ہے، ایسی صحت دے کہ کوئی تکلیف باقی نہ چھوڑے۔

ان دنوں میں، میں نے یہ دعا پڑھی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر دم کر کے چاہا کہ جسم اطہر پر مبارک ہاتھوں کو پھیر دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ ہٹا لئے اور فرمایا "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الأَعْلٰی" اے اللہ میری مغفرت فرمائیے اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دیجئے۔ (بخاری عن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

پانچ یوم قبل از رحلت

بدھ کا دن تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخضب (پتھر کا تغار یا تانبے کا ٹب) میں بیٹھ کر سات کنوؤں کی سات مشکوں کا پانی سر پر ڈلوایا۔ اس تدبیر سے کچھ سکون ہوا، طبیعت ہلکی معلوم ہوئی تو نور افروز مسجد ہوئے اور فرمایا "تم سے پہلے ایک قوم پیدا ہوئی ہے، جو انبیاء و صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بناتی تھی۔ تم ایسا نہ کرنا۔ (فرمایا) ان یہودیوں، ان نصرانیوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے، جنہوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا" (صحیحین عن عروۃ عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

فرمایا "میری قبر کو میرے بعد مسجد نہ بنا دینا کہ اس کی پرستش ہوا کرے" (مؤطا امام مالک عن عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ)

فرمایا "اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے، جنہوں نے قبور انبیاء کو مساجد بنایا۔ دیکھو میں تمہیں اس سے منع کرتا رہا ہوں، دیکھو میں تبلیغ کر چکا، الٰہی تو اس کا گواہ رہنا، الٰہی تو اس پر گواہ رہنا۔"

اس روز آپ نے نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ منبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آخری نشست تھی۔

پھر حمد و ثناء کے بعد شرکائے احد کے لئے دعائے مغفرت کی اور فرمایا۔

"میں تم کو انصار کے حق میں وصیت کرتا ہوں، یہ لوگ میرے جسم کے پیراہن اور زاد راہ رہے ہیں، انہوں نے اپنے واجبات کو پورا کر دیا ہے اور اب ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں، ان میں سے اچھا کام کرنے والوں کی قدر کرنا اور لغزش کرنے والوں سے درگزر کرنا۔ (زرقانی

جلد ۸) اے گروہ مہاجرین تم تو بڑھتے جاتے ہو اور انصار ایسے ہو گئے ہیں کہ آج جس ہیئت پر ہیں اس سے زیادہ نہ ہوں گے۔''

فرمایا ''ایک بندے کے سامنے دنیا و مافیہا کو پیش کیا گیا ہے، مگر اس نے آخرت ہی کو اختیار کیا ہے۔'' اس امر کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سمجھے۔ انہوں نے کہا کہ ''ہمارے ماں باپ، ہماری جانیں ہمارے زر و مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں'' یہ کہا اور رو پڑے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا ''اے ابوبکر! صبر کرو۔ پھر حکم دیا کہ مسجد کے جتنے دروازے کھلے ہیں، ابوبکر کے دروازے کے سوا سب کے سب بند کر دیئے جائیں'' (صحیح بخاری عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا و دارمی و مسلم عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ)

چار یوم قبل از رحلت

پنجشنبہ (جمعرات) کا ذکر ہے کہ شدت مرض بڑھ گئی۔ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا کہ ''لاؤ تمہیں ایک تحریر لکھ دوں تا کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو''۔

بعض نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر شدت درد غالب ہے، قرآن ہمارے پاس موجود ہے اور ہم کو کافی ہے۔ اس پر آپس میں اختلاف ہوا۔ کوئی کہتا تھا کہ سامان کتاب لے آؤ کہ ایسا نوشتہ لکھا جائے۔ کوئی کچھ اور کہتا تھا۔ یہ شور و شغب بڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''سب اٹھ جاؤ''۔

اس کے بعد اسی روز (پنجشنبہ کو) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین وصیتیں فرمائیں۔

(۱) یہود کو جزیرہ عرب سے باہر نکال دیا جائے۔

(۲) وفود کی عزت و مہمانی ہمیشہ اسی طرح کی جائے، جیسا کہ معمول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا، تیسری وصیت سلیمان الاحول کی روایت (صحیح البخاری، سلیمان عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ) میں بیان نہیں ہوئی، مگر صحیح بخاری کی کتاب الوصایا میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ

رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے متعلق وصیت فرمائی تھی۔

پنجشنبہ مغرب

اس روز مغرب تک کی سب نمازیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھائی تھیں، نماز مغرب میں سورۂ والمرسلات کی تلاوت فرمائی۔ اس سورت کی آخری آیت بھی قرآن پاک کی جلالت شان کو آشکارا کرتی ہے "فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُوْنَ" یعنی قرآن پاک کے بعد اور کس کلام پر ایمان لاؤ گے؟ (صحیح البخاری عن ام الفضل والدۃ ابن عباس رضی اللہ عنہم)

پنجشنبہ عشاء

نماز عشاء کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جانے کا تین بار عزم فرمایا۔ ہر دفعہ جب وضو کے لئے بیٹھے، بیہوشی طاری ہوتی رہی۔ آخر فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں (صحیحین عن عبید اللہ بن عبد اللہ، صحیح بخاری کی روایت عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ اس حکم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دہرایا) اس حکم سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حیات پاک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سترہ نمازوں کی امامت فرمائی۔

دو یا ایک یوم قبل از رحلت

شنبہ (ہفتہ) یا یکشنبہ (اتوار) کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ظہر کھڑی ہو چکی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس و حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کندھوں پر سہارا لئے ہوئے شرف افزائے جماعت ہوئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹنے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ پیچھے مت ہٹو۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے برابر بیٹھ کر نماز میں داخل ہو گئے۔ اب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے تھے اور باقی سب لوگ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تکبیرات پر نماز ادا کر رہے تھے۔ (صحیحین عن عبیداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ)

ایک یوم قبل از رحلت

یکشنبہ (اتوار) کے دن سب غلاموں کو آزاد فرمایا۔ ان کی تعداد بعض روایات میں چالیس بیان ہوئی ہے۔ گھر میں نقد سات دینار موجود تھے، وہ غرباء کو تقسیم کر دیئے۔ اس دن کی شام کو (آخری شب) صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے چراغ کا تیل ایک پڑوسن سے عاریۃً منگوایا تھا۔ سلاحات (ہتھیار) مسلمانوں کو ہبہ فرمائے۔ (بخاری عن عمرو بن الحارث برادر ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ ایک یہودی کے پاس ۳۰/صاع جو میں رہن تھی۔ (بخاری عن اسود عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا)

آخری دن

دوشنبہ (پیر) کے دن نماز صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پردہ اٹھایا، جو حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مسجد نبوی کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت نماز ہو رہی تھی، تھوڑی دیر تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پاک نظارہ کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا (صحیح مسلم عن انس) ملاحظہ فرماتے رہے۔ اس نظارہ سے رخ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی، اس وقت وجہِ مبارک ورقِ قرآن معلوم ہوتا تھا۔ (صحیحین عن انس رضی اللہ عنہ۔ چہرہ مبارک کو ورق قرآن سے تشبیہ روایت انس میں دی گئی ہے۔ یہ ایک عجیب اور پاک تشبیہ ہے، ورق قرآن پر طلائی کام ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ تاباں پر زردئ مرض چھائی ہوئی تھی، لہذا تابانی اور رنگ مرض میں طلاء سے اور تقدس میں قرآن پاک سے تشبیہ دی گئی ہے۔)

صحابہ رضی اللہ عنہم کا شوق اور اضطراب سے یہ حال ہو گیا تھا کہ قریب تھا کہ نماز توڑ کر رخ پر

نورہی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ نماز میں آنے کا ہے۔وہ پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہوا۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ چھوڑ دیا۔یہ نماز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نے مکمل فرمائی۔(بخاری و مسلم) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔

اسی مرض وفات کے دوران ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور انہیں قریب آنے کا اشارہ کیا۔وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر جھک گئیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں کچھ کہا۔انہوں نے جو سر اٹھایا تو زاروقطار آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پھر قریب ہونے کا اشارہ کیا اور ان کے کان میں کچھ کہا۔ اس مرتبہ جو انہوں نے سر اٹھایا تو مسکرا رہی تھیں لیکن زبان سے کچھ کہتی نہیں تھیں، بلکہ خاموش تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ ماجرا دیکھ کر ہمیں تعجب ہوا۔بعد میں میں نے ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ”اول مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کان میں فرمایا کہ آج میرا آخری دن ہے،شام سے پہلے میں اپنے رب سے جاملوں گا۔ یہ سن کر مجھے رونا آگیا اور دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کان میں ارشاد فرمایا کہ میں نے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی ہے کہ تمہیں گھر والوں میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملائے اور میرے ہمراہ رکھے۔اس پر میں ہنس پڑی“ (صحیح بخاری عن عروۃ عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

بعد ازاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پیار کیا وران کے احترام کی وصیت فرمائی۔(مدارج النبوۃ)

پھر ازواج مطہرات کو بلایا اور ان کو نصیحتیں فرمائیں۔اسی روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو ''سیدۃ نساء العالمین'' ہونے کی بشارت دی۔(بخاری عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آخری روز کا نہیں بلکہ آخری ہفتہ کا ہے)

حالت نزع

جب نزع کی حالت طاری ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے تھے اور آپ پر ایک دھاری دار چادر اور گاڑھے کا تہہ بند تھا۔اتنے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ہاتھ میں مسواک لئے آ گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھنے لگے،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں،اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے لئے مسواک لے لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا، ہاں! انہوں نے عرض کیا اس کو نرم کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے اثبات میں جواب دیا،تو انہوں نے مسواک چبا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی۔

پانی کا پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے رکھا ہوا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ انور پر پھیر لیتے تھے۔ چہرہ مبارک کبھی سرخ ہوتا،کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ حضرت فاطمہ سیدۃ نساء العالمین رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر عرض کیا،''آہ کتنا کرب ہے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''تیرے باپ کو آج کے بعد کوئی کرب نہ ہوگا''۔(بخاری عن انس،باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اس وقت زبان مبارک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔

''لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ، اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٌ''

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور موت میں تلخی ہوا کرتی ہے۔(صحیح بخاری عن ذکوان)

جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گفتگو کی طاقت محسوس ہوتی تو فرماتے ،،نماز؛ نماز ،تم ہمیشہ جمے رہو گے جب تک اکھٹے نماز پڑھو گے۔ یہ وصیت آخری دم تک فرماتے رہے۔

پھر چھت کی طرف دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر فرمایا، فِی الرَّفِیْقِ الأعْلٰی ،(اے اللہ میں رفیق اعلی میں جانا چاہتا ہوں)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکی تھی کہ کسی پیغمبر کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی کہ جب تک اسے اس کا مقام جنت میں دکھلا نہ دیا جائے اوراس کو اختیار نہ دیا جائے کہ دنیا اور آخرت میں سے جس کو چاہے اختیار کرے۔جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے،تو میں اسی وقت سمجھ گئی کہ اب آپ ہم سے رخصت ہونے والے ہیں اور آپ نے ملأ اعلی اور قرب خداوندی کو اختیار کرلیا ہے۔الغرض آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے أَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْأعْلٰی اور روح مبارک عالم بالا کو پرواز کرگئی اور دست مبارک نیچے گرگیا،،اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ. أفَاِنْ مِّتَّ فَھُمُ الْخَالِدُوْنَ''

یہ جان گداز اور روح فرسا واقعہ جس نے دنیا کو نبوت ورسالت کے فیوض و برکات اور وحی ربانی کے انوارات اور تجلیات سے محروم کردیا بروز دوشنبہ(صحیح بخاری) چاشت اور دوپہر کے وقت کے درمیان بارہ ربیع الاول گیارہ ہجری کو پیش آیا۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۶۳ سال قمری پر چار دن زیادہ تھی۔سیدہ زہرہ رضی اللہ عنہا نے اس حادثہ پر کہا۔یَا أبَتَاہ أجَابَ رَبًّا دَعَاہ،یَا أبَتَاہ اِلٰی جَنَّةِالْفِرْدَوْسِ مَأوَاہ ، یَا أبَتَاہ اِلٰی جِبْرِئیْلَ نَنْعَاہ (پیارے ابا نے دعوت حق کو قبول کیا اور فردوس بریں میں نزول کیا۔آہ جبرئیل کو خبر انتقال کون پہنچائے؟) پھر فرمایا،،الٰہی روح فاطمہ کو روح محمد کے پاس پہنچا دے۔الٰہی مجھے دیدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسرور بنادے الٰہی مجھے اس مصیبت کے ثواب سے تو بے نصیب نہ رکھ اور بروز محشر شفاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم نہ فرما۔

مدینہ منورہ میں قیامت صغریٰ

اس قیامت خیز خبر کا کانوں میں پہونچنا تھا کہ قیامت آ گئی۔ سنتے ہی صحابہ کے ہوش اڑ گئے، تمام مدینہ میں تہلکہ مچ گیا۔ جو اس جان گداز واقعہ کو سنتا تھا ششدر و حیران رہ جاتا تھا۔

ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک سکتہ کے عالم میں دیوار سے پشت لگائے بیٹھے تھے، شدت غم کی وجہ سے بات تک نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ حال تھا کہ زار و قطار روتے تھے، روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ازواج مطہرات پر جو صدمہ اور الم کا پہاڑ گرا، اس کا پوچھنا ہی کیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی پریشانی میں سخت بے حواس تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیرانی اور پریشانی سب سے بڑھی ہوئی تھی، وہ تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور بآواز بلند یہ کہنے لگے کہ منافقین کا گمان ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم انتقال کر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز انتقال نہیں فرمایا، بلکہ آپ تو اپنے پروردگار کے پاس گئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر خدا کے پاس گئے اور پھر واپس آ گئے۔ خدا کی قسم! آپ بھی اسی طرح ضرور آئیں گے اور منافقوں کا قلع قمع کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جوش میں تھے، تلوار نیام سے نکالے ہوئے تھے، کسی کی مجال نہ تھی کہ یہ کہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وصال کے وقت موجود نہ تھے، دوشنبہ کی صبح کو جب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون ہے، تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بحمدللہ اب آپ کو سکون ہے، اب اجازت ہو تو گھر ہو آؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجازت

ہے۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لے گئے جو مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب انہیں اس سانحہ کی خبر ملی تو فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد نبوی کی طرف روانہ ہوئے ، اس حال میں کہ ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں ۔ مسجد نبوی کے دروازہ کے سامنے گھوڑے سے اتر کر حجرۂ مبارکہ کی طرف بڑھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لے کر اندر داخل ہوئے ۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بستر مبارک پر تھے اور تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے گرد بیٹھی ہوئی تھیں ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آمد کی وجہ سے سوائے حضرت عائشہ صدیقہ کے سب نے منہ ڈھانک لیا اور پردہ کرلیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چہرہ انور سے چادر کو ہٹایا اور پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور رو پڑے ۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بے قراری اور استقلال

آپ فرما رہے تھے ۔ وَا نَبِیَّاہ، وَا خَلِیْلاہ ، وَاصَفِیَّاہ ، تین مرتبہ یہ کہنے کے بعد آپ نے اس حال میں کہ آنسوؤں کی لڑیاں آپ کے رخساروں پر بہہ رہی تھیں فرمایا ’’میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ، خدا کی قسم ! خدا تعالیٰ آپ کو دو مرتبہ موت کا مزہ نہیں چکھائے گا ۔ جو موت آپ کے لئے لکھی گئی تھی وہ آچکی ۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ! آپ موت وحیات دونوں حالتوں میں پاکیزہ رہے ۔ آپ کی وفات سے نبوت ووحی منقطع ہوگئی ، جو کسی اور نبی کی وفات سے منقطع نہیں ہوئی تھی ۔ آپ توصیف سے بالا و برتر ہیں ، اور گریہ وزاری سے مستغنی ہیں ۔ آپ کی ذات بابرکات اس اعتبار سے خاص اور مخصوص ہے کہ آپ کی وفات سے لوگ تسلی حاصل کریں گے ، (یعنی جب کبھی ان پر مصیبت ٹوٹے گی تو وہ آپ سے جدائی کے غم کو یاد کرلیا کریں گے ، اس غم کی شدت انہیں ہر غم سے بے نیاز کر دیا کرے گی) اور آپ عام بھی ہیں کہ ہم سب آپ کے رنج والم میں برابر ہیں ، اگر آپ کی موت خود آپ کی اختیار کردہ نہ ہوتی (اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو اختیار دیا تھا مگر آپ نے خود آخرت کو اختیار کیا) تو ہم آپ کی موت

کے لئے اپنی جانیں قربان کردیتے اور اگر آپ ہم کو زیادہ رونے سے منع نہ فرماتے تو ہم آپ پر اپنی آنکھوں کا پانی ختم کرڈالتے۔

البتہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا ہٹانا اور مٹانا ہمارے اختیار میں نہیں، ایک غم فراق اور دوسرے غم میں جسم کا لاغر ونحیف ہو جانا، یہ دونوں چیزیں باہم ایک دوسرے کی حلیف ہیں، ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتیں۔

اے اللہ! ہمارا یہ حال ہمارے نبی کو پہنچا دے اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم عاشقوں کو بارگاہ خداوندی میں یاد رکھنا، امید ہے کہ ہم ملحوظ خاطر رہیں گے۔ اگر آپ اپنے فیض صحبت سے ہمارے دلوں میں سکینت وطمانینت نہ چھوڑ کر جاتے، تو ہم اس وحشت وفراق کا کہ جو آپ ہم میں چھوڑ کر چلے گئے ہیں، ہرگز ہرگز تحمل نہ کرسکتے۔''

یہ کہہ کر آپ حجرہ شریفہ سے باہر آئے اور دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ جوش میں بھرے ہوئے ہیں۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال کر گئے۔اے عمر! کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا، ''اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ'' یعنی آپ کا انتقال ہونے والا ہے اور ''وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ'' یعنی آپ سے پہلے کسی فرد بشر کے لئے ہم نے دوام طے نہیں کیا۔اب تمام لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوگئے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطبہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منبر کی جانب بڑھے اور با آواز بلند لوگوں سے کہا کہ ''خاموش ہو کر بیٹھ جائیں''۔سب لوگ بیٹھ گئے، تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حمد وثنا کے بعد یہ خطبہ پڑھا:

أَمَّا بعد! مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ وَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ مُحَمَّداً فَاِنَّ مُحَمَّداً قَدْ مَاتَ، قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، أَ فَإِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئاً وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ﴾

امابعد! جو شخص تم میں سے اللہ کی عبادت کرتا تھا، سو جان لے کہ یقیناً اللہ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آسکتی۔ اور اگر بالفرض کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، تو جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ اور نہیں ہیں محمد مگر اللہ کے ایک رسول جن سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں، سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہو جائیں، تو کیا تم دین اسلام سے پھر جاؤ گے؟ جو شخص دین اسلام سے پھر جائے گا، تو وہ اللہ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو انعام دے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ ایک خاص اہمیت کا حامل ہے، جو انہوں نے دل گرفتہ امت کو سہارا دینے کے لئے اسلامی تاریخ کے ایک نہایت نازک موڑ پر ارشاد فرمایا۔

آپ نے فرمایا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ نے اپنے نبی سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچ کر دکھایا۔ اس نے اپنے برگزیدہ بندہ کی مدد کی اور کافروں کی جماعتوں کو شکست دی۔ پس حمد اور شکر ہے اس وحدہ لاشریک لہ کے لئے، اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول اور آخری نبی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کتاب الٰہی یعنی قرآن کریم اسی طرح موجود ہے جس طرح وہ نازل ہوا تھا۔ دین اسی طرح ہے جس طرح مشروع ہوا تھا۔ حدیث اسی طرح ہے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ظاہر ہوئی تھی، اور قول اسی طرح سے ہے جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ حق ہے اور حق کو واضح کرنے والا ہے۔

اے اللہ! پس تو اپنی خاص رحمتیں اور عنایتیں نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے خاص برگزیدہ بندے، رسول، نبی حبیب، امین، بہترین خلائق اور خلاصہ عالم ہیں۔ ان پر ایسی بہترین صلوٰۃ وسلام نازل فرما کہ جو تو نے اپنے کسی خاص بندہ پر نازل فرمائی ہو۔

اے اللہ! اپنے صلوات، عافیت، رحمت اور برکت نازل فرما سید المرسلین خاتم النبیین، امام المتقین، قائد خیر، امام خیر اور رسول رحمت پر۔ اے اللہ! ان کے قرب کو اور زیادہ فرما، ان کی دلیل اور برہان کو عظیم فرما، ان کے مقام کو مکرم فرما، ان کو مقام محمود (مقام شفاعت) میں کھڑا کر کہ جس پر تمام اولین اور آخرین رشک کریں گے اور قیامت کے دن ہم کو ان کے مقام محمود سے نفع دے، دنیا اور آخرت میں ان کے عوض ہم پر اپنی رحمت نازل فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں درجات عالیہ نصیب فرما۔

اے اللہ! محمد اور آل محمد پر اپنی خاص الخاص رحمتیں اور برکتیں نازل فرما، جیسے خاص رحمتیں اور برکتیں تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل کیں، بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔

اے لوگو! جو تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا، سو جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا، سو اللہ تعالیٰ ''حی لا یموت'' ہے، اس پر موت نہیں آسکتی، وہ زندہ ہے مرا نہیں، اور حق تعالیٰ نے آپ کی وفات کے متعلق پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا، لہذا گھبرانے کی ضرورت نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے بجائے تمہارے اپنے قرب وجوار کو پسند کیا، چنانچہ دار کرامت کی طرف ان کو بلا لیا اور ان کے بعد تمہاری ہدایت کے لئے اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو تم میں باقی چھوڑا۔ پس جس نے کتاب اور سنت دونوں کو مضبوط پکڑا، اس نے حق کو پہچانا اور جس نے کتاب وسنت میں تفریق کی (مثلاً قرآن کو تو مانا اور سنت کو نہ مانا) تو اس نے حق کو نہیں پہچانا۔

اے ایمان والو! حق اور انصاف کے قائم کرنے والے ہو جاؤ، اور شیطان لعین تم کو نبی کی موت کی وجہ سے دین سے نہ ہٹا دے، شیطان کے فتنہ میں ڈالنے سے پہلے خیر کو جلد لے لو اور خیر میں سبقت کر کے شیطان کو عاجز اور لاچار بنا دو اور شیطان کو اتنی مہلت نہ دو کہ وہ تم سے آکر ملے اور تم کو کسی فتنہ میں مبتلا کر دے''۔

نیز آپ نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب بنا کر یہ کہا ہے کہ بے شک آپ مرنے والے ہیں اور یہ سب لوگ بھی مرنے والے ہیں، سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں، صرف خداوند ذوالجلال والاکرام کی ذات بابرکات باقی رہے گی۔ ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے، قیامت کے دن سب کو اعمال کا پورا پورا اجر ملے گا‘‘۔

آپ نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی عمر دراز کی اور ان کو باقی رکھا، یہاں تک کہ انہوں نے اللہ کے دین کو قائم کر دیا، اللہ کے حکم کو ظاہر کر دیا، اللہ کے پیغام کو پہنچا دیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو ایک سیدھے اور صاف راستہ پر چھوڑ کر دنیا سے گئے ہیں۔ اب جو ہلاک اور گمراہ ہوگا وہ حق واضح ہونے کے بعد گمراہ ہوگا، پس اللہ تعالیٰ جس کا رب ہو تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے، اس کو کبھی موت نہیں آسکتی اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا اور ان کو خدا جانتا تھا، تو جان لے کہ اس کا معبود تو ہلاک ہوگیا۔

اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اللہ کے دین کو مضبوط پکڑو اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھو۔ تحقیق اللہ کا دین قائم اور دائم رہے گا اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا، اللہ اس شخص کا مددگار رہے جو اس کے دین کی مدد کرے اور اللہ اپنے دین کو عزت اور غلبہ دینے والا ہے، اللہ کی کتاب ہمارے درمیان موجود ہے، وہی نور ہدایت اور شفائے دل ہے، اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو راستہ بتلایا اور اس میں اللہ کی حلال و حرام کردہ چیزوں کا ذکر ہے۔

خدا کی قسم! ہمیں اس شخص کی ذرہ برابر پرواہ نہیں جو ہم پر فوج کشی کرے (یہ باغیوں اور مرتدین کی طرف اشارہ تھا)۔ تحقیق اللہ کی تلواریں جو ہمارے ہاتھوں میں ہیں وہ اس کے دشمنوں پر سونتی ہوئی ہیں، وہ تلواریں ہم نے ابھی تک ہاتھ سے رکھی نہیں۔

خدا کی قسم! ہم اپنے مخالف سے اب بھی اسی طرح جہاد کریں گے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی معیت میں کیا کرتے تھے۔ پس مخالف خوب سمجھ لے اور اپنی جان پر ظلم نہ کرے۔ (سیرۃ المصطفیٰ از مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی بحوالہ البدایۃ والنہایۃ صفحہ ۲۴۳۰ جلد ۵۔ زرقانی صفحہ ۲۸۰ جلد ۸۔ اتحاف شرح احیاء العلوم صفحہ ۳۰۲۔ الروض الانف صفحہ ۳۷۶ جلد ۲)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ان آیات کی تلاوت کرنا تھا کہ یکلخت حیرت کا عالم دور ہو گیا اور غفلت کا پردہ آنکھوں سے اٹھ گیا اور سب کو یقین ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں نے اس سے پہلے یہ آیت سنی ہی نہ تھی، جسے دیکھو وہ انہی آیتوں کی تلاوت کر رہا تھا۔ (زرقانی وطبقات ابن سعد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری حالت بھی یہی ہوئی کہ گویا کہ میں نے آج ان آیتوں کو پڑھا ہے اور اپنے خیال سے رجوع کیا۔ (تفسیر قرطبی صفحہ ۲۲۳ جلد ۴)

تجہیز وتکفین اور غسل

جب صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہلانے کے لئے جمع ہوئے، تو یہ سوال پیدا ہوا کہ کپڑے اتارے جائیں یا نہیں؟ ہنوز ابھی کوئی تصفیہ نہیں ہوا تھا کہ یکلخت سب پر ایک غنودگی طاری ہوگئی اور غیبی طور پر یہ آواز سنائی دی کہ ''اللہ کے رسول کو برہنہ نہ کرو، کپڑوں ہی میں غسل دو'' چنانچہ پیراہن مبارک ہی میں آپ کو نہلایا گیا اور بعد میں وہ نکال لیا گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ غسل دے رہے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں صاحبزادے فضل اور قثم رضی اللہ عنہما کروٹیں بدلتے تھے اور حضرت اسامہ اور شقران رضی اللہ عنہما پانی ڈال رہے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ ص: ۲۶۰، ج: ۵)

غسل کے بعد سحول کے بنے ہوئے تین کپڑوں میں آپ کو کفن دیا گیا، جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا اور وہ پیراہن جس میں آپ کو غسل دیا گیا وہ اتار لیا گیا۔ (اتحاف ص ۳۰۴، ج: ۱۰)

تجہیز وتکفین کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ آپ کہاں دفن ہوں؟ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پیغمبر اسی جگہ دفن ہوتے ہیں جہاں ان کی روح قبض ہوتی ہے۔(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

چنانچہ اسی جگہ آپ کا بستر ہٹا کر قبر کھودنا تجویز ہوا، لیکن اس میں باہم اختلاف ہوا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے۔ مہاجرین نے کہا کہ مکہ کے دستور کے مطابق بغلی قبر کھودی جائے۔ انصار نے کہا کہ مدینہ کے طریقہ پر لحد تیار کی جائے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بغلی قبر اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ لحد کھودنے میں ماہر تھے۔ یہ طے پایا کہ دونوں کو بلانے کے لئے آدمی بھیج دیا جائے، جو ان میں سے پہلے آجائے وہ اپنا کام کرے۔ چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پہلے آپہنچے اور آپ کے لئے لحد تیار کی۔(زرقانی ص:۲۸۹ تا۲۹۲ ج:۸، طبقات ابن سعد ص:۵۹ قسم ثانی تا ۶۸ جلد۲)

نماز جنازہ

جنازہ مبارک اسی جگہ رکھا رہا جہاں انتقال ہوا تھا۔ نماز جنازہ پہلے کنبہ والوں نے، پھر مہاجرین، پھر انصار نے، مردوں اور عورتوں نے، پھر بچوں نے ادا کی۔ اس نماز میں کوئی امام نہ تھا، حجرہ مبارک تنگ تھا اس لئے دس دس شخص اندر جاتے تھے، جب وہ نماز سے فارغ ہوکر باہر آتے تب اور دس اندر جاتے۔

یہ سلسلہ لگاتار شب وروز جاری رہا، اس لئے تدفین مبارک شب چہار شنبہ (بدھ) کو یعنی رحلت سے تقریباً ۳۲ گھنٹہ بعد عمل میں آئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں صاحبزادوں فضل اور قثم رضی اللہ عنہما نے آپ کو قبر میں اتارا۔ جب دفن سے فارغ ہوئے، تو کوہان کی شکل کی آپ کی تربت تیار کی اور پانی چھڑکا۔(طبقات ابن سعد صفحہ ۷۶ جلد۲، زرقانی ص:۲۹۲ ج:۸) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

جب صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے فارغ ہوگئے، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں ''اے انس! کیا تم نے خوشی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈال لی تھی؟''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں دیکھا تو مکان اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گیا اور میں ایک دیوانے عاشق کی طرح ہو گیا اور میری ہڈیاں کمزور ہو کر ٹوٹ رہی تھیں۔ اے عتیق تجھ پر افسوس! تیرا محبوب خاک میں چلا گیا اور اب تو اکیلا اور تھکا ہوا رہ گیا۔ اے میرے ساتھی افسوس، کاش! آپ کی وفات سے پہلے میں قبر میں چلا جاتا اور مجھ کو پتھروں سے ڈھانک دیا جاتا۔ (رحمۃ للعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری ص:۲۵۵، سیرۃ المصطفیٰ ص:۲۰۴ تا ۲۲۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ابھی صرف سوا دو برس ہوئے تھے اور اس قلیل عرصہ میں مدعیان نبوت، مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کی سرکوبی کے بعد فتوحات کی ابتداء ہی ہوئی تھی کہ پیام اجل پہنچ گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن جب کہ موسم نہایت سرد و خنک تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے غسل فرمایا، غسل کے بعد بخار آ گیا اور مسلسل پندرہ دن تک شدت کے ساتھ قائم رہا۔ اس اثناء میں مسجد تشریف لانے سے بھی معذور ہو گئے، چنانچہ آپ کے حکم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ امامت کی خدمت انجام دیتے تھے۔

جانشین کا تعین

مرض جب روز بروز بڑھتا گیا اور افاقہ سے مایوسی ہوتی گئی، تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلا کر جانشینی کے متعلق مشورہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ''عمر کے اہل ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے؟ لیکن وہ کسی قدر متشدد ہیں۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''میرے خیال میں عمر کا باطن ظاہر سے اچھا ہے'' لیکن بعض صحابہ کو حضرت عمر کے تشدد کے باعث پس وپیش تھا، چنانچہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے تشریف لائے، تو شکایت کی کہ آپ عمر کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں، حالانکہ جب آپ کے سامنے وہ اس قدر متشدد تھے، تو خدا جانے آئندہ کیا کریں گے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب ان پر خلافت کا بار پڑے گا تو ان کو خود نرم ہونا پڑے گا۔ اسی طرح ایک اور صحابی نے کہا کہ آپ عمر کے تشدد سے واقف ہونے کے باوجود ان کو جانشین بنا رہے ہیں، ذرا سوچ لیجئے، آپ خدا کے یہاں جا رہے ہیں، وہاں کیا جواب دیں گے؟

فرمایا میں عرض کروں گا، خدایا! میں نے تیرے بندوں میں اس کو منتخب کیا ہے جو ان میں سب سے اچھا ہے۔ غرض سب کی تشفی کر دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر عہد نامۂ خلافت لکھوانا شروع کیا۔ ابتدائی الفاظ لکھے جا چکے تھے کہ غش آ گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ''پڑھ کر سناؤ'' انہوں نے پڑھا تو بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور فرمایا ''خدا تمہیں جزائے خیر دے، تم نے میرے دل کی بات لکھ دی۔''

غرض عہد نامہ مرتب ہو چکا تو اپنے غلام کو دیا کہ مجمع عام میں سنا دے اور خود بالا خانہ پر تشریف لے جا کر تمام حاضرین سے فرمایا کہ ''میں نے اپنے عزیز یا بھائی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے، بلکہ اس کو منتخب کیا ہے جو تم لوگوں میں سب سے بہتر ہے''

تمام حاضرین نے اس انتخاب پر سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا کہا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر نہایت مفید نصیحتیں کیں، جو ان کی کامیاب خلافت کے لئے عمدہ دستور العمل ثابت ہوئیں۔ (طبقات ابن سعد، قسم اول ج:۳، وصیت ابوبکر رضی اللہ عنہ ص:۴۲)

وصایا

ابوالملیح کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا ’’اگر آپ میری وصیت قبول کریں، تو میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ رات کے حق ہیں، جن کو وہ دن میں قبول نہیں کرتا اور کچھ دن کے حق ہیں، جن کو وہ رات کو قبول نہیں کرتا، اور جب تک فرائض ادا نہ کئے جائیں اللہ تعالیٰ نفل قبول نہیں کرتا۔ جن لوگوں کے آخرت میں وزن بھاری ہوں گے وہ حق کی اتباع کی وجہ سے بھاری ہوں گے اور یہ حق ان پر بھاری تھا اور ترازو کا حق ہے کہ جب اس میں حق رکھا جائے تو وہ بھاری ہو جائے اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے، وہ باطل کی اتباع کی وجہ سے ہلکے ہوں گے اور دنیا میں باطل ان پر ہلکا ہوگا اور ترازو کا حق یہ ہے کہ اگر اس میں باطل رکھا جائے تو وہ ہلکا ہو جائے۔

خدا تعالیٰ نے اہل جنت کا ذکر ان کے اعمال میں سے بہتر کے ساتھ کیا ہے اور ان کی برائی سے درگزر فرمایا ہے، تو کہنے والا یوں کہتا ہے کہ میں ان لوگوں سے کم ہوں اور ان کے درجہ کو نہیں پہنچتا اور دوزخ والوں کا ذکر ان کے بدترین اعمال سے کیا ہے اور جو نیک عمل انہوں نے کیا ہے اس کو ان پر لوٹا دیا ہے (اور قبول نہیں کیا) تو کہنے والا یوں کہتا ہے کہ میں ان لوگوں سے کم ہوں اور ان کے درجہ کو نہیں پہنچتا۔

کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سختی کی آیت کے ساتھ ہی امید کی آیت بھی نازل فرمائی ہے، اور امید کی آیت کے ساتھ ہی سختی کی آیت بھی ہوتی ہے تا کہ بندہ میں ڈر اور امید دونوں رہیں اور وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے اور نہ اللہ سے ناحق امید رکھے۔

اگر آپ میری یہ وصیت یاد رکھیں گے تو کوئی غائب چیز آپ کو موت سے بڑھ کر عزیز نہ ہوگی اور وہ لازماً آنے والی ہے اور اگر میری اس وصیت کو ضائع کر دیں گے تو کوئی غائب چیز موت سے بڑھ کر بری نہ لگے گی اور وہ لازماً آنے والی ہے، اور آپ اس سے بھاگ نہیں سکیں گے۔

(منہاج القاصدین لابن الجوزی، ص:۳۷۵، اردو ترجمہ احیاء العلوم ص:۱۷۶ ج:۴)

اس فرض سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ذاتی اور خانگی امور کی طرف توجہ کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو انہوں نے مدینہ یا بحرین کے نواح میں اپنی ایک جاگیر دے دی تھی، لیکن خیال آیا کہ اس سے دوسرے وارثوں کی حق تلفی ہوگی، اس لئے فرمایا ''جان پدر افلاس وامارت دونوں حالتوں میں تم مجھے سب سے زیادہ محبوب رہی ہو، لیکن جو جاگیر میں نے تمہیں دی ہے، کیا تم اس میں اپنے بھائی بہنوں کو بھی شریک کرلوگی؟''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حامی بھر لی تو آپ نے بیت المال کے قرض کی ادائیگی کے لئے وصیت فرمائی، اور کہا کہ ہمارے پاس مسلمانوں کے مال میں سے ایک لونڈی اور دو اونٹنیوں کے سوا کچھ نہیں، میرے مرتے ہی یہ حضرت عمر کے پاس بھیج دی جائیں''

چنانچہ یہ تمام چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی گئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ ''میری تجہیز وتکفین سے فارغ ہوکر دیکھنا کوئی اور چیز تو نہیں رہ گئی ہے، اگر ہو تو اس کو بھی عمر کے پاس بھیج دینا''۔

تدفین کے بعد گھر کا جائزہ لیا گیا تو کوئی اور چیز کاشانۂ صدیقی سے برآمد نہیں ہوئی۔

الوداعی ملاقاتیں

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور کہا کہ اے ابوبکر! ہم کو کچھ وصیت کیجئے۔

آپ نے فرمایا کہ ''خدا تعالیٰ تمہارے لئے دنیا فتح کرنے کو ہے، تو تم اس سے اسی قدر لینا کہ بسر اوقات کے موافق ہو۔ یاد رکھو کہ جو کوئی نماز صبح ادا کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں ہو جاتا ہے، تو ایسا نہ ہو کہ تم خدا تعالیٰ سے عہد شکنی کرو اور یہ عہد شکنی تم کو منہ کے بل دوزخ میں ڈال دے''

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا، تو آپ کے پاس کچھ لوگ صحابہ میں سے آئے اور کہا کہ اے نائب رسولِ خدا! ہم کو کچھ توشہ عنایت کر دیجئے کہ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کا حال دگرگوں ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ''جو کوئی ان کلمات کو کہہ کر مر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو افق مبین میں پہنچا دے گا۔''

لوگوں نے عرض کیا افق مبین کیا چیز ہے؟

آپ نے فرمایا کہ ''ایک میدان عرش کے سامنے ہے، اس میں باغ نہریں اور درخت ہیں، ہر روز اس کو خدا تعالیٰ کی سو رحمتیں ڈھانک لیتی ہیں، تو جو شخص ان کلمات کو کہے گا اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اس مکان موصوفہ بالا میں رکھے گا''

وہ کلمات یہ ہیں۔

(ترجمہ) الٰہی! تو نے خلق کو شروع سے پیدا کیا اور تجھ کو کچھ حاجت اس کی نہیں تھی، پھر تو نے اس کے دو فریق کر دئے، ایک جنت کے لئے اور ایک دوزخ کے لئے، سو تو مجھ کو جنت والے فریق میں بنا، نہ کہ دوزخ والے میں۔

الٰہی! تو نے خلق کو کئی فرقے میں پیدا کیا اور پیدائش سے پہلے ان کو علیحدہ کر دیا کہ بعضوں کو بد بخت اور بعضوں کو نیک بخت، غوث اور راہ یافتہ بنایا، پس مجھ کو اپنی اطاعت سے سعید کر دے اور اپنی معصیت سے بد بخت نہ بنا۔

الٰہی! جو ہر ایک نفس کماتا ہے وہ تجھ کو اس کی پیدائش سے پہلے معلوم ہے، تو جس چیز کو وہ کرتا ہے اس سے گریز نہیں، پس مجھ کو ان لوگوں میں سے کر دے جن سے تو اپنی اطاعت کا کام لیتا ہے۔

الٰہی! بدون تیرے چاہے کوئی کچھ نہیں چاہتا، تو تو اپنی خواہش اس امر کی کر کہ میں ایسی بات چاہنے لگوں کہ جو مجھ کو تجھ سے قریب کر دے۔

الٰہی! تو نے بندوں کی حرکات کا اندازہ کر رکھا ہے، کہ کوئی چیز بدون تیرے اذن کے حرکت نہیں کرتی، سوتو میری حرکات کو اپنے تقویٰ میں کر دے۔

الٰہی! تو نے خیر اور شر دونوں کو پیدا کیا اور ان دونوں کے کرنے والے بنائے، پس مجھے دونوں قسموں میں سے جو بہتر ہو اس میں کر دے۔

الٰہی! تو نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا اور ان میں سے ہر ایک کے لئے رہنے والے بنائے، تو مجھ کو اپنی جنت کے باشندوں سے کر دے۔

الٰہی! تو نے ایک قوم کو راہ دکھانی چاہی اور ان کے سینوں کو کھول دیا اور ایک قوم کی تو نے گمراہی چاہی اور ان کے سینوں کو تنگ بنایا، تو خدایا! میرا سینہ ایمان کے لئے کھول دے، اور ایمان کو میرے دل میں اچھا کر دکھا۔ مجھ کو کفر، بدکاری اور نافرمانی سے نفرت دلا اور مجھ کو نیک چال والوں میں سے کر۔

الٰہی! تو نے امور تدبیر کئے اور ان کا ٹھکانا اپنی طرف کیا، پس بعد موت کے مجھ کو اچھی زندگی سے زندہ کر اور مرتبہ میں مجھ کو اپنے نزدیک فرما۔

الٰہی! جو شخص صبح اور شام کرتا ہے اس طرح کہ اس کا اعتماد اور توقع تیرے غیر پر ہو تو ہوا کرے مگر میرا اعتماد اور توقع تجھی پر ہے۔ وَلا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه"

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ "یہ سب مضامین کتاب اللہ عزوجل میں ہیں" (اردو ترجمہ احیاء العلوم ص:۶۷۲، ج:۴)

تجہیز و تکفین کے متعلق فرمایا "اس وقت جو کپڑا بدن پر ہے اس کو دھو کر دوسرے کپڑوں کے ساتھ کفن دینا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یہ تو پرانا ہے، کفن کے لئے نیا ہونا چاہئے۔ فرمایا "زندے مردوں کی بہ نسبت نئے کپڑوں کے زیادہ حق دار ہیں، میرے لئے یہ پھٹا پرانا ہی کافی ہے"۔

وصال

انتقال کا وقت قریب تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور انہوں نے یہ شعر پڑھا ''تیری زندگی کی قسم! جب لمبے سانس آنے لگیں اور سینہ تنگ ہو جائے، تو دولت آدمی کے کسی کام نہیں آتی''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا ''یوں مت کہو، بلکہ اس طرح کہولَقَدْ جَاءَ تْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ، ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ. سورۂ ق : آیت ۱۹- یعنی حق کے ساتھ موت کی بے ہوشی آگئی، یہ وہی موت ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ (منہاج القاصدین)

جب انتقال ہونے لگا تو صاحبزادی رونے لگیں فرمایا ''بیٹی رو نہیں'' بیٹی نے کہا اگر آپ کے انتقال پر بھی رونا نہ آئے تو کس کے انتقال پر آئے گا؟ فرمایا کہ ''اس وقت مجھے اپنی جان نکلنے سے زیادہ محبوب کسی کی جان نکلنا بھی نہیں ہے، حتی کہ کسی مکھی کی جان نکلنا بھی اپنی جان نکلنے سے زیادہ محبوب نہیں'' (تو جب موت مجھے اتنی محبوب ہو رہی ہے تو تو اس پر روتی ہے؟)

اس کے بعد فرمایا ''ہاں البتہ اس کا ڈر ضرور ہے کہ کہیں مرتے وقت اسلام نہ میرے ہاتھ سے چھوٹ جائے'' اس کے بعد پوچھا آج دن کون سا ہے؟ عرض کیا گیا دوشنبہ (یعنی پیر)۔ پھر پوچھا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کس روز ہوا تھا؟'' کہا گیا دوشنبہ کے روز۔ فرمایا ''تو پھر میری آرزو ہے کہ آج ہی رات تک اس عالم فانی سے رحلت کر جاؤں۔''

چنانچہ یہ آخری آرزو بھی پوری ہوئی، یعنی دوشنبہ کا دن ختم کر کے منگل کی رات کو تریسٹھ برس کی عمر میں اواخر جمادی الآخر ۱۳ھ کو رہ گزیں عالم جاودان ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

تجہیز و تکفین

وصیت کے مطابق رات ہی کے وقت تجہیز و تکفین کا سامان کیا گیا۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے غسل دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور حضرت عمر فاروق رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قبر میں اتارا، اور اس طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ رفیق زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہو کر دائمی رفاقت کے لئے جنت میں پہنچ گئے۔ (طبقات ابن سعد، خلفائے راشدین ص:۵۳ تا ۵۵)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قاتلانہ حملہ

جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آخری حج سے واپس ہوئے، تو وادیٔ محصب میں اپنی چادر سر کے نیچے رکھے لیٹے ہوئے تھے۔ چاند کی طرف جو نظر کی، تو اس کی روشنی اور چاندنی آپ کو اچھی معلوم ہوئی، فرمایا کہ ''دیکھو ابتداء میں یہ کمزور تھا، پھر بڑھتے بڑھتے یہ پورا ہوا اور اب پھر گھٹنا شروع ہوگا، یہی حال دنیا میں تمام چیزوں کا ہے۔''

پھر دعا مانگی کہ ''اے اللہ! میری رعیت بہت بڑھ گئی ہے، اور میں بہت کمزور ہو گیا ہوں، خداوند قبل اس کے کہ مجھ سے فرائض خلافت میں کچھ قصور ہو مجھے دنیا سے اٹھالے''۔

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد ایک روز اپنے معمول کے مطابق بہت سویرے نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے۔ اس وقت ایک درہ آپ کے ہاتھ میں تھا کہ آپ سونے والوں کو اپنے درہ سے جگاتے تھے۔ مسجد پہنچ کر نمازیوں کی صفیں درست کرنے کا حکم دیتے تھے، اس کے بعد نماز شروع فرماتے تھے اور نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔

اس روز بھی آپ نے ایسا ہی کیا، نماز ویسے ہی آپ نے شروع کی تھی، صرف تکبیر تحریمہ ہی کہنے پائے تھے کہ ایک مجوسی کافر ابولؤلؤ جو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور ایک زہر آلود خنجر لئے ہوئے مسجد کی محراب میں چھپا ہوا بیٹھا تھا، اس نے اپنے خنجر سے آپ کی شکم مبارک میں تین

زخم کاری اس خنجر کے لگائے۔آپ بے ہوش ہو کر گر گئے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر بجائے آپ کے امامت کی اور مختصر نماز پڑھا کر سلام پھیرا۔

ابولؤلؤ نے چاہا کہ کسی طرح مسجد سے باہر نکل کر بھاگ جائے ،مگر نمازیوں کی صفیں مثل دیوار کے حائل تھیں، ان سے نکل جانا آسان نہ تھا،لہذا اس نے اور صحابیوں کو بھی زخمی کرنا شروع کر دیا۔ تیرہ صحابی زخمی ہوئے ،جن میں سے سات جان بر نہ ہو سکے،اتنے میں نماز ختم ہو گئی۔ابولؤلؤ پکڑ لیا گیا،لیکن جب اس نے دیکھا کہ میں گرفتار ہو گیا ہوں ،تو اسی خنجر سے اس نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔

اتنا بڑا عظیم الشان واقعہ ہوا مگر کسی نے نماز نہیں توڑی ،نماز پورے اطمینان کے ساتھ ختم کی گئی۔نماز کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو لوگ اٹھا کر ان کے مکان پر لے گئے، تھوڑی دیر کے بعد آپ کو ہوش آیا اور آپ نے فجر کی نماز اسی حالت میں ادا کی۔

قاتل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ ’’دیکھو مجھے کس نے زخمی کیا؟‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کچھ دیر کے لئے باہر تشریف لے گئے اور پھر آ کر فرمایا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام نے یہ حرکت کی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ’’خدا اس کو قتل کرے میں نے تو اس پر احسان کرنے کے لئے امر کیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہ کی ،اور تم اور تمہارے والد ہی بہت چاہتے ہو کہ مدینہ منورہ میں کفار عجم کی کثرت ہو‘‘ (یہ اس لئے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام بہت تھے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو سب کو مار ڈالیں۔آپ نے فرمایا کہ ’’اب قتل کرتے ہو، جب تمہاری بولی بولنے لگے،تمہارے قبلہ کی طرف نماز پڑھنے

لگے،تمہارے ساتھ حج کرنے لگے''۔

ادھر لوگوں کا یہ حال تھا کہ گویا اس دن سے پہلے ان پر کبھی کوئی مصیبت آئی ہی نہ تھی، سب اپنی اپنی کہہ رہے تھے، کوئی کہتا تھا کہ مجھے آپ کے اوپر موت کا خوف ہے، کوئی کہتا تھا کہ کچھ خوف نہیں، اتنے میں آپ کے لئے عرق انگور لایا گیا، آپ نے جونہی اسے پیا تو وہ پیٹ سے باہر نکل گیا، اب سب گھبرا گئے اور کسی کو آپ کے جانبر ہونے کی توقع نہ رہی۔

یہ ابولؤلؤ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شکایت لے کر گیا کہ میرے مالک نے مجھ پر محصول زیادہ مقرر کیا ہے، آپ اس میں کمی کر دیجئے۔ آپ نے محصول کی مقدار دریافت کی اور پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ چکی بناتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ''اس کام کا کرنے والا عرب میں تیرے سوا کوئی نہیں ہے، لہذا یہ محصول کام کے لحاظ سے زائد نہیں ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا کہ ''ایک چکی ہمارے لئے بھی بنا دے۔'' اس نے کہا کہ بہت اچھا، آپ کے لئے ایسی عمدہ چکی بناؤں گا کہ تمام دنیا میں اس کی شہرت ہوگی۔

آپ نے فرمایا ''دیکھو یہ غلام مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے''، کسی نے کہا امیر المؤمنین آپ حکم دیں تو ابھی اسے گرفتار کر لیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ''کیا جرم سے پہلے سزا دے دی جائے؟'' اسی وقت سے ابولؤلؤ نے ایک خنجر بنایا اور اس کو زہر میں بجھانا شروع کر دیا اور اسی فکر میں رہا۔

اہل مدینہ کی بے قراری

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کی خبر نے تمام مدینہ میں کہرام برپا کر دیا، تمام مہاجرین وانصار آپ کو گھیرے ہوئے بیٹھے تھے کہ کاش ہماری عمریں آپ کو دے دی جائیں اور آپ ابھی اسلام کی خدمت کے لئے زندہ رہیں۔

دوا وعلاج کی بھی کوشش کی گئی، مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ جب صحابہ کرام کو یہ معلوم ہوا کہ آپ کے جانبر ہونے کی توقع نہیں، اس وقت سب کی عجیب حالت تھی۔ سب نے آپ سے

جا کر کہا کہ ''امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپ نے کتاب اللہ کی پیروی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا''۔

اسی دوران ایک نوجوان حاضر خدمت ہوا اور آ کر عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہو کہ آپ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور قدامت اسلام میں وہ مرتبہ میسر ہوا جو آپ کو معلوم ہی ہے۔ پھر آپ حاکم ہوئے اور عدل فرمایا، پھر شہادت ملی۔

آپ نے فرمایا کہ ''میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ سب باتیں میرے گزارہ ہی کے لائق ہو جائیں، نہ ان سے میرا نقصان ہو نہ فائدہ ہو''

جب وہ شخص جانے لگا تو اس کا پائجامہ زمین کو لگ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ''اس لڑکے کو میرے پاس لاؤ'' جب وہ لوٹ کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ ''بھتیجے اپنا کپڑا اونچا کر اس سے گرد وغیرہ سے بچا رہے گا اور یہ خدا تعالیٰ سے تقویٰ کے بھی زیادہ قریب ہے''۔

آخری خواہش

پھر آپ نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور میری طرف سے سلام کے بعد عرض کرو کہ میری دلی خواہش ہے کہ میں اپنے صاحبین کے ساتھ دفن کیا جاؤں۔ اگر اس میں آپ کو کچھ تکلیف یا نقصان ہو تو پھر جنت البقیع میرے لئے بہتر ہے''۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گئے اور ام المؤمنین کو پیغام پہنچایا۔ انہوں نے فرمایا کہ ''وہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی، مگر میں ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں''

جس وقت یہ خوشخبری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کو پہنچائی تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ ''اللہ کا شکر ہے کہ میری سب سے بڑی خواہش یہی تھی وہ بھی اس نے

پوری کردی''۔

پھر فرمایا ''سنو جب میں مر جاؤں تو میرے جنازے کو لے جانا اور ام المؤمنین کے حجرہ کے دروازے پر پہنچ کر سلام کرنا اور کہنا کہ عمر اجازت چاہتے ہیں، اور اگر وہ اجازت دیں تو مجھ کو اندر لے جانا اور اگر مجھ کو منع کر دیں تو مسلمانوں کے قبرستان میں لے جا کر دفن کر دینا''۔

جانشین کا تعین

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چند عورتوں کے ہمراہ آپ سے ملنے کے لئے تشریف لائیں، دیگر لوگ انہیں آتا دیکھ کر باہر چلے گئے۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں، اور کچھ دیر ان کے پاس ٹھہری رہیں، پھر مردوں نے اجازت چاہی تو وہ مکان کے اندر چلی گئیں، ان کے رونے کی آواز باہر سنی گئی۔

لوگوں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین، ہم کو وصیت کیجئے اور اپنا خلیفہ کسی کو متعین کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ ''میں خلافت کا مستحق ان لوگوں سے بڑھ کر کسی اور کو نہیں سمجھتا ہوں، ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے راضی ہی اس جہاں سے تشریف لے گئے ہیں۔ پھر آپ نے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام لئے، اور فرمایا کہ عبد اللہ بن عمر بھی تمہارے پاس آئیں گے، مگر خلافت سے انہیں کچھ سروکار نہیں۔ (یہ اس لئے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر کی دل شکنی نہ ہو) پھر فرمایا کہ ''اگر سعد کو خلیفہ نامزد کیا جائے تو فبہا ورنہ جو کوئی امیر ہو ان سے استعانت کرے، اس لئے کہ میں نے انہیں عاجزی اور خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا''۔

اس کے بعد آپ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ پر امام نماز بنا دیا اور فرمایا ''میرے بعد تین دن کے اندر اندر خلیفہ کا انتخاب کر لینا''۔

وصایا

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ''میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ جو لوگ اول ہجرت کر کے آئے ہیں ان کی فضیلت کو پہچانے، ان کی حرمت کی حفاظت کیا کرے اور تعظیم کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ خیر کیا کرے، یہ وہ لوگ ہیں کہ اس جگہ میں اور ایمان میں انہوں نے سبقت کی ہے، ان کے محسن کی طرف سے قبول کیا کرے اور برائی کرنے والے سے درگزر کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اطراف کے شہر والوں سے حسن سلوک کرے اس لئے کہ وہ لوگ اسلام کے حامی، مالوں کے جمع کرنے والے اور دشمنوں کے جلنے کا موجب ہیں، ان سے کچھ نہ لے بجز اس کے جوان کے مال سے زائد ہو اور جو وہ بخوشی دے دیں اور دیہات والوں سے خیر کرنے کی وصیت کرتا ہوں بایں وجہ کہ یہ لوگ عرب کی اصل اور اسلام کی جڑ ہیں، ان کے زائد مال سے لے کر انہیں کے مفلسوں کو دے دے، نیز میں اسے عرب والوں سے خیر کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات کی کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے عہد کو ملحوظ رکھے، ذمی لوگوں سے عہد پورا کیا کرے اور ان کی حمایت کے لئے اوروں سے لڑا کرے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لے''۔

اس کے بعد آپ نے اپنے صاحبزادہ کو بلا کر فرمایا کہ ''عبداللہ دیکھو تحقیق کرو کہ میرے ذمہ کتنا قرض ہے؟'' انہوں نے حساب لگا کر چھیاسی ہزار کے قریب بتلایا۔ آپ نے فرمایا کہ ''ہمارے خاندان کے مال سے اگر یہ قرض ادا ہو جائے تب تو اس میں سے ادا کر دینا ورنہ عدی بن کعب کی اولاد سے مدد مانگنا اور اگر ان کا مال بھی کافی نہ ہو تو قریش سے لے کر ادا کر دینا، قریش کے علاوہ کسی اور کے پاس مت جانا''۔

وصال

اس کے بعد نزع کی حالت شروع ہوگئی۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کیفیت اور خدا

کے خوف کا عالم کیا تھا، اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حضرت مسور بن مخرمہ راوی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے کہ ''خدا کی قسم اگر میرے پاس اتنا سونا ہو کہ زمین بھر جائے تو میں بن دیکھے اللہ کے عذاب کے فدیہ میں دے دوں''

ایک اور روایت کے مطابق آپ فرمارہے تھے کہ ''خدا کی قسم اگر میرے پاس ساری دنیا ہو تو میں اپنے فدیہ میں دے دوں'' (منہاج القاصدین ص: ۵۷۵)

۲۷/ ذی الحجہ، بروز بدھ کو آپ زخمی ہوئے تھے اور پانچویں دن یکم محرم الحرام بروز اتوار کو تریسٹھ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

نماز جنازہ

جب آپ کا جنازہ نماز کے لئے لایا گیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''مجھے پہلے سے یہی خیال تھا کہ آپ دونوں کا مدفن بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا، کیوں کہ میں سنا کرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات میں اپنے ذکر کے ساتھ آپ دونوں کا ذکر کیا کرتے تھے''، نیز آپ نے فرمایا کہ ''میں خدا سے دعا مانگا کرتا تھا کہ یا اللہ میرا نامۂ اعمال بھی ویسا ہی ہو جیسا عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہے''۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خاص روضہ نبوی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ کی قبر بنائی گئی۔ اس روضہ مقدسہ کے اندر صرف تین قبریں ہیں، ایک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی، دوسری حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور تیسری حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر مبارک آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ اقدس کے برابر ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پائنتی کی جانب ہے۔ (خلفائے راشدین ص: ۱۵۸ تا ۱۶۲)

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''عمر کی موت پر اسلام روئے

گا''۔(احیاء العلوم ص:۴۷۶ ج:۴)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری تمنا تھی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھوں۔ آخر میں نے آپ کی شہادت کے تقریباً ایک سال بعد آپ کو خواب میں دیکھا کہ پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں، اور فرما رہے ہیں کہ ''اب میں فارغ ہوا ہوں، معلوم ہو رہا تھا کہ میری چھت دھما کہ سے گر جائے گی اگر مجھے انتہائی شفیق اور مہربان اللہ نہ سنبھالتا، میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رحم وکرم سے بچ گیا ورنہ ہلاک ہو جاتا''۔(کتاب الروح)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ مشہور ہے۔ شہادت سے قبل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کاشانۂ خلافت کا محاصرہ کرنے والے باغیوں کو متعدد دفعہ سمجھانے کی کوشش کی، ان کے سامنے مؤثر تقریریں کیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بھی تقریر کی مگر ان لوگوں پر کسی چیز کا اثر نہ ہوا۔ ثمامہ بن حزن قشیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (باغی) لوگوں کو سمجھانے کے لئے اپنے مکان کی چھت پر تشریف لائے اور مجمع سے مخاطب ہوئے تو میں بھی موجود تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ''تم میرے پاس ان دونوں شخصوں کو لاؤ، جنہوں نے تمہیں یہاں لا کر جمایا ہے''۔ وہ دونوں بلائے گئے تو ایسے آئے جیسے دو اونٹ یا گدھے آتے ہیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دیکھ کر فرمایا۔

''میں تمہیں خدا تعالیٰ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تھے تو یہ مسجد تنگ تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کون اس زمین کو خرید کر وقف کرے گا، اس کے صلہ میں اس سے بہتر جگہ جنت میں ملے گی؟ تو میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی، تو کیا اسی مسجد میں تم مجھے نماز پڑھنے نہیں دیتے؟

میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ، کیا تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ

تشریف لائے، تو اس میں رومہ کے سوا میٹھے پانی کا کنواں نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو کون خرید کر عام مسلمانوں پر وقف کرتا ہے اور اس سے بہتر اس کو جنت میں ملے گا؟ تو میں نے ہی اس کی تعمیل کی، تو کیا اس کا پانی پینے سے مجھے محروم کر رہے ہو؟

کیا تم جانتے ہو کہ عسرت کے لشکر کو میں نے ہی ساز و سامان سے آراستہ کیا تھا؟

سب نے جواب دیا کہ ''بخدا یہ سب باتیں سچ ہیں''۔

مگر سنگ دلوں پر اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر آپ نے مجمع کو خطاب کر کے فرمایا ''میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو یاد ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر فرمایا ''اے حرا! ٹھہر جا، تیری پیٹھ پر اس وقت ایک نبی ایک صدیق اور ایک شہید ہے''۔ اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ لوگوں نے کہا یاد ہے۔ پھر فرمایا ''خدا کا واسطہ دیتا ہوں بتاؤ کہ حدیبیہ میں مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سفیر بنا کر بھیجا تھا، تو کیا خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک دست مبارک کو میرا ہاتھ نہیں قرار دیا تھا؟ اور میری طرف سے خود بیعت نہیں کی تھی؟'' سب نے کہا سچ ہے''۔ (ابن حنبل ص:۵۹، ج:۱)

آخر میں باغی یہ دیکھ کر کہ حج کا موسم چند روز میں ختم ہوا جاتا ہے اور اس کے ختم ہوتے ہی لوگ مدینہ منورہ کا رخ کریں گے اور موقع نکل جائے گا، آپ کے قتل کے مشورے کرنے لگے جس کو خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے کانوں سے سنا اور مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ''لوگو آخر کس جرم پر تم میرے خون کے پیاسے ہو؟ اسلام کی شریعت میں کسی کے قتل کی صرف تین ہی صورتیں ہیں، یا تو اس نے بدکاری کی ہو تو اس کو سنگسار کیا جائے، یا اس نے بالارادہ کسی کو قتل کیا ہو تو قصاص میں مارا جائے گا، یا وہ مرتد ہو گیا ہو تو قتل کیا جائے گا۔ میں نے نہ تو جاہلیت میں اور نہ اسلام میں بدکاری کی، نہ کسی کو قتل کیا، نہ اسلام کے بعد مرتد ہوا، اب بھی گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

(ابن حنبل ص:۶۲)

لیکن باغیوں پر ان میں سے کوئی تقریر کارگر نہ ہوئی۔

جان نثاروں کے مشورے اور اجازت طلبی

بعض جان نثاروں نے مختلف مشورے دئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا ''امیر المؤمنین! تین باتیں ہیں، ان میں سے ایک قبول کر لیجئے، آپ کے طرفداروں اور جان نثاروں کی ایک طاقتور جماعت یہاں موجود ہے، ان کو لے کر نکلئے، اور ان باغیوں کا مقابلہ کر کے ان کو نکال دیجئے، آپ حق پر ہیں، وہ باطل پر، لوگ حق کا ساتھ دیں گے۔ اگر یہ منظور نہیں تو پھر صدر دروازہ چھوڑ کر دوسری طرف سے دیوار توڑ کر اس محاصرہ سے نکلئے اور سواریوں پر بیٹھ کر مکہ معظّمہ چلے جایئے، وہ حرم ہے وہاں یہ لوگ نہ لڑ سکیں گے، یا پھر یہ کہ شام چلے جایئے، وہاں کے لوگ وفادار ہیں اور معاویہ موجود ہیں''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''میں باہر نکل کر ان سے جنگ کروں تو میں وہ پہلا خلیفہ نہیں بننا چاہتا جو امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی خونریزی کرے۔ اگر مکہ معظّمہ چلا جاؤں تو بھی اس کی امید نہیں کہ یہ لوگ حرم الٰہی کی توہین نہ کریں گے اور جنگ سے باز آجائیں گے، اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق وہ شخص نہیں بننا چاہتا، جو مکہ مکرمہ جا کر اس کی بے حرمتی کا باعث ہوگا اور شام بھی نہیں جا سکتا کہ اپنے ہجرت کے گھر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوار کو نہیں چھوڑ سکتا۔ (ابن حنبل ص:۶۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گھر بہت بڑا اور وسیع تھا، دروازہ اور گھر میں صحابہ اور عام مسلمانوں کی خاصی جمعیت موجود تھی، جس کی تعداد سات سو تھی، اور جس کے سردار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بہادر صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ امیر المؤمنین! اس وقت گھر کے اندر

ہماری خاصی تعداد ہے، اجازت ہوتو میں ان باغیوں سے لڑوں۔فرمایا ’’اگرایک شخص کا بھی ارادہ ہوتو میں اس کوخدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرے لئے اپنا خون نہ بہائے‘‘۔(ابن سعدج:۳)

گھر میں اس وقت بیس غلام تھے،ان کوبھی بلا کرآزاد کر دیا،(ابن حنبل ص:۷۲)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آکرعرض کیا ’’امیر المؤمنین! انصار دروازہ پر کھڑے اجازت کے منتظر ہیں، کہ وہ دوبارہ اپنے کارنامے دکھائیں‘‘

فرمایا اگرلڑائی مقصود ہے تو اجازت نہ دوں گا، اس وقت میرا سب سے بڑا مددگاروہ ہے جو میری مدافعت میں تلوار نہ اٹھائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی تو فرمایا ’’ابوہریرہ کیا تمہیں پسند آئے گا کہ تم تمام دنیا کواور ساتھ ہی مجھ کوبھی قتل کردو؟‘‘ انہوں نے عرض کیا ’’نہیں‘‘ فرمایا کہ ’’تم نے ایک شخص کوبھی قتل کیا تو گویا سب قتل ہوگئے‘‘(یہ سورہ مائدہ کی آیت ۳۲ رکوع ۵ر کی طرف اشارہ ہے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ سن کرلوٹ آئے۔(ابن سعد)

شہادت کی تیاری

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کوآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق یہ یقین تھا کہ ان کی شہادت مقدر ہوچکی ہے۔(ابن حنبل،ص:٦٦) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ ان کواس سانحہ سے خبردار کیا تھا اورصبر واستقامت کی تاکید فرمائی تھی۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وصیت پر پوری طرح قائم اور ہرلمحہ ہونے والے واقعہ کے منتظر تھے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب محصور تھے تو میں آپ سے ملنے کے لئے گیا۔آپ نے فرمایا کہ ’’بھائی خوب ہواتم آئے،آج رات میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوخواب میں دیکھا کہ ارشادفرماتے ہیں کہ ’’اے عثمان تجھے لوگوں نے گھیرلیا؟‘‘میں نے عرض کیا کہ ’’ہاں‘‘۔پھرفرمایا کہ ’’تجھے پیاسا رکھا؟‘‘میں نے

عرض کیا کہ ''ہاں'' پھر آپ نے ایک ڈول پانی کا لٹکا دیا، میں نے اس میں سے پیٹ بھر کر پانی پیا یہاں تک کہ اس کی ٹھنڈک اپنی چھاتیوں اور مونڈھوں میں پاتا ہوں اور فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تجھ کو مدد ملے اور تو ان پر غالب ہو اور چاہے تو ہمارے پاس افطار کر۔ میں نے آپ ہی کے پاس افطار کرنا پسند کیا۔ (احیاء العلوم ص:۶۷۴، ج:۴)

جس دن شہادت ہونے والی تھی آپ روزہ سے تھے، جمعہ کا دن تھا، خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف فرما ہیں اور ان سے کہہ رہے ہیں کہ ''عثمان جلدی کرو تمہارے افطار کے ہم منتظر ہیں'' بیدار ہوئے تو حاضرین سے اس خواب کا تذکرہ کیا۔ اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ ''میری شہادت کا وقت آ گیا، باغی مجھے قتل کر ڈالیں گے'' انہوں نے کہا ''امیر المؤمنین ایسا نہیں ہوسکتا'' فرمایا کہ ''میں یہ خواب دیکھ چکا ہوں''۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ ''عثمان آج جمعہ میرے ساتھ پڑھنا''۔ (ابن سعد ص:۵۳، ج:۳ - حاکم ص:۹۹/۱۰۳ ج:۳ میں یہ دونوں خواب مذکور ہیں اور ابن حنبل میں صرف پہلے خواب کا تذکرہ ہے۔)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی نائلہ بنت فرافصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ''جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس سے پہلے دن آپ روزہ سے تھے۔ جب روزہ افطار کرنے کا وقت آیا تو آپ نے بلوائیوں سے پانی مانگا۔ انہوں نے پانی نہ دیا تو آپ نے روزہ افطار نہ کیا اور سو گئے۔ جب سحری کا وقت ہوا تو میں پڑوسنوں کے پاس آئی اور اس سے پینے کو پانی مانگا، انہوں نے مجھے ایک لوٹا پانی دیا۔ میں آپ کے پاس آئی اور آپ کو ہلایا تو جاگ اٹھے۔ میں نے کہا یہ پینے کا میٹھا پانی ہے۔ آپ نے اپنا سر اٹھایا اور کہا ''میں روزے کی حالت میں ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر اس مکان کی چھت سے جھانکا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میٹھا پانی تھا۔ فرمایا ''اے عثمان پانی پی لے'' میں نے سیر ہو کر پیا، پھر فرمایا ''اور پیو'' تو میں

نے پھر پوری طرح پیٹ بھر کے پیا، پھر فرمایا ’’قوم عنقریب تیرا انکار کر دے گی، اگر تو ان سے لڑے تو کامیاب ہوگا اور اگر ان کو چھوڑ دے گا تو روزہ ہمارے پاس آ کر افطار کرے گا‘‘ (منہاج القاصدین لابن الجوزی ص:۵۷۵)

پھر پائجامہ جس کو کبھی نہیں پہنا تھا، منگا کر پہنا۔ (ابن حنبل ص:۷۱) اپنے بیس غلاموں کو بلا کر آزاد کیا اور قرآن کھول کر تلاوت میں مصروف ہو گئے۔

شہادت

باغیوں نے مکان پر حملہ کر دیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جو دروازہ پر متعین تھے، مدافعت میں زخمی ہوئے، چار باغی دیوار پھاند کر چھت پر چڑھ گئے، آگے آگے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چھوٹے صاحبزادہ محمد بن ابوبکر تھے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آغوش تربیت میں پلے تھے، یہ کسی بڑے عہدے کے طلب گار تھے، جس کے نہ ملنے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دشمن بن گئے تھے، انہوں نے آگے بڑھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک پکڑ لی اور زور سے کھینچی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ’’بھتیجے اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے تو ان کو یہ پسند نہ آتا۔ یہ سن کر محمد بن ابی بکر شرما کر پیچھے ہٹ گئے اور ایک دوسرے شخص کنانہ بن بشر نے آگے بڑھ کر پیشانی مبارک پر لوہے کی لاٹ اس زور سے ماری کہ پہلو کے بل گر پڑے، اس وقت بھی زبان سے ’’بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰه‘‘ نکلا۔ سودان بن حرمان مرادی نے دوسری ضرب لگائی، جس سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا، ایک اور سنگ دل عمرو بن الحمق سینہ پر چڑھ بیٹھا اور جسم کے مختلف حصوں پر پے در پے نیزوں کے نو زخم لگائے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جس وقت زخمی کیا گیا تو اس حال میں کہ خون آپ کی ریش مبارک پر بہہ رہا تھا، آپ فرما رہے تھے ’’لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ

كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْن“ الٰہی ان لوگوں سے انتقام میں تیرے ہی حوالے کرتا ہوں اور اپنے سب کاموں میں تجھ ہی سے مدد چاہتا ہوں، اور جس امر میں تو نے مجھے کو مبتلا کیا ہے اس پر تجھ ہی سے صبر کی درخواست کرتا ہوں۔ اتنے میں کسی شقی نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا، وفادار بیوی حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے جو پاس بیٹھی تھیں، وار ہاتھ پر روکا، تین انگلیاں کٹ کر الگ ہو گئیں، وار نے ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شمع حیات بجھادی۔

اس بے کسی کی موت پر عالم امکان نے ماتم کیا، کائنات ارضی وسماوی نے خون ناحق پر آنسو بہائے، کارکنان قضاوقدر نے کہا جو خون آشام تلوار آج بے نیام ہوئی ہے، وہ قیامت تک بے نیام رہے گی اور فتنہ وفساد کا دروازہ جو آج کھلا ہے وہ حشر تک کھلا رہے گا۔ (صحیح بخاری کتاب الفتن میں اس کا اشارہ ہے)

شہادت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تلاوت فرمارہے تھے، قرآن مجید سامنے کھلا تھا، اس خون ناحق نے جس آیت کو خون ناب کیا وہ یہ ہے **فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم** تمہاری طرف سے عنقریب ہی نمٹ لیں گے اللہ تعالیٰ، اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں، جانتے ہیں“۔ (البقرۃ ۱۳۷)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے پوچھا جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو زخمی ہونے پر خون میں تڑپتے دیکھا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے خون میں لوٹنے کے وقت کیا فرمایا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے سنا تھا کہ یوں فرماتے تھے ”الٰہی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کر یعنی ان میں اتفاق عطا فرما“ یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے خدا تعالیٰ کی کہ اگر وہ دعا مانگتے کہ کبھی ان میں اتفاق نہ ہو تو قیامت تک اتفاق نہ ہوتا۔ (احیاء العلوم)

علاء بن فضیل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، تو آپ کے خزانہ کی تلاش شروع ہوئی، مکان میں ایک مقفل صندوق پایا گیا، اسے کھولا تو

اس میں ایک ڈبیا تھی، اسے کھولا تو ایک کاغذ برآمد ہوا جس میں لکھا تھا ''یہ عثمان کی وصیت ہے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، عثمان بن عفان شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، اور اللہ قیامت کے روز تمام قبر والوں کو اٹھائے گا اس میں کوئی شک نہیں، اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا، ہم اسی پر زندہ رہے اور اسی پر مریں گے، اور اسی پر اٹھیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ (منہاج القاصدین)

نماز جنازہ

جمعہ کے دن عصر کے وقت شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ دو دن تک لاش بے گور وکفن پڑی رہی، حرم رسول میں قیامت برپا تھی، باغیوں کی حکومت تھی، ان کے خوف سے کسی کو علانیہ دفن کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ سنیچر کا دن گزار کر رات کو چند آدمیوں نے ہتھیلی پر جان رکھ کر تجہیز و تکفین کی ہمت کی اور غسل دیئے بغیر اسی طرح خون آلود پیراہن میں شہید مظلوم کا جنازہ اٹھایا اور کل سترہ نے کابل سے مراکش تک کے فرماں روا کے جنازہ کی نماز پڑھی۔

مسند ابن حنبل میں ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اور ابن سعد میں ہے کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع کے پیچھے حش کوکب میں اس حلم و بردباری کے مجسمہ اور بیکسی اور مظلومی کے پیکر کو سپرد خاک کیا۔ بعد کو یہ مقام دیوار توڑ کر جنت البقیع میں داخل کر لیا گیا، آج بھی جنت البقیع کے سب سے آخر میں مزار مبارک موجود ہے۔

صحابہ کرام کا اظہار غم

صحابہ کرام اور عام مسلمانوں میں سے کوئی اس سانحہ عظمیٰ کے سننے کے لئے تیار نہ تھا اور کسی کو یہ وہم وگمان بھی نہ تھا کہ باغی اس حد تک جرأت کریں گے کہ امام وقت کے قتل کے مرتکب ہوں گے اور حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کریں گے، اس لئے جس نے اس کو سنا،

انگشت بدنداں رہ گیا۔

جولوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرز حکومت کے کسی قدر شاکی تھے، انہوں نے بھی اس بے کسی اور مظلومی کی موت پر آنسو بہائے۔ تمام لوگوں میں سناٹا چھا گیا، خود باغی بھی جن کی پیاس اس خون سے بجھ چکی تھی۔ اب مآل کار کو سوچ کر اپنی حرکت پر نادم تھے، لیکن دشمنوں نے اسلام کے لئے سازش کا جو جال بچھایا تھا، اس میں وہ کامیاب ہو چکے تھے۔ متحدہ اسلام، سنی، شیعہ، خارجی اور عثمانی مختلف حصوں میں بٹ گیا اور ایسا تفرقہ پڑا جو قیامت تک کے لئے قائم رہ گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد سے نکل کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف آ رہے تھے کہ راہ میں شہادت کی اطلاع ملی۔ یہ خبر سنتے ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا ''خداوندا! میں عثمان کے خون سے بری ہوں''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ نے کہا ''لوگو! اگر کوہ احد تمہاری اس بداعمالی کے سبب پھٹ کر تم پر گر پڑے تو بھی بجا ہے''۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جو صحابہ میں فتنہ وفساد کی پیشین گوئی کے سب سے بڑے حافظ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم اسرار تھے، فرمایا ''آہ! عثمان کے قتل سے اسلام میں وہ رخنہ پڑ گیا جو اب قیامت تک بند نہ ہوگا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ''اگر تمام خلقت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک ہوتی تو قوم لوط کی طرح آسمان سے اس پر پتھر برستے''

ثمامہ بن عدی رضی اللہ عنہ صحابی کو جو صنعائے یمن کے والی تھے، اس کی خبر پہنچی تو رو پڑے اور فرمایا ''افسوس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی جاتی رہی''۔

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ صحابی نے قسم کھائی کہ جب تک جیوں گا، ہنسی کا منہ نہ دیکھوں گا''۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ صحابی نے کہا ''آہ! آج عرب کی قوت کا خاتمہ ہو گیا''۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''عثمان مظلوم مارے گئے، خدا کی قسم ان کا نامۂ اعمال دھلے ہوئے کپڑے کی طرح پاک ہوگیا''۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار جاری تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ جب اس سانحہ کا ذکر آجاتا تو دھاڑیں مار مار کر روتے۔(یہ تمام الفاظ ابن سعد ج:۳، قسم اول ص:۵۵، ۵۶ میں مذکور ہیں، حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کا فقرہ صحیح بخاری باب اسلام سعید بن زید میں مذکور ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فقرہ مستدرک حاکم میں بسند صحیح نقل کیا ہے۔)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون سے رنگین کرتہ اور حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی کٹی ہوئی انگلیاں شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئیں۔ جب وہ کرتہ مجمع عام میں کھولا گیا اور انگلیاں لٹکائی گئیں تو ماتم برپا ہوگیا اور انتقام انتقام کی آوازیں آنے لگیں۔ (خلفائے راشدین ص:۲۱۱ تا ۲۱۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قتل کی سازش کے مرکزی کردار

واقعہ نہروان کے بعد چند خارجیوں نے حج کے موقع پر مجتمع ہوکر مسائل حاضرہ پر گفتگو شروع کی اور بحث ومباحثہ کے بعد بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ جب تک تین آدمی علی، معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم صفحہ ہستی پر موجود ہیں، دنیائے اسلام کو خانہ جنگیوں سے نجات نصیب نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ تین آدمی ان تینوں کے قتل کرنے کے لئے تیار ہوگئے، عبدالرحمٰن بن ملجم نے کہا کہ میں علی (رضی اللہ عنہ) کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں، اسی طرح نزال نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے قتل کا بیڑا اٹھایا اور تینوں اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔

کوفہ پہنچ کر ابن ملجم کے ارادہ کو قطام نامی ایک خوبصورت خارجی عورت نے اور زیادہ مستحکم کر دیا، اس مہم میں کامیاب ہونے کے بعد اس سے شادی کا وعدہ کیا اور جناب مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا خون اس کا مہر قرار دیا۔

غرض رمضان ۴۰ھ میں تینوں نے ایک ہی روز صبح کے وقت تینوں بزرگوں پر حملہ کیا۔ امیر معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اتفاقی طور پر بچ گئے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر وار اوچھا پڑا اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس دن امامت کے لئے نہیں آئے، ایک اور شخص ان کا قائم مقام ہوا اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے دھوکہ میں مارا گیا، لیکن جناب مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا پیمانہ حیات لبریز ہو چکا تھا، آپ اس سازش کا شکار ہو گئے۔

قاتلانہ حملہ

اصبغ حنظلی کہتے ہیں کہ جس صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ زخمی ہوئے اس روز آپ لیٹے ہوئے تھے۔ ابن تیاح فجر کے وقت آپ کے پاس آئے اور نماز فجر کے لئے عرض کیا، آپ نے تاخیر کی اور لیٹے رہے۔ دوبارہ وہ پھر آئے، پھر آپ نے دیر کی۔ جب وہ تیسری بار آئے تو آپ اٹھ کر چلے اور ایک قطعہ آپ کی زبان پر تھا، جس کا مضمون یہ تھا کہ (احیاء)

موت کی تیاری کر آئے گی وہ بے گمان

موت سے گھبرانا مت، جب ہو وہ تیری مہمان

چنانچہ آپ مسجد میں تشریف لائے اور ابن ملجم کو جگایا جو مسجد میں آ کر سو رہا تھا۔ جب آپ نے نماز شروع کی اور سر سجدہ میں اور دل راز و نیاز الٰہی میں مصروف تھا کہ اسی حالت میں شقی ابن ملجم نے تلوار کا نہایت کاری وار کیا۔ سر پر زخم آیا اور ابن ملجم کو لوگوں نے گرفتار کر لیا۔ (طبری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اتنے سخت زخمی ہوئے تھے کہ زندگی کی کوئی امید نہ تھی، اس لئے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بلا کر نہایت مفید نصائح کئے اور محمد بن حنفیہ کے

ساتھ لطف و مدارات کی تائید کی۔

جندب بن عبداللہ نے عرض کیا ''امیر المؤمنین آپ کے بعد ہم لوگ حسن کے ہاتھ پر بیعت کریں؟ فرمایا کہ ''اس کے متعلق میں کچھ کہنا نہیں چاہتا، تم لوگ خود اس کو طے کرو''۔

اس کے بعد مختلف وصیتیں کیں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے غسل کی وصیت کی اور فرمایا ''کفن قیمتی نہ ہو، کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا ''کفن مہنگا نہ لیا کرو، کہ وہ جلدی ہی گل سڑ جائے گا، مجھے درمیانی چال لے کر چلنا، نہ تو بہت جلدی اور نہ دیر کر کے، اگر بھلائی ہوگی تو مجھے اس کی طرف جلدی لے چلو گے، اور اگر برائی ہوگی تو اپنے کندھوں سے مجھے جلدی اتار دو گے۔'' (طبری)

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تلوار کی ضرب لگی تو آپ نے پوچھا کہ ''میرے قاتل کا کیا بنا؟'' لوگوں نے کہا اسے پکڑ لیا ہے، تو فرمایا ''اسے میرا کھانا کھلاؤ، میرا پانی پلاؤ، اگر میں زندہ رہا تو خود فیصلہ کرلوں گا اور اگر شہید ہو گیا تو اسے تلوار کی صرف ایک ضرب لگانا، زیادہ نہ لگانا''۔ (منہاج القاصدین)

تلوار زہر میں بجھی ہوئی تھی اس لئے نہایت تیزی کے ساتھ اس کا اثر تمام جسم میں سرایت کر گیا اور اسی روز یعنی ۲۰ رمضان ۴۰ھ جمعہ کی رات کو یہ فضل و کمال اور رشد و ہدایت کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خود اپنے ہاتھ سے تجہیز و تکفین کی، نماز جنازہ میں چار تکبیروں کے بجائے پانچ تکبیریں کہیں اور غریٰ نامی کوفہ کے ایک قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ (خلفائے راشدین ص: ۲۹۰ تا ۲۹۱)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت قریب تھا، ان کی بیوی کہہ رہی تھیں ''واحزناہ ہائے افسوس! تم جا رہے ہو'' اور وہ کہہ رہے تھے ''وَاطَربَاہ غداً نَلْقَى الْأَحِبَّةَ، مُحَمَّداً وَحِزْبَه'' کیسے مزے کی بات ہے؟ کیسے لطف کی بات ہے؟ کل دوستوں سے ملیں گے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں گے، ان کے ساتھیوں سے ملیں گے۔ (فضائل صدقات ص:۴۷۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو فرمایا ''باہر نکل کر دیکھو، صبح ہوئی یا نہیں؟'' ان کو بتایا گیا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی۔

کئی دفعہ ایسا ہوا تو پھر آپ کو بتایا گیا کہ اب صبح ہوگئی ہے، تو آپ نے فرمایا ''موت کو مرحبا، غائب زیارت کو آیا، دوست ضرورت کے وقت آیا، اے اللہ میں تجھ سے ڈرا کرتا تھا اور آج میں تجھ سے امید رکھتا ہوں، یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں دنیا میں زیادہ دن رہنا چاہتا تھا مگر نہ اس وجہ سے کہ مجھے دنیا سے محبت تھی نہ اس وجہ سے کہ یہاں نہریں اور باغ لگاؤں بلکہ اس وجہ سے چاہتا تھا کہ گرمیوں کے دوپہر میں روزہ کی پیاس کا لطف اٹھاؤں اور (دین کے لئے) مشقت میں اوقات گزاروں اور تیرے ذکر کے حلقوں میں شریک ہوا کروں۔'' (فضائل صدقات ص:۴۷۲)

جب آپ پر جان کنی کی شدت ہوئی اور تکلیف بڑھی تو جب آپ بے ہوشی سے افاقہ پاتے تو اپنی آنکھیں کھول دیتے تھے اور فرماتے تھے ''الٰہی تو جتنا چاہے میرا گلا گھونٹ لے، قسم ہے تیری عزت کی، میرا دل تجھ سے محبت رکھتا ہے۔ (احیاء العلوم ص:۸۷٦ ج:۴)

عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تین سال کے بعد خواب میں ایک چت کبرے گھوڑے پر سوار دیکھا، پیچھے کچھ سفید آدمی ہیں جو سبز

کپڑوں میں ملبوس چت کبرے گھوڑوں پر سوار ہیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں ''کاش میری بخشش کی اور عزت واحترام کی لوگوں کو بھی خبر ہو جائے'' پھر اپنے دائیں بائیں دیکھ کر فرماتے ہیں ''اے ابن رواحہ!، اے ابن مظعون!،أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَأَوْرَثَنَا الْجَنَّةَ الخ ــ (ترجمہ) تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور ہمیں اس سرزمین (جنت) کا وارث بنایا، ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں آرام سے رہتے سہتے ہیں، عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا صلہ ہے'' پھر مجھ سے مصافحہ کیا اور سلام کیا۔ (کتاب الروح لابن القیم ص:١٧)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا کہ ''میرا اونی جبہ لاؤ''۔ وہ لایا گیا جو بہت پرانا بوسیدہ تھا۔ فرمایا ''مجھے اس میں کفن دینا، بدر کی لڑائی میں یہی جبہ میرے اوپر تھا''۔ (فضائل صدقات ص:٤٨٠)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما جو اپنے والد سے پہلے اسلام لائے، اور ان کے والد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، اپنے بیٹے عبداللہ سے تیرہ سال بڑے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی لکھنے کی انہوں نے اجازت لی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کی اجازت دی تھی۔

آپ کی وفات طائف میں ہے، سن ٥٥ ہجری میں۔ ایک قول یہ ہے کہ مصر میں سن ٦٥ ہجری میں آپ کی وفات ہے۔

آپ نے وفات سے پہلے ایک شخص کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اُن کو بلاؤ۔ چونکہ میں نے اُن سے میری بیٹی کے بارے میں ایک بات کہی تھی جو وعدہ کی طرح ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ ایک

تہائی نفاق کو لے کر میں اللہ عزوجل سے ملاقات کروں۔تو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اُس کا میری بیٹی سے نکاح کردیا۔(ابن ابی دنیا)

جس حدیث کے متعلق نفاق کا اُنہیں ڈر تھا، وہ یہ حدیث ہے آیةُ الْـمُـنَـافِـقِ ثَلاث اِذا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَ اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَ اِذَا اؤتُمِنَ خَانَ۔ متفق علیہ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ

عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے والی بھی رہے ہیں۔اور مصر میں سن ۵۸ ہجری میں آپ کی وفات ہے۔

طبرانی کی روایت ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہ آپ کی وفات کا وقت جب قریب ہوا، تو ارشاد فرمایا کہ ، يـا بَـنِـيَّ اِنِّـيُ اَنُهَـاكُـمُ عَـنُ ثَلاثَ، فاحْتَفِظُوْا بِهَا، لاَ تَـقْبَلُوا الْحَدِيْث عَنُ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلاَّ مِنُ ثِقَة، وَلاتَدَيَّنُوا وَلَوُ لَبِسْتُـمُ الْـعَبَـاء ،وَ لاَ تَكْتُبُوْا شِعْرًاتَشْغَلُوا بِه قُلُوْبَكُمْ عَنِ الْقُرآن ، یہ فرمایا اور اس کے بعد وفات ہوگئی۔رحمہ اللّٰہ و رضی اللّٰہ عنہ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر والے سال اسلام لائے ،اور بصرہ منتقل ہوکر، وفات تک بصرہ میں مقیم رہے، یہاں تک کہ سن ۵۲ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ایک روایت میں آپ کی وفات سن ۵۳ ہجری میں ہے۔فقہائے صحابہ کرام میں تھے۔

آپ کی وفات کے وقت ارشاد فرمانے لگے، اِذَا اَنَـا مِتُّ ، فَشُدُّوْا عَلیٰ بَطْنِیْ عِمَامَةً وَ اِذَا رَجَعْتُمْ فَانْحَرُوْا وَ اَطْعِمُوْا۔(طبرانی)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ

ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی وفات کے وقت ارشاد فرمارہے تھے:

یاَ سَامِعَ الْاَشْعَرِیّیْن ، لِیُبَلِّغِ الشّاھِدُ مِنکُمُ الْغَائِبَ، اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْل اللّٰہ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلم یَقُوْل حُلْوَۃُ الدُّنْیَا مُرَّۃُ الْآخِرَۃ، وَ مُرَّۃُ الدُّنْیَا حُلْوَۃُ الْآخِرَۃ ،
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا کی حلاوت کڑوی آخرت کا سبب بنے گی، اور دنیا کو کڑوی سمجھو گے، اور کڑوی رکھو گے، تو آخرت کی حلاوت نصیب ہوگی۔ (احمد، طبرانی)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کی وفات سن ۵۰، یا ۵۳ ہجری میں ہے، جب کہ آپ کی عمر ۷۷ برس تھی اس کے بعد کہ آپ کی بینائی چلی گئی تھی۔

وفات کے وقت اِم مبشر ان سے فرمانے لگی کہ میرے بیٹے کو میری طرف سے سلام کہنا، حالانکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شہید ہو چکے تھے۔ تو انہوں نے ام مبشر سے عرض کیا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث آپ نے نہیں سنی؟ کہ ارشاد فرمایا کہ، **رُوْحُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ**، کہ مؤمن کی روح جنت کے درختوں میں اڑتی رہتی ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ مبعوث ہوگی۔ تو وہ عرض کرنے لگی کیوں نہیں، لیکن میں بھول گئی تھی۔ (طبرانی)

اور ایک روایت میں ہے کہ **نَسَمَۃُ الْمُؤمِنُ فِیْ طَیْرٍ خُضْرٍ تَأْکُلُ مِنْ ثَمَرِ الْجَنَّۃِ**، کہ مؤمن کی روح سبز پرندوں میں رہتی ہے اور ثمارِ جنت سے کھاتی رہتی ہے۔

حضرت عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عمرو بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو رہا تھا میں ان کے پاس گیا، وہ نزع کی حالت میں تھے۔ فرمانے لگے کہ میں تمہیں چلتے چلتے ایک

حدیث سنا تا جاؤں، جو مجھے میری بہن ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سنائی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے واسطے (یعنی اخلاص سے) بارہ رکعت چاشت کی نماز روزانہ پڑھتا رہے حق تعالیٰ شانہ اس کے لئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں۔ (یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور دین کی اشاعت کا جذبہ تھا کہ موت بھی مانع نہ ہوئی) ۔ (فضائل صدقات ص: ۴۷۸)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے۔ کسی نے کہا کہ رونے کی کیا بات ہے؟ تم جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملو گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس حال میں ہوا کہ وہ تم سے راضی تھے۔

فرمانے لگے کہ ''میں موت کے ڈر سے رو رہا ہوں، نہ دنیا کے چھوٹنے سے، بلکہ میں تو اس لئے رو رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک عہد لیا تھا کہ دنیا سے انتفاع ہمارا صرف اتنا ہو جتنا مسافر کا توشہ، میں اس عہد کو پورا نہ کر سکا''۔

لیکن جب وصال پر ان کے گھر کا سامان دیکھا گیا تو وہ دس درہم سے کچھ زائد تھا۔ یہ تھی وہ کل کائنات جس زیادتی پر وہ رو رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے تھوڑا سا مشک منگوایا اور بیوی سے فرمایا کہ ''اس کو بھگو کر میرے بستر پر چھڑک دو، میرے پاس ایک ایسی جماعت آ رہی ہے جو نہ انسان ہیں نہ جن'' (فضائل صدقات ص: ۴۷۲)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن صحابہ کرام میں سے ہیں کہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی مدح فرمائی ہے۔ ارشاد ہے کہ جنت تین کی مشتاق ہے: حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالی عنہم کے اسماء گرامی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گنوائے۔ (ترمذی، حاکم)

حبیب ابن حسن فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان کی وفات کا وقت قریب ہوا، تو رو رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات اور فتوحات میں شریک رہے، آپ کیوں رو رہے ہیں؟

فرمانے لگے کہ نہ میں موت کی گھبراہٹ کی وجہ سے رو رہا ہوں، اور نہ دنیا کی حرص کی وجہ سے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عہد کو یاد کر کے میں رو رہا ہوں کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا، لِيَكُنْ بَلاغُ اَحَدِكُمْ كَزَادِ الرَّاكِب کہ تم میں سے کسی ایک کا توشہ اتنا ہی ہونا چاہئے جتنا کہ ایک سوار اپنے ساتھ زندگی کا توشہ رکھتا ہے۔ اور یہ اس پر فرما رہے تھے کہ وفات کے بعد آپ کے سامان کا حساب کیا گیا، تو اس کی کل قیمت بیس دراہم تھی۔

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ فتح جلولاء میں مشک کی ایک تھیلی آپ کے ہاتھ لگی، اپنی بیوی کے پاس اُس کو محفوظ رکھوا دیا تھا۔ وفات کے وقت فرمانے لگے کہ اسے لاؤ اور پانی میں ڈال کر وہ پانی میرے بستر کے چاروں طرف چھڑک دو، اس لئے کہ میرے پاس ایسے مہمان آ رہے ہیں جو نہ انسان ہیں نہ جنات ہیں اور نہ اُنہیں کھانے کی حاجت ہے، تو اُن کے لئے میں یہ خوشبو چھڑک رہا ہوں کہ کم از کم وہ اس کی خوشبو تو پائیں۔

اور اپنی اہلیہ بُقیرہ سے فرمایا کہ ہمارے بالا خانہ کے چاروں دروازے کھول دو کہ آج میرے پاس مہمان آنے والے ہیں، معلوم نہیں کونسے دروازے سے وہ داخل ہوں۔ پھر مشک والے پانی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اُس کو میرے بستر کے چاروں طرف چھڑک دو۔ پھر تم بالا خانہ سے نیچے اُتر جاؤ، تھوڑی دیر کے بعد پھر واپس اوپر آ جانا۔ تو تم مجھے میرے بستر پر دیکھو گی۔

بُقیرہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا، تو جب میں نے اُوپر چڑھ کر دیکھا، تو آپ کی روح قبض ہو چکی تھی اور ایسے معلوم ہو رہے تھے جس طرح کہ اپنے بستر پر سوئے ہوئے ہوں۔ (ابن سعد)

معمرین صحابۂ کرام میں آپ کا شمار ہے اور سن ۳۲ ہجری میں آپ کی وفات بتائی گئی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خدام میں سے ہیں، صاحب النَّعْلَيْن و الوِسَادَة و السِّوَاک۔

آپ کے مرض الوفات میں حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے پہنچے، پوچھا کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے گناہوں کا ڈر ستا رہا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کسی چیز کی خواہش؟

عرض کیا کہ رَحْمَةَ رَبِّیْ. مجھے میرے رب کی رحمت چاہئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ آپ نے اپنا وظیفہ کئی سال سے بیت المال سے نہیں لیا۔ وہ آپ کو دے دیا جائے؟

عرض کیا کہ لا حَاجَةَ لِیْ بِه، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں کے کام آئے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کو میری بیٹیوں کے بارے میں فقر کا ڈر ہے؟ میں نے تو انہیں حکم دے رکھا ہے، کہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کریں، کیوں کہ سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول مَنْ قَرَءَ الْوَاقِعَةَ کُلَّ لَیْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا۔ کہ جو ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے تو کبھی بھی اسے فاقہ نہیں پہنچے گا۔

ابھی رات نہیں ہوئی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ذکر کرتے کرتے واصل بحق ہو گئے۔ (اصابہ، استیعاب، اسد الغابہ، تذکرۃ الحفاظ)

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب شہید کیا گیا، تو مشرکین نے چاہا کہ آپ کا

سر کاٹ کر لے جائیں۔ اور سلافہ جس نے آپ کی سر کی ہڈی میں، کھوپڑی میں شراب پینے کی نذر مانی ہے، اسے لے جا کر بیچ دیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سے آپ کے سر کی حفاظت فرمائی کہ بھڑ یا شہد مکھی کے چھتہ نے مشرکین کو آپ کے قریب آنے نہیں دیا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم رات کے وقت جب یہ چلی جائیں گی، تو آپ کا سر لے جائیں گے۔ ان کے آنے سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے وادی کو حکم دیا، پانی سے بھر گئی، اور سیلاب اور پانی حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے سر کو بہا کر لے گیا۔

کیوں کہ حضرت عاصم نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر رکھا تھا کہ، ان **لا يَمَسَّ مُشْرِكاً وَ لَا يَمَسُّهُ مُشْرِكٌ،** کہ الٰہی! کہ نہ میں کسی مشرک کو ہاتھ لگاؤں اور نہ کوئی مشرک میرے جسم کو زندگی بھر کبھی ہاتھ لگائے۔ انہوں نے اپنا عہد پورا کیا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی اپنا عہد پورا فرمایا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جنگِ اُحد سے پہلے پیش کیا گیا، اُس وقت میری عمر تیرہ برس تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے ابا جان میری قوت اور جلادت اور جسم کی مضبوطی کی تعریف فرما کر مجھے پیش کر رہے تھے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اچھی طرح اوپر سے نیچے تک ملاحظہ فرمایا اور مجھے شرکت کی اجازت نہیں دی۔ فرمایا کہ انہیں واپس لے جاؤ۔

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُحد سے واپسی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف نظرِ کرم فرمائی، اور فرمایا سعد ابن مالک! میں نے عرض کیا کہ جی ہاں یا رسول اللہ!

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا اور میں نے آپ کے گھٹنے مبارک کو بوسہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعزیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ **آجَرَكَ اللّٰهُ فِي أَبِيْكَ**، اللہ

تبارک وتعالی نے آپ کے ابا کو لے لیا، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اجر دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ غزوات میں شرکت فرمائی، اور سن ۷۴ ہجری میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئے جب کہ عمر شریف ۸۴ برس کی تھی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات کے وقت نئے کپڑے منگوائے، وہ پہنے اور پھر حدیث سنائی، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الْمَیِّتَ یُبْعَثُ فِی ثِیَابِہ الَّتِیْ یَمُوْتُ فِیْھا ، کہ جن کپڑوں میں کسی انسان کی موت ہوتی ہے، تو انہی کپڑوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ بعث کے وقت قبروں سے اسے اُٹھائیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ظاہر حدیث پر عمل کی نیت سے یہ وصیت فرمائی کہ نئے کپڑے آپ نے منگوا کر پہنے، یا اس بناء پر کہ تحسینِ کفن کی متعدد روایات آپ صلی اللہ علیہ سے مروی ہیں، اُس پر عمل کی نیت ہوگی ورنہ یُبْعَثُ فِی ثِیَابِہِ الَّذِیْ یَمُوْتُ فِیْھَا کی تفسیر انہیں بھی معلوم ہوگی، کہ اس سے مراد انسان کا اپنا عمل ہے، کہ اکثر مفسرین وَ ثِیَابَکَ فَطَھِّرْ کی تفسیر میں بھی فرماتے ہیں کہ وَعَمَلَکَ. کہ اس سے مراد انسان کا اپنا عمل ہے، ورنہ حشر کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ یُحْشَرُ النَّاسُ حُفَاۃً، عُرَاۃً ، کہ ننگے پیر، ننگے بدن انسانوں کا حشر ہوگا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام صحابۂ کرام میں سے ہیں اور کوفہ کے فتح کے بعد آپ کو حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کا والی مقرر فرمایا تھا۔ پھر قصۂ تحکیم کے بعد اس کے صدمہ میں آپ کوفہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ منتقل ہوگئے، اور ایک روایت کے مطابق آپ کی مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی اور وہیں دفن ہوئے، اگرچہ ایک روایت کوفہ میں انتقال کی بھی ملتی

ہے۔

آپ نے وفات کے وقت بیٹوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ روٹی والے کا قصہ یاد کرو کہ ایک عابد اپنی عبادت گاہ میں عبادت میں ستر سال مصروف رہا۔ شیطان ، ابلیس کسی عورت کی شکل میں نمودار ہوا، تو یہ راہب، سات راتیں اس کے ساتھ اس نے گذاری، پھر اسے تنبہ ہوا اور توبہ نصیب ہوئی، تو اپنی عبادت گاہ سے تائب ہو کر نکلا اور مسکینوں کے ساتھ رہنے لگا، اور ان مسکینوں کو ایک روٹی صدقہ کی، اور صبح اُس راہب کا انتقال ہو گیا۔

حق تعالیٰ شانہ کے یہاں ستر برس کا وزن کیا گیا ان سات راتوں کے ساتھ، تو یہ سات راتیں ستر برس کی عبادت پر بھاری رہیں، پھر ایک روٹی کا وزن کیا گیا ان سات راتوں کے ساتھ، تو روٹی والا پلڑا بھاری رہا۔ (جامع العلوم والحکم)

وفات کے وقت اپنے بیٹوں اور خدام کو نصیحت فرمائی اور حکم دیا کہ تم جا کر میری قبر کھودو، بہت گہری اور وسیع کھودو۔

انہوں نے تعمیلِ ارشاد کی آ کر اطلاع دی، تو فرمانے لگے کہ یہ قبر دو حال سے خالی نہیں، یا تو یہ قبر میرے اوپر وسیع کر دی جائے گی، کہ اس کا ہر زاویہ چالیس ذراع ہوگا، پھر جنت کی طرف، ایک دروازہ میرے لئے کھول دیا جائے گا، تو وہاں میری بیویوں کو اور میرے مکانات کو میں دیکھتا رہوں گا، اور جو نعمتیں اللہ نے میرے لئے جنت میں تیار فرمائی ہیں ان کا نظارہ کرتا رہوں گا، اور وہاں کی خوشبویں مجھے بعث تک پہنچتی رہیں گی،

لیکن اگر کوئی دوسری بات ہوگئی، نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا، تو یہ قبر نیزے کی نوک کی نلکی سے زیادہ تنگ کر دی جائے گی، اور جہنم کی طرف دروازہ کھول دیا جائے گا اور وہاں سے میرے لئے جو زنجیریں اور طوق تیار کئے گئے اُن کو میں دیکھتا رہوں گا اور جہنم کے اپنے ساتھیوں کو دیکھتا رہوں گا، اور وہاں کی دھویں، لپٹیں جہنم کی آگ کی قبر میں بھی پہنچتی رہیں گی، بعث تک یہ حال رہے گا۔

آپ کی وفات سن ۵۲ یا ۴۲ ہجری میں بتائی گئی ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقباء صحابہ کرام میں سے ہیں، اور عقبہ اولیٰ، ثانیہ اور ثالثہ تینوں میں آپ کی شرکت رہی۔ اور تمام غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے دورِ خلافت میں آپ کو شام کا قاضی اور معلم بنا کر بھیجا اور وہاں حمص میں مقیم رہے، پھر فلسطین منتقل ہوئے اور رملہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

ایک روایت میں آپ کی وفات بیت المقدس میں سن ۳۴ ہجری میں بتائی گئی ہے، جب کہ آپ کی عمر شریف ۷۲ برس تھی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ امارت میں آپ کی وفات ہوئی۔

ولید بن عبادہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے ابا نے وفات سے کچھ پہلے بلا کر حدیث سنائی کہ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ فَقَالَ اُكْتُبْ ، قَالَ يَا رَبِّ وَ مَا اَنَا اَكْتُبُ ؟قَالَ اُكْتُبِ الْقَدْرَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ اِلَى الْاَبَدِ ۔ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا اور اسے حکم ہوا کہ لکھ۔ قلم پوچھتا ہے الٰہی، میں کیا لکھوں؟ فرمایا کہ تقدیر کو لکھو اور ازل سے ابد تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب لکھ لو۔ (ابن ابی حاتم، احمد، ترمذی)

عطاء ابن ابی رباح سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ کے صاحبزادہ ولید سے پوچھا کہ آپ کے ابا نے کیا وصیت فرمائی؟

ولید کہنے لگے کہ مجھے بلا کر ارشاد فرمایا کہ، يَا بُنَيَّ اِتَّقِ اللّٰه! کہ اے میرے بیٹے اللہ کے تقوے کا خیال رکھو اور یہ جان لو یقین کے ساتھ کہ تقویٰ کو نہ تم پہنچ سکتے ہو اور علم کو نہ تم پہنچ سکتے ہو جب تک کہ تمہارا اللہ کی ذاتِ واحد پر ایمان نہ ہو، اور تقدیر کے خیر اور شر پر تمہارا ایمان نہ ہو،

وہاں تک نہ تمہیں تقویٰ ملا اور نہ تمہیں علم ملا۔

پوچھا کہ خیر اور شر کی تقدیر پر میں ایمان کیسے لاؤں؟ اس کا کیا مطلب؟

ارشاد فرمایا کہ یقین کے ساتھ یہ جان لو کہ جو آپ کو پہنچا ہے وہ کبھی آپ سے خطاء نہیں کر سکتا تھا، اور جو آپ کو نہیں پہنچ سکا وہ کبھی آپ کو پہنچ نہیں سکتا تھا، اس کا نام تقدیر ہے۔ اگر اس کے علاوہ پر تمہاری موت ہوئی تو جہنم رسید ہو سکتے ہو۔ **فَاِنْ مِتَّ عَلیٰ غَیْرِ هٰذا دَخَلْتَ النَّارَ** ۔

پھر یہ حدیث سنائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ فقال اُكْتُبْ ، قَالَ يَا رَبِّ وَ مَا اَنَا اَكْتُبُ ؟قَالَ اُكْتُبِ الْقَدْرَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ اِلَى الْاَبَد .**

صنابحی کہتے ہیں کہ جب حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہونے لگا تو میں ان کے پاس تھا۔ مجھے رونا آ گیا، فرمانے لگے ''تو کیوں روتا ہے؟ خدا کی قسم! اگر قیامت میں مجھ سے گواہی طلب کی گئی تو میں تیرے لئے بہتر گواہی دوں گا اور مجھے سفارش کی اجازت ملی تو تیرے لئے سفارش کروں گا، اور جہاں تک مجھے قدرت ہوگی، تجھے نفع پہنچاؤں گا۔''

اس کے بعد فرمایا کہ ''میں نے جتنی حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں اور تمہارے نفع کی تھیں وہ سب تمہیں پہنچا چکا ہوں، ایک حدیث کے علاوہ جو اس وقت سناتا ہوں جب کہ میں اس جہاں سے جا رہا ہوں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے جہنم کی آگ اس پر حرام ہے۔'' (فضائل صدقات ص: ۴۷۷)

حضرت عبد اللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا، نزع کی حالت تھی، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کے پاس گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ ''دیکھو میرے یہ دونوں بھائی روزہ سے ہیں، ایسا نہ ہو کہ ان

کے کھانے میں میری موت کی وجہ سے دیر لگے اور روزہ افطار کرنے میں تاخیر ہو جائے‘‘
عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ’’اگر تجھے اکرام وسخاوت سے کوئی چیز روک سکتی تھی تو نزع کی تکلیف روک سکتی تھی، مگر یہ بھی تیرے لئے مانع نہ ہوئی‘‘ اس حال میں ان کا انتقال ہوا کہ مہمانوں کے سامنے کھانا رکھا ہوا تھا۔ (فضائل صدقات ص: ۴۷۸)

حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی کا جب انتقال ہونے لگا تو گھر والوں نے رونا شروع کیا، تو فرمانے لگے ’’ایسے شخص کو مت روؤ، جس نے اسلام لانے کے بعد سے نہ زبان سے کبھی کوئی خطا کا لفظ نکالا، نہ بدن سے کبھی کوئی خطا کی حرکت کی‘‘۔ (یعنی ایسے شخص کی موت تو اس کے لئے مسرت ہی مسرت ہے) (فضائل صدقات ص: ۴۷۷)

حضرت عکرمہ اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔
جنگ یرموک میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے شجاعت کے جوہر دکھائے۔ جب ایک مرتبہ مسلمانوں پر سخت وقت آپڑا، تو اپنے عمدہ گھوڑے سے نیچے اتر گئے، پیدل چلتے ہوئے نیام کو توڑ کر پھینک دیا، تلوار سونت لی، اور رومیوں کے صفوف کے اندر تک پہنچ گئے۔
خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکار رہے ہیں، کہ **لَا تَفْعَلْ يَا عِكْرِمَةُ** کہ ایسا نہ کرو۔ **فَإِنَّ قَتْلَكَ سَيَكُوْنُ شَدِيْدًا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ**، کہ اگر آپ شہید ہو گئے، تو آپ کی شہادت مسلمانوں پر بہت گراں گذرے گی۔
عرض کیا کہ، **إِلَيْكَ عَنِّيْ يَا خَالِد**، خالد مجھ سے آپ دور رہئے، آپ کو معلوم ہے کہ میں اور میرا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت مخالفین میں سے رہے ہیں، **فَدَعْنِيْ أُكَفِّرْ**

عَمَّا سَلَفَ مِنِّیْ ،تو مجھے چھوڑ دیجئے کہ اُس کی آج میں کچھ تلافی کرسکوں۔ میں نے بہت سی جنگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قتال کیا،اور میں آج ان رومیوں سے بھاگ جاؤں، ایسا کبھی نہیں ہوگا۔

پھر آپ نے آواز دی مَن یُّبَایِعُ عَلَی الْمَوْتِ؟ کون مجھ سے موت پر بیعت کرتا ہے؟ تو حارث ابن ہشام رضی اللہ عنہ،ضرار ابن ازور رضی اللہ عنہ، چارسو مسلمانوں نے آپ سے موت پر بیعت کی، اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمہ کے پاس دنیا کی عظیم تر جنگ لڑی گئی اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

یرموک کی لڑائی میں صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت نے پانی کے موجود ہوتے ہوئے اس وجہ سے پیاسے جان دے دی کہ جب ان کے قریب پانی پہنچا تو کسی دوسرے نے ''آہ'' کردی اوراس نے بجائے اپنے پینے کے دوسرے کی طرف پانی لے جانے کا اشارہ کردیا۔

تین مسلمان مجاہدین زخمی پڑے ہوئے تھے، حارث بن ہشام، عیاش ابن ابی ربیعۃ اور عکرمہ ابن ابی جہل رضی اللہ عنہم ۔حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے پینے کے لئے پانی مانگا، پانی پیش کیا گیا،تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں،تو حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے پانی لانے والے سے کوئی اشارہ کیا کہ عکرمہ کو پہلے پلاؤ۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پانی پہنچا،تو اتنے میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ دیکھتے ہیں کہ عیاش ابن ابی ربیعۃ رضی اللہ عنہ پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ پہلے اِن کو پلاؤ۔ جب حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو وہ واصل بحق ہو چکے تھے۔لوٹ کر، پلٹ کر دیکھا باقی دونوں ساتھیوں کی طرف،تو وہ بھی اللہ کی رحمت میں پہنچ چکے تھے،سَقَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِ الْکَوْثَرِ شَرْبَةً لایَظْمَأونَ بَعْدَهَا. (اصابہ)

اصحاب مغازی نے لکھا ہے کہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل، سہیل بن عمرو، سہل بن حارث،

حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم اور قبیلہ مغیرہ کی ایک جماعت نے اسی طرح پیاسے دم توڑا کہ ان کے پاس پانی لایا جاتا تھا اور یہ دوسرے کی طرف اشارہ کر دیتے تھے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پانی لایا گیا تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمادیا کہ ''پہلے سہیل کو پلادو۔'' جب ان کے پاس لے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت سہل بن حارث رضی اللہ عنہ پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمادیا کہ ''پہلے سہل کو پلادو'' غرض ان سب حضرات نے پیاسے ہی جان دے دی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کی نعشوں پر گزرے، تو فرمانے لگے کہ تم پر میری جان قربان ہوجائے۔ (تم سے اس وقت بھی ایثار نہ چھوٹا)

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ کے دارِ ارقم میں داخلہ سے قبل اسلام لے آچکے تھے، اور پھر ہجرت فرمائی۔ شرکاء بدر میں شامل ہونے کی سعادت مقدر ہوئی اور اس کے بعد کئی غزوات میں شریک رہے۔ اور کوفہ کے فتح کے بعد وہاں منتقل ہو گئے تھے۔ اور وہیں پر آپ کی وفات ہوئی۔ سن ۳۷ ہجری میں ۷۳ برس کی عمر میں آپ کی وفات ہے۔

یہ بھی کہا گیا کہ اِنَّهُ اَوَّل مَنْ مَاتَ بِالْكُوْفَةِ مِنَ الصَّحَابَة۔ کہ کوفہ میں فوت ہونے والے صحابۂ کرام میں سب سے پہلے حضرت خباب ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

آپ کے پاس مالِ غنیمت کے حصہ میں سے جو آتا، اسے گھر کے ایک کونہ میں رکھ لیا جاتا، اور ذوی الحاجات اور فقراء کو اجازت ہوتی تھی، کہ جب، جتنا چاہے، جس وقت چاہے، اس میں سے لے لے۔ پھر بھی اس مال کے محاسبہ سے خائف رہتے تھے۔

مرض الوفات میں اس مال کو یاد کر کے روتے رہتے تھے کہ اِنَّ اَصْحَابِیْ قَدْ مَضَوْا وَ لَمْ یَنَالُوْا مِنْ اُجُوْرِھِمْ فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا شَیْئًا کہ میرے ساتھی دنیا سے اس حال میں چلے گئے کہ انہوں نے دنیا میں کوئی اجر نہیں پایا۔ اور اُن کے برعکس مجھے یہ مال ملا، تو مجھے ڈر ہے کہ اس مال کا محاسبہ نہ ہو۔ اس مال کی وجہ سے مجھے خوف رہتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کی تدفین کے بعد آپ کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ رَحِمَ اللّٰہُ خَبَّابًا ، فَلَقَدْ اَسْلَمَ رَاغِبًا، وَ ھَاجَرَ طَائِعًا وَ عَاشَ مُجَاھِدًا، وَ لَنْ یُضَیِّعَ اللّٰہُ أجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلاً ۔ (اصابہ، اسد الغابہ، استیعاب، تہذیب التہذیب، حلیۃ الاولیاء)

حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابہ کرام میں سے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوات کے اسفار کے موقعہ پر تقریباً تیرہ مرتبہ مدینہ منورہ میں اُنہیں اپنا خلیفہ بنایا۔

یہ نابینا تھے ، اس کے باوجود جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عظیم الشان لشکر قادسیہ کو تیار کر کے بھیجا، تو اُس میں حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے، اور زرہ اور اسلحہ سے اپنے جسم کو سجا کر مسلمان فوج کا جھنڈا اتھامے ہوئے تھے۔

کئی دن تک سخت ترین جنگ جاری رہی۔ ایسی جنگ روئے زمین پر شاید ہی دیکھی گئی ہو۔ جب جنگ ختم ہوئی اور مسلمانوں کی فتح کا اعلان ہوا، تو اس وقت دیکھا گیا کہ حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی جھنڈے کو تھامے ہوئے، بغل میں دبائے ہوئے شہید پڑے ہوئے ہیں۔ (اصابہ، طبقات کبری، صفۃ الصفوۃ، ذیل المذیل)

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کی مدینہ منورہ ہجرت کے بعد، سب سے

پہلے آپ کی مہاجرین میں ولادت ہوئی۔آپ کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر پہنچیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحنیک فرمائی اور برکت کی دعا فرمائی۔

حجّاج نے آپ کو سن ۷۳ ہجری میں شہید کیا۔اور آپ کی شہادت کا قصہ حیات الصحابیات میں تفصیل سے مذکور ہے کہ چند ساعت پہلے اپنی والدہ ماجدہ، جو نابینا ہو چکی تھیں، اُن کی خدمت میں پہنچے۔سلام عرض کیا۔

والدہ نے پوچھا کہ ایسی سخت گھڑی میں آپ یہاں میرے پاس کیوں آئے؟ عرض کیا مشورہ کرنا تھا۔

پوچھا کس چیز کا مشورہ؟ عرض کیا کہ میرے ساتھی بہت تھوڑے رہ گئے ہیں، چند گھڑی وہ مقابلہ میں ٹھہر سکیں گے، اور بنی امیہ کی طرف سے قاصد مسلسل میرے پاس آرہے ہیں کہ ہتھیار پھینک دو، اور جتنی دنیا چاہو ہم سے لے لو۔

گرج دار آواز کے ساتھ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو، تو جس طرح تیرے جھنڈے کے نیچے تیرے ساتھیوں نے جامِ شہادت نوش کیا، تو اُن کا تمہیں اتباع کرنا چاہیئے۔لیکن اگر تم نے دنیا کا ارادہ کیا، تو اپنی دنیا و عاقبت برباد کرو گے اور اپنے ساتھیوں کی بھی برباد کرو گے۔

عرض کیا کہ آج میں ضرور قتل ہو جاؤں گا۔تو ماں نے فرمایا بیٹا! تجھے قتل کر کے بنو امیہ والے تیرے سر سے کھیلیں اور اسے گیند بنائیں، یہ اپنے آپ کو اُن کے سپرد، حجاج کے سپرد کرنے سے بہتر ہے۔

اس سے خوش ہو کر فرمانے لگے کہ کتنی بابرکت، کتنی عظیم الشان ماں مجھے ملی، یہی کلمات میں آپ کی زبان مبارک سے سننے کے لئے حاضر ہوا تھا، اور میرا اللہ جانتا ہے کہ نہ میں کمزور ہوں، اور نہ میرے عزم میں کوئی کمی آئی۔اب میں جو ماں تجھے پسند ہے اس کی طرف میں جا رہا ہوں،

اور جب میری شہادت کی خبر پہنچے تو افسوس ہر گز نہ کرنا اور اللہ کے سپرد کر دینا۔

ماں نے اس پر شکرادا کیا، کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَکَ عَلیٰ مَا یُحِبُّ وَ اُحِبُّ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَکَ عَلیٰ مَا یُحِبُّ وَ اُحِب ، کہ مجھےاور مالک کو جو پسند ہے اس راستہ پر اللہ نے تجھے گامزن رکھا ہے اس پر میں اللہ کا شکرادا کرتی ہوں۔ ذرا میرے قریب ہو جا، تا کہ میں تجھے بوسہ دے سکوں اور تیرے جسم پر ہاتھ پھیر سکوں۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنی اماں جان کے ہاتھ اور پیر کو چومنے لگے، اور چہرے کو پھیرتے ہوئے بوسہ دے رہے تھے۔ اتنے میں ماں پوچھنے لگی کہ بیٹا یہ کیا ہے؟ تو بتایا کہ یہ میری زرہ۔ فرمایا کہ یہ شہادت کے طالب تو اسے نہیں پہنا کرتے، اسے نکال دو۔ اور ایک پائیجامہ اور اس کے اوپر دوسرے پائیجامہ پہن لے، تا کہ کپڑے پھٹ کر تیرا جسم اور تیرا ستر کسی کو نظر نہ آئے۔ پھر اپنے بیٹے کو ماں نے دعا دی، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ طُوْلَ قِیَامِهِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ قَدْ سَلَّمْتُهُ لأمْرِکَ وَ رَضِیْتُ بِمَا قَضَیْتَ لَهُ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بوڑھی ماں کی دعا قبول فرمائی جو اپنی عمر کے سو سال کو پہنچ چکی تھیں۔ اس عمر میں بھی ان کا نہ کوئی دانت گرا تھا اور نہ کوئی ڈاڑھ گری تھی اور نہ وعی اور عقل میں کسی قسم کا فتور آیا تھا۔ رحمہما اللہ، ماں اور بیٹے دونوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں۔

حضرت حبیب بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حبیب بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمۃ الکذاب کے پاس خط دے کر بھیجا تھا۔

مسیلمہ کو جب آپ نے خط پہنچایا تو پڑھ کر وہ غضبناک ہوا، اور حضرت حبیب ابن زید رضی اللہ عنہ کے متعلق اس نے حکم دیا کہ ان کو قید کر دو۔ کل صبح میرے سامنے ان کو لایا جائے۔

اگلے دن صبح جب مسیلمہ کے سامنے آپ کو پیش کیا گیا، پھر وہاں مسیلمہ کے متبعین اور عامۃ

الناس کا مجموعہ موجود تھا۔اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا آپ کو جب پیش کیا گیا،تو مسیلمہ پوچھتا ہے اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه؟ تو آپ نے جواب دیا نَعَمْ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه۔مسیلمہ غصہ میں پوچھتا ہے وَ تَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰه ؟ میرے متعلق کیا رائے ہے؟ یہ شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں؟

حبیب بن زید رضی اللہ عنہ نے مذاق میں اس کو ٹالتے ہوئے، مذاق کے لہجہ میں فرمایا کہ میں تھوڑا بہرا ہوں، جو تو کہہ رہا ہے، میں سن نہیں پا رہا ہوں۔

مسیلمہ غصہ میں بھڑک جاتا ہے اور جلاد کو حکم دیتا ہے کہ اس کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ دو۔ٹکڑا کٹ کر کے جب زمین پر گرتا ہے،مسیلمہ پھر سوال دہراتا ہے،اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه؟ پھر جواب آتا ہے نَعَمْ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه۔پھر وہ پوچھتا ہے مسیلمہ وَ تَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰه؟ اسے جواب ملتا ہے اِنَّ فِیْ اُذُنَیَّ صَمَمًا عَنْ سِمَاعِ مَا تَقُوْلُ۔پھر وہ آپ کے جسم کے ٹکڑے کا حکم دیتا ہے۔

یہی سوال اور جواب چلتا رہا اور آپ کے جسم کے اعضاء کٹتے رہے، اور ہر ٹکڑے پر یہی جواب مسیلمہ کو ملتا تھا،اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه ۔یہاں تک کہ آپ کے جسم کا آدھا حصہ ٹکڑے ہو کر کاٹ کر الگ کر دیا گیا۔اور بقیہ آدھا جسم یہی بول رہا ہے۔اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه۔اسی حال میں آپ کی روح اعلیٰ علیین کو پرواز کر گئی،اور آپ نے شہادت پائی۔

جب آپ کی ماں حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع دی گئی،تو آپ کی شہادت کا قصہ سن کر وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اسی گھڑی کے لئے میرے بیٹے کو جنا تھا اور پالا تھا،اور تیار کیا تھا،اور میں اسے اللہ کے یہاں ثواب سمجھتی ہوں۔(اسد الغابہ،انساب الاشراف،طبقات الکبری،ابن ہشام)

حضرت اکثم بن صیفی رضی اللہ عنہ

حضرت اکثم بن صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، معمرین میں ان کا شمار ہے، ایک سونوے برس، دس سال کم دوسو (۱۹۰) برس آپ کی عمر ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع جب اکثم کو ہوتی ہے، تو تحقیق کے لئے دو آدمیوں کو بھیجا۔ انہوں نے آ کر بتایا تفصیلِ حال اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت شریفہ سنی تھی اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبیٰ وَ یَنْھیٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْکَرِ وَ الْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔

وہ پہنچائی تو سن کر کہنے لگے کہ یہ تو مکارمِ اخلاق کا حکم دیتے ہیں، برے کاموں سے روکتے ہیں، تو تمہیں اس میں سبقت کرنی چاہئے، سب سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے۔

ایک روایت میں ہے کہ بڑی جماعت اور جمعیت کے ساتھ اکثم نے سفر شروع کیا۔ تقریباً ایک سو کی جماعت ساتھ تھی جن میں اقرع ابن حابس اور ابو تمیمہ وغیرہ بھی تھے۔

جب مدینہ منورہ سے چار رات کے فاصلہ پر یہ جماعت ٹھہری ہوئی تھی، تو اکثم کے بیٹے حبیش کو یہ سفر ناگوار گذرا اور اس نے رات کی تاریکی میں تمام سواریوں کو نحر کر دیا، ذبح کر دیا۔ اور جتنا پانی تھا، مشکیزے پھاڑ کر بہا دیا۔

اب چار رات کا سفر باقی ہے، نہ سواری ساتھ ہے، نہ پانی ساتھ ہے اور دوسو برس کے قریب عمر اکثم کی ہے۔ انہوں نے جب موت کو قریب محسوس کیا، تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم اپنا سفر اسی طرح جاری رکھنا اور اُن کو جا کر (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے متعلق اطلاع دینا اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ وَاَنَّـہُ رَسُوْلُ اللّٰـہ۔ اور اُن کے پاس جو کتاب ہے، اس پر ایمان لا کر اس کا اتباع کرنا اور آپ کی نصرت کرتے رہنا۔

چنانچہ راستہ میں حضرت اکثم رضی اللہ عنہ کی موت ہو جاتی ہے، اور یہ قافلہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیتا ہے۔

حضرت حسن بن علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما

امیر المؤمنین حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نصف رمضان ہجرت کے تیسرے سال ولادت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں دن مینڈھے سے آپ کا عقیقہ فرمایا اور آپ کا سر منڈوایا، اور بال کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

سن ۴۹ یا ۵۰ ہجری میں آپ کی وفات ہے۔

عمیر ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ میں اور میرے ایک ساتھی امیر المؤمنین حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے، تو فرمانے لگے کہ جگر کا ایک ٹکڑا میں نے اُگل دیا ہے، اور مجھے بار بار زہر دیا گیا ہے مگر اس جیسا زہر اس سے پہلے کبھی نہیں دیا گیا۔

آپ کے برادر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے زہر دینے والے کے متعلق پوچھنا چاہا، تو آپ نے نام نہیں بتایا۔

عبداللہ ابن حسن فرماتے ہیں کہ حضرت حسن کثیر النکاح تھے، اور جن سے بھی آپ نے نکاح فرمایا تو وہ آپ کو اپنا عمر بھر محبوب گردانتی رہی اور آپ کی عاشق رہی۔ تین دفعہ آپ کو زہر دیا گیا۔ ایک دفعہ پلایا گیا، آپ سنبھل گئے۔ دوسری دفعہ پلایا گیا، آپ سنبھل گئے۔ آخری مرتبہ شفایاب نہیں ہو سکے، اور اسی میں وفات ہوئی۔

طبیب نے دیکھ کر بتایا کہ اُن کی انتڑیاں کٹ چکی ہیں، تو آپ کے برادر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ بتائیے کہ کس نے آپ کو زہر دیا؟ پوچھا کہ بھائی پوچھ کر کیا کرو گے؟ تو پھر حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اسے آپ کے دفن سے پہلے قتل کردوں گا، تو فرمایا کہ یَا اَخِیْ! اِنَّمَا هٰذِهِ الدُّنْيَا لَيَالٍ فَانِيَة ، یہ دنیا جس کا نام ہے، تو چند فانی راتیں ہیں، قاتل کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ بھی اور میں بھی اللہ کے حضور پہنچے۔ (تہذیب الکمال)

آپ اوائل ماہ ربیع الاول بروز جمعرات ۵۰ھ میں اس دار پر از ملال سے بقرب ایز دمتعال پہنچے۔ جب آپ کا انتقال ہونے لگا تو کچھ لوگ ان کی خدمت میں حاضر تھے، انہوں نے عرض کیا کہ کوئی آخری نصیحت فرما دیجئے۔ ارشاد فرمایا کہ تین باتیں تم سے کہتا ہوں، ان کو سن کر میرے پاس سے چلے جانا اور میں جہاں جا رہا ہوں مجھے تنہائی میں وہاں جانے دیجیو، اس کے بعد فرمایا:

(۱) جس کام کا دوسرے کو حکم کرو، پہلے خود اس پر عمل شروع کردو۔

(۲) جس بات سے دوسرے کو منع کرو پہلے خود اس سے رک جاؤ۔

(۳) تمہارا ہر قدم یا تو تمہارے لئے نافع ہے (کہ جنت کی طرف پڑتا ہے) یا مضر ہے (کہ جہنم کی طرف چلتا ہے) اس لئے ہر قدم کو اٹھاتے وقت سوچ لو کہ کدھر جا رہا ہے۔ (فضائل صدقات ص:۴۷۹)

آپ کی وفات کے وقت آپ کے چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ کے پاس بیٹھے تھے، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، اور کہتے تھے کہ ''اے جان حسین! مجھے بتاؤ تمہیں کس نے زہر دیا ہے؟ تا کہ میں اس سے بدلہ لے سکوں اور اسے قصاص میں قتل کردوں''۔

آپ نے فرمایا اگر میرا قاتل وہ شخص ہے جس پر مجھے شک ہے تو خالق حقیقی اس سے ضرور انتقام لے گا، اگر وہ نہیں تو میں ایک بے گناہ کو قتل کرانے کے لئے تیار نہیں۔ خدا کی قسم! حسن کی جان تو دست قدرت میں ہے، قیامت کے دن مجھے انتقام لینے پر مامور کیا جائے گا، لیکن میں اس وقت تک جنت میں قدم نہیں رکھوں گا جب تک اپنے قاتل کو بخشوا نہ لوں گا۔

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو پناہیں دیں

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زندگی میں چھ بار زہر دیا گیا، لیکن کبھی کارگر نہ ہوا، ساتویں بار ''اِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ'' کے پیش نظر خالق حقیقی سے جا ملے۔ (خزینۃ الاصفیاء ص:۷۲)

جب وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ ''میرا بستر گھر کے صحن میں لے چلو''۔ آپ کو باہر نکالا

گیا تو فرمایا ”اے اللہ اس مصیبت پر میں آپ سے اجر وثواب کی امید رکھتا ہوں کہ اتنی بڑی مصیبت مجھ پر اس سے پہلے کبھی نہیں آئی“۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت باسعادت چوتھی ہجری شعبان میں ہے۔ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو مینڈھے عقیقہ میں ذبح فرمائے ہیں۔

آپ کا قیام مدینہ منورہ میں تھا، اپنے ابا کے ساتھ جنگ جمل، جنگ صفین، اور خوارج کے ساتھ کی جنگ میں آپ نے شرکت فرمائی، اور ابا جان کی شہادت تک ان کے ساتھ رہے۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد امارت ہوگئی، تو مدینہ منورہ منتقل ہو گئے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ پھر اہل عراق کے بلاوے پر آپ نے سفر شروع فرمایا اور مکہ مکرمہ پہنچے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفر کے بارے میں مشورہ پوچھا تو میں نے اُن سے عرض کیا کہ اگر لوگ میرے اور آپ کے بارے میں غلط نظریہ قائم نہ کریں، تو میں آپ کا سر مضبوطی سے پکڑے رہتا اور آپ کو قدم آگے نہ بڑھانے دیتا۔ اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فلاں فلاں جگہ جا کر میں شہید ہوں، یہ بہتر ہے اس سے کہ مکہ میں مجھے قتل کیا جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا نصف نہار کے وقت کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں، آپ کے بال مبارک غبار آلود ہیں، جسم اطہر غبار آلود ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شیشی میں خون ہے۔

میں نے عرض کیا کہ بِأَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا ھٰذا ؟ کہ یا رسول اللہ! یہ کیا؟

فرمایا کہ یہ حسین اور اُن کے ساتھیوں کا خون ہے۔تو میں نے وہ دن اچھی طرح یاد رکھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اُسی دن، اُسی وقت میں حضرت حسین کوشہید کیا گیا۔ (احمد)

شہادت کے بعد ابن زیاد کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو لا کر رکھا گیا، تو زیاد اپنی چھڑی آپ کے ہونٹ اور ناک پر پھیرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ ایسا حُسن میں نے کبھی دیکھا نہیں۔ (بخاری، ترمذی)

عمارہ بن عمیر فرماتے ہیں کہ جب ابن زیاد کا اور اس کے ساتھیوں کے سر کو لا کر مسجدِ رحبہ میں، (کوفہ میں ہے ایک جگہ جس کا نام رحبہ ہے، وہاں کی مسجد میں لا کر) رکھے گئے، تو میں دیکھنے کے لئے پہنچا، تو اچانک شور ہوا قَدْ جَاءَ تْ قَدْ جَاءَ تْ وہ آ گیا وہ آ گیا!

اچانک میں نے دیکھا کہ ایک سانپ سارے سروں کو پھلانگتا ہوا ابن زیاد کے ناک میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نکلا اور وہ غائب ہو گیا۔ پھر شور ہوا لوگ کہنے لگے کہ قَدْ جَاءَ تْ، قَدْ جَاءَ تْ. دو تین دفعہ یہ دیکھا گیا۔ (ترمذی)

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ

احد کی لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ''سعد بن ربیع کا حال معلوم نہیں ہوا کہ کیا گزری؟'' ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے کے لئے بھیجا، وہ شہداء کی جماعت میں تلاش کر رہے تھے اور آوازیں بھی دے رہے تھے کہ شاید وہ زندہ ہوں۔ پھر پکار کر کہا کہ ''مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے کہ سعد بن ربیع کی خبر لاؤں''، تو ایک جگہ سے بہت ضعیف سی آواز آئی۔ یہ اس طرف بڑھے، جا کر دیکھا کہ سات مقتولین کے درمیان پڑے ہیں اور ایک آدھ سانس باقی ہے۔

جب یہ قریب پہنچے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام عرض کر دینا اور کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ میری جانب سے آپ کو اس سے افضل اور بہتر بدلہ عطا

فرمائیں جوکسی نبی کواس کے امتی کی طرف سے بہتر سے بہتر عطا کیا ہو، اور مسلمانوں کومیرا یہ پیام پہنچا دینا کہ اگر کافر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ بھی چمکتی ہوئی باقی رہی یعنی وہ زندہ رہا، تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عذر بھی تمہارا نہ چلے گا''، یہ فرمایا اور جان بحق ہوگئے۔(حکایات صحابہ ص:۱۹۲)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

غزوۂ احد میں مہاجرین کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ جب مسلمان نہایت پریشانی کی حالت میں منتشر ہو رہے تھے تو یہ جمے ہوئے کھڑے تھے۔ ایک کافر ان کے قریب آیا اور تلوار سے ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا گر جاوے اور مسلمانوں کو شکست ہو جائے۔ انہوں نے فوراً دوسرے ہاتھ میں لے لیا، اس نے دوسرے ہاتھ کو بھی کاٹ ڈالا، انہوں نے دونوں بازوؤں کو جوڑ کر سینہ سے جھنڈے کو چمٹا لیا کہ گرے نہیں۔ اس نے ان کو تیر مارا جس سے شہید ہو گئے، مگر زندگی میں جھنڈے کو نہ گرنے دیا۔ اس کے بعد جھنڈا گرا جس کو فوراً دوسرے شخص نے اٹھا لیا۔

جب ان کو دفن کرنے کی نوبت آئی تو صرف ایک چادر ان کے پاس تھی جو پورے بدن پر نہیں آتی تھی۔ اگر سر کی طرف سے ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کی جاتی تو سر کھل جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چادر کو سر کی جانب کر دیا جائے اور پاؤں پر اذخر کے پتے ڈال دیئے جائیں۔ (حکایات صحابہ ص:۸۵)

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ

آپ کو سولی پر لٹکانے کے وقت آخری خواہش کے طور پر پوچھا گیا کہ کوئی تمنا ہو تو بتاؤ۔ انہوں نے فرمایا کہ ''مجھے اتنی مہلت دی جائے کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں کہ دنیا سے جانے کا وقت ہے اور اللہ جل شانہ کی ملاقات قریب ہے''۔ چنانچہ مہلت دے دی گئی، انہوں نے دو رکعتیں نہایت اطمینان سے پڑھیں، اور پھر فرمایا کہ ''اگر مجھے خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ موت

کے ڈر کی وجہ سے دیر کر رہا ہوں، تو دو رکعت اور پڑھتا۔" اس کے بعد سولی پر لٹکا دیئے گئے۔

شہادت سے کچھ لمحے پہلے انہوں نے دعا کی "یا اللہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک میرا آخری سلام پہنچا دے۔" چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعۂ وحی اسی وقت سلام پہنچا دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وعلیکم السلام یا خبیب" اور ساتھیوں کو اطلاع فرمائی کہ خبیب کو قریش نے قتل کر دیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو جب سولی پر چڑھایا گیا، تو چالیس کافروں نے نیزے لے کر چاروں طرف سے ان پر حملہ کیا اور بدن کو چھلنی کر دیا۔ اس وقت کسی نے قسم دے کر یہ بھی پوچھا کہ تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیں اور تم کو چھوڑ دیں؟ انہوں نے فرمایا "واللہ العظیم مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میری جان کے فدیہ میں ایک کانٹا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چبھے"۔ (حکایات صحابہ ص: ۶۸/۶۷)

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ "اے سعد! آؤ مل کر دعا کریں، ہر شخص اپنی ضرورت کے موافق دعا کرے، دوسرا آمین کہے کہ یہ قبول کے زیادہ قریب ہے"۔

دونوں حضرات نے ایک کونہ میں جا کر دعا فرمائی۔ اول حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی "یا اللہ جب کل کو لڑائی ہو تو میرے مقابلہ میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرما جو سخت حملہ والا ہو، وہ مجھ پر سخت حملہ کرے اور میں اس پر زوردار حملہ کروں، پھر مجھے اس پر فتح نصیب فرما کہ میں اس کو تیرے راستہ میں قتل کروں اور اس کی غنیمت حاصل کروں۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آمین کہی اور اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی "اے اللہ! کل کو میدان میں ایک بہادر سے مقابلہ کرا جو سخت حملہ والا ہو، میں اس پر شدت

سے حملہ کروں، وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے اور پھر وہ مجھے قتل کر دے، پھر میرے ناک کان کاٹ لے۔ پھر قیامت میں جب تیرے حضور میری پیشی ہوتو تو کہے کہ اے عبداللہ! تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے؟ میں عرض کروں یا اللہ! تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں کاٹے گئے۔ پھر تو کہے کہ سچ ہے میرے ہی راستے میں کاٹے گئے۔''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آمین کہی۔ دوسرے دن لڑائی ہوئی اور دونوں حضرات کی دعائیں اسی طرح سے قبول ہوئیں جس طرح مانگی تھیں۔

سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک، کان ایک تاگے میں پروئے ہوئے ہیں۔

احد کی لڑائی میں ان کی تلوار بھی ٹوٹ گئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک ٹہنی عطا فرمائی، جو ان کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی اور عرصہ تک بعد میں رہی اور دو سو دینار میں فروخت ہوئی۔ (حکایات صحابہ ص:۸۱)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

غزوہ احد میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اول سے شریک نہیں تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کی نئی شادی ہوئی تھی، بیوی سے ہمبستر ہوئے تھے اس کے بعد غسل کی تیاری کر رہے تھے، بلکہ غسل کے لئے بیٹھ بھی گئے تھے، سر کو دھو رہے تھے کہ ایک دم مسلمانوں کی شکست کی آواز کانوں میں پڑی، جس کی تاب نہ لا سکے۔ اسی حالت میں تلوار ہاتھ میں لی اور لڑائی کے میدان کی طرف بڑھے چلے گئے اور کفار پر حملہ کیا اور برابر بڑھتے چلے گئے کہ اسی حالت میں شہید ہو گئے۔

چونکہ شہید اگر جنبی نہ ہوتو بغیر غسل دیئے دفن کیا جاتا ہے اس لئے ان کو بھی اسی طرح کر دیا گیا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ملائکہ ان کو غسل دے رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ملائکہ کے غسل دینے کا تذکرہ فرمایا۔

ابوسعید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر حنظلہ رضی اللہ عنہ کو جا کر دیکھا تو ان کے سر سے غسل کا پانی ٹپک رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی پر تحقیق فرمائی تو ان کے بغیر نہائے جانے کا قصہ معلوم ہوا۔

یہ بھی کمال بہادری ہے، بہادر آدمی کو اپنے ارادہ میں تاخیر کرنا دشوار ہوتا ہے، اسی لئے اتنا انتظار بھی نہ کیا کہ غسل پورا کر لیتے۔ (حکایات صحابہ ص:۸۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، دمشق کے قاضی رہے ہیں۔ انہیں، **حَکم ھذہ الامۃ** اور **سیِّدُ القرّاء** کہا جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں دمشق کی مسند قراءت، اور صدارتِ اقراء کی مسند آپ کے سپرد تھی۔ اور یہ اُن معدودے چند صحابۂ کرام میں سے ہیں جنہوں نے جمعِ قرآن میں حصہ لیا تھا۔ اور دمشق میں تعلیمِ قرآن کی خدمت انجام دیتے رہے، یہاں تک کہ آپ کے حلقہ قراءت کے حاضرین کی تعداد ہزار شخص سے زیادہ ہو جاتی تھی۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ایک قریب المرگ شخص کے پاس گئے، تو اسے الحمد للہ کہتے پایا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ''ارے بھائی یہ کام تو نے بہت ٹھیک کیا ہے، کیوں کہ حق سبحانہ جب کوئی حکم نافذ فرماتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ لوگ اس پر ان کی تعریف کریں۔''

آپ رضی اللہ عنہ قبروں کے پاس بیٹھتے تھے۔ کسی نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو فرمایا ''میں ان لوگوں کے پاس بیٹھتا ہوں جو میری آخرت یاد دلاتے ہیں اور اگر میں نہ آؤں تو میری غیبت نہیں کرتے''۔ (منہاج القاصدین لابن الجوزی)

سن ۳۲ ہجری میں دمشق میں جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا، تو بہت زیادہ فریاد، آہ و بکا کر رہے تھے۔ حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ابو درداء! آپ تو ہمیں یہ

فرماتے تھے کہ آپ کو موت پسند ہے۔

فرمانے لگے کہ میری رب کی عزت کی قسم! کیوں نہیں ایسا ہی تھا۔ پھر رو کر فرمایا کہ یہ اس دنیا سے جانے کی آخری گھڑی ہے، مجھے لا الٰہ الاّ اللہ کی تلقین کرتے رہو۔ تو برابر، آخری سانس تک لا الٰہ الاّ اللہ، لا الٰہ الاّ اللہ کو دہراتے رہے۔ (**المحتضرون**)

حضرت معاویہ ابن قرۃ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا ایک اونٹ تھا جسے دمون کہا جاتا تھا۔ جب کوئی شخص آپ سے عاریۃً اپنے لئے مانگ کر لے جاتا، تو فرماتے کہ اس پر صرف اتنا اتنا بوجھ تم لاد سکتے ہو، اس لئے کہ اِسے اُس سے زیادہ کی طاقت نہیں۔

وفات کے وقت اُسے خطاب کر کے فرما رہے تھے کہ، **یَا دَمُون! لَا تُخَاصِمْنِیْ غَدًا عِنْدَ رَبِّیْ**، کہ کل میرے رب کے سامنے مجھ پر مقدمہ نہ کرنا، اس لئے کہ میں نے تجھ پر ہمیشہ اتنا ہی بوجھ لادا جتنا تجھے طاقت تھی۔ (ابن عساکر)

وفات کے وقت اپنی اہلیہ محترمہ امِ درداء رضی اللہ عنہا کو فرما رہے تھے کہ اس گھڑی کے لئے تم عمل کرتی رہو۔ پھر اپنے بیٹے بلال کو بلایا اور فرمایا کہ بیٹے! اس گھڑی کے لئے عمل کرتے رہو اور میری اس گھڑی کے قصہ کو عمر بھر کے لئے یاد رکھو۔ (**المحتضرون**)

اور وفات کے وقت ارشاد فرمایا کہ **اُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا سَمِعْتُہُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ و سلم یقول اُعْبُدِ اللّٰہ کَاَنَّکَ تَرَاہُ، فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہُ یَرَاکَ، وَاعْدُدْ نَفْسَکَ فِی الْمَوْتیٰ، وَ ایَّاکَ وَ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْم فَاِنَّھَا تُسْتَجَاب، وَ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یَشْھَدَ الصَّلوتَیْنِ الْعِشَاء وَ الصُّبْح وَ لَوْ حَبْوًا فَلْیَفْعَلْ.** (طبرانی)

ابو مسلم کہتے ہیں کہ میں ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ جان دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ ”کیا کوئی آدمی ہے جو موت کے لئے عمل کرے؟ کیا کوئی آدمی ہے جو میرے اس دن کے لئے عمل کرے؟ کیا کوئی آدمی ہے جو میری اس آخری گھڑی کے لئے عمل کرے؟“ یہ کہتے ہوئے آپ کی روح قبض ہوگئی۔ (منہاج القاصدین ص: ۵۷۸)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ

جب ابوذر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہونے لگا تو آپ نے فرمایا کہ ''اے موت! جلدی سے میرا گلا گھونٹ دے کیوں کہ میں خدا سے جلدی ملنا چاہتا ہوں۔''

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے فرمایا ''اے اللہ! اس گناہ گار اور سنگدل بڈھے پر رحم فرما، اے اللہ! میری ٹھوکر دور کر دے (اور میری لغزش معاف فرما دے) اور اس شخص کی نادانی کے ساتھ جو آپ کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں رکھتا اور نہ آپ کے سوا کسی سے توقع رکھتا ہے، حلم کا برتاؤ کیجئے۔'' یہ کہہ کر آپ دھاڑیں مار کر رونے لگے۔

محمد بن عقیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال کا وقت قریب آیا، تو آپ فرمارہے تھے کہ ''کاش میں ایک شخص قریش کا بھوکا ہوتا اور امر خلافت میں سے کسی چیز کا مالک نہ ہوتا'' (احیاء العلوم ص: ۷۷٦ ج:۴)

وفات سے کچھ دیر قبل فرمایا کہ مجھے بٹھادو، چنانچہ بٹھا دیا گیا۔ پھر ذکر اللہ، تسبیح و تقدیس میں مشغول رہے، پھر اپنے آپ کو خطاب کر کے فرمانے لگے کہ اے معاویہ! تو اب اللہ کو یاد کرتا ہے، جب کہ سب ٹوٹ پھوٹ گیا ہے۔ پھر رونے لگے یہاں تک کہ چیخیں نکل گئیں۔ پھر یہ شعر پڑھنے لگے۔

هُوَ الْمَوْت لَا مُنْجِی مِنَ الْمَوْتِ وَالَّذِی
أُحَاذِرُ بَعْدَ الْمَوْتِ أَدْهٰی وَ أَفْظَع

یعنی موت تو آنے ہی والی ہے، اس سے بھاگ جانا ممکن نہیں، موت کے بعد آنے والی جس شئی سے میں ڈرتا ہوں، وہ نہایت دہشت ناک اور ہوش اڑا دینے والی ہے۔

پھر یہ دعا کی اے اللہ! تنگی کو کم فرما اور لغزشوں کو بخش دے اور رحم کا معاملہ فرما، ایسے آدمی سے

جو تیرے علاوہ کسی سے امید نہیں رکھتا اور تیرے سوا کسی پر اس کا بھروسہ نہیں۔

پھر اپنے بیٹے یزید سے فرمایا ''اے میرے بیٹے! جب میرا آخری وقت آجائے، تو میرے اس رومال کو کھولنا جو خزانہ میں پڑا ہے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیراہن مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک اور ناخن مبارک ہیں۔ جب مجھے دفن کرنے لگو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیراہن مبارک کو میرے بدن سے متصل رکھ دینا اور میرا کفن اس کے اوپر رکھنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک اور ناخن مبارک کو میرے منہ، میری ناک اور میری آنکھوں میں رکھ دینا۔ پھر جب تم مجھے قبر میں رکھ دو تو معاویہ اور رحم کرنے والوں میں سے سب سے بڑے رحم کرنے والے کو اکیلا چھوڑ دینا۔'' (کتاب العاقبۃ نمبر ۹۴)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا، تو آپ نے گھر کے اندر موجود سامان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے صاحبزادوں سے فرمایا کہ ''ان کو مع ان کے اندر کی چیزوں کے کون لے گا؟ کاش! ان میں مینگنیاں ہوتیں''۔ (کتاب العاقبۃ)

وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے پہرے داروں اور خدام کو طلب فرمایا۔ جب وہ پہنچے تو فرمانے لگے کیا تم اللہ تعالیٰ سے میرے کچھ کام آسکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں، تو فرمایا پھر چلے جاؤ۔ پھر آپ نے پانی طلب فرمایا اور اچھی طرح وضو فرمایا اور فرمایا مجھے مسجد لے چلو۔

چنانچہ مسجد لے گئے، تو فرمایا میرا منہ قبلہ کی طرف کردو۔ چنانچہ کردیا گیا تو دعا کرنے لگے، کہ اے اللہ! تو نے مجھے حکم دیا اور میں نے نافرمانی کی، تو نے مجھے امانت دی اور میں نے خیانت کی اور تو نے حدود مقرر کیے میں نے ان سے تجاوز کیا۔ اے اللہ! میں بے گناہ نہیں کہ میں معذرت کروں اور نہ میں قوی ہوں کہ خود اپنی مدد کرسکوں، بلکہ میں تو خطا کار ہوں، مغفرت چاہتا ہوں، گناہ پر اصرار کرنے والا اور متکبر نہیں بنتا، پھر ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا أَنْـتَ سُبْـحَـانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ

الظَّالِمِیْن“ پڑھتے رہے، یہاں تک کہ انتقال ہو گیا۔(کتاب العاقبۃ نمبر۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات مدینہ منورہ میں سن ۵۷ یا ۵۸ ہجری میں ہے جب کہ آپ کی عمر ۷۸ برس تھی۔

وفات کے وقت رو رہے تھے۔ کسی نے کہا کہ آپ کیوں رو رہے ہو؟ تو فرمایا کہ میں تمہاری اس دنیا کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں، لیکن میں رو رہا ہوں کہ سفر لمبا ہے، توشہ کم ہے اور یہ راستہ معلوم نہیں کہ کہاں پر جا کر ختم ہوگا؟ یہ مجھے جنت میں پہنچائے گا یا دوزخ میں پہنچائے گا، اور دونوں میں سے میں کس میں رہوں گا، جنت میں یا دوزخ میں؟ (بغوی)

مروان بن حکم زیارت کے لئے آئے، دعا کی **شَفَاکَ اللّٰہُ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃ** تو جواب میں فرمایا اے اللہ! مجھے تیری ملاقات کا اشتیاق ہے، تو تو بھی مجھ سے ملنے کو پسند فرمالے اور مجھے جلدی بلالے۔ یہ کلمات فرمائے اور مروان نے ابھی آپ کے گھر سے باہر قدم نہیں رکھا تھا یہاں تک کہ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (اصابہ)

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، تو میں نے انہیں اپنی بانہوں میں لے لیا اور دعا کر رہا تھا کہ **اَللّٰھُمَّ اشْفِ اَبَا ھُرَیْرَۃ**! تو مجھے ارشاد فرمانے لگے کہ پھر اس کلمہ کو مت دہرانا!

بار بار مجھے منع فرماتے رہے بلکہ یہ فرمایا کہ اگر تم مر سکتے ہو تو مر جاؤ! کیوں کہ اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں ابو ہریرہ کی جان ہے کہ **لَیَأتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَمُرُّ الرَّجُلُ عَلٰی قَبْرِ اَخِیْہِ فَیَتَمَنّٰی اَنَّہُ صَاحِبُہ**، کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا ضرور آئے گا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر پر گزرے گا، تو تمنا کرے گا کہ کاش اسی جگہ میں دفن ہوتا۔ یہ حدیث مرفوعاً بھی **عن ابی ھریرۃ عن عمیر بن ھانئ** کی سند سے مروی ہے۔

وفات کے وقت آپ نے چند وصیتیں فرمائیں کہ میری قبر پر خیمہ نہ لگانا، میرے جنازہ کے پیچھے آگ لے کر نہ چلنا، مجھے جلدی جلدی دفن کر دینا۔ (احمد، نسائی)

ایک روایت میں فرمایا کہ مجھ پر نوحہ نہ کرنا۔

عبدالرحمٰن بن مہران سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت ارشاد فرمایا کہ اَسرِعُوْا بِیْ کہ مجھے جلدی دفن کر دینا کہ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وُضِعَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ عَلٰی سَرِیْرِہ قَالَ قَدِّمُوْنِیْ، قَدِّمُوْنِیْ، وَاِذَا وُضِعَ الرَّجُلُ السُّوْءُ عَلٰی سَرِیْرِہ قَالَ یَا وَیْلَتٰی اَیْنَ تَذْھَبُوْنَ بِیْ ؟ کہ جب نیک آدمی جنازہ پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا رہتا ہے تم مجھے آگے لے جاؤ، آگے لے جاؤ، اور جب بدعمل جنازہ پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہائے افسوس! تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ (شرح معانی الآثار)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی وفات کے متعلق عطیہ عوفی نے آپ کے خادم غلام سے پوچھا، آپ کی وفات کے قصہ کے بارے میں، تو ارشاد فرمایا کہ ایک شامی کے نیزہ کی نوک آپ کے پیر میں لگ گئی تھی، تو اس کی عیادت کے لئے حجّاج پہنچا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے حجاج کہنے لگا کہ جس کے نیزہ کی نوک آپ کو لگی ہے آپ اس کا نام بتائیں، تو ہم اس کی گردن اڑا دیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا اَنْتَ الَّذِیْ اَصَبْتَنِیْ تو نے ہی یہ نیزہ مارا ہے۔ تو حجاج پوچھنے لگا یہ کیسے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ تو نے حرم میں اسلحہ لانے کی اجازت دی۔

آپ نے وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ مجھے حرم میں دفن نہ کیا جائے مگر حجاج کی وجہ سے اس وصیت پر عمل نہ ہوسکا۔ (صفۃ الصفوۃ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنی وفات کے وقت فرمارہے تھے کہ مجھے دنیا کی صرف ایک چیز کا غم رہ گیا کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خدام میں شامل ہوکر فئۃ باغیہ کے ساتھ قتال کیوں نہیں کیا؟ (استیعاب)

سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ وفات کے وقت آپ فرمارہے تھے کہ مجھے دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کا غم نہیں، صرف گرم دوپہر کے روزے کے چھوٹنے کا غم ہے اور رات کی عبادت اور مجاہدہ کے چھوٹنے کا غم ہے اور تیسرا یہ کہ میں نے فئۃ باغیہ کے ساتھ قتال کیوں نہیں کیا تھا، اس کا غم ہے۔(**المحتضرون**)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں ایسے وقت میں اسلام لائے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارِارقم میں بھی تشریف نہیں لے گئے تھے۔ اور آپ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ آٹھویں اسلام لانے والے صحابی ہیں۔ اور اُن پانچ حضرات میں سے ہیں کہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تشویق کی بناء پر اسلام میں داخل ہوئے۔

آپ نے حبشہ کی ہجرت بھی فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے اور مبشّرین عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کے متعلق جو شوریٰ بنائی تھی ان چھ اصحاب میں سے ہیں۔

آپ نے اللہ کے راستہ میں بڑا مال خرچ کیا۔ ایک ایک دن میں تیس، تیس غلام آپ نے آزاد فرمائے ہیں۔ پھر بھی حضرت امِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوکر روتے تھے کہ مجھے ڈر ہے کہ مال کی کثرت مجھے ہلاک نہ کردے۔ تو حضرت امُ المؤمنین نے نصیحت فرمائی کہ **یَا بُنَیَّ اَنْفِقْ**. (**اسد الغابة**)

آپ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اپنا آدھا مال اللہ کے راستہ میں دے دیا تھا، پھر

اس کے بعد بھی چالیس، چالیس ہزار دینار متعدد مواقع میں خرچ فرماتے رہے۔ اللہ کے راستہ میں مجاہدین کی سواری کے لئے پانسو (۵۰۰) گھوڑے آپ نے عنایت کئے۔ گھوڑوں کے علاوہ پانسو (۵۰۰) دوسری سواریاں مجاہدین کو عطا فرمائیں۔

آپ کی وفات مدینہ منورہ میں سن ۳۱ ہجری میں ہوئی، جب کہ آپ کی عمر ۷۵ برس تھی۔

آپ نے اللہ کے راستہ میں مرتے وقت بھی وصیت فرمائی کہ پچاس ہزار دینار میری طرف سے اللہ کے راستہ میں صدقہ کئے جائیں جیسا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل کیا ہے۔ بالخصوص شہداءِ بدر کے متعلق وصیت فرمائی کہ اُن میں سے ابھی ایک سو صحابہ کرام بقیدِ حیات ہیں، ان میں سے ہر ایک کو چار سو دینار میری طرف سے ہدیہ کے طور پر پیش کئے جائیں۔ سب نے قبول فرما لئے یہاں تک کہ حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اُن کا یہ ہدیہ قبول فرمایا۔

اور انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ ایک ہزار گھوڑے اللہ کے راستہ میں میری طرف سے پیش کر دئے جائیں۔ آپ کی چار ازواجِ مطہرات تھیں، اُن میں سے ہر ایک کو اسّی ہزار، سب کے حصہ میں اسّی اسّی ہزار آئے۔

آپ بڑے حسین اور جمیل تھے۔ وفات کے وقت رو رہے تھے۔ پوچھا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ مصعب بن عمیر مجھ سے اچھے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وفات پا گئے، اور انہیں طریقہ کا کفن بھی نہیں ملا۔ اور حمزہ بن عبدالمطلب مجھ سے بہتر تھے کہ اُنہیں بھی پورا کفن نہیں مل سکا۔ اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں اُن لوگوں میں شامل نہ ہو جاؤں کہ **عُجِّلَتْ لَـهُ طَيِّبَـاتُـهُ فِي حَيَاتِهِ الدُّنْيَا**، اور مجھے ڈر ہے کہ میں کثرتِ مال کے وجہ سے میرے ساتھیوں سے پیچھے نہ رہ جاؤں۔ (الاستیعاب)

سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق مسندِ احمد کی ایک ضعیف روایت میں ہے کہ حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جس مرض میں وصال ہوا تو میں آپ کی تیماردار تھی۔

ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی ضرورت سے باہر تشریف لے گئے، تو حضرت فاطمہ فرمانے لگیں کہ اے میری ماں! میرے لئے غسل کا پانی تیار کرو۔ آپ نے غسل فرمایا اور نئے کپڑے منگوا کر پہنے اور فرمایا کہ میرا بستر حجرہ کے درمیان میں کر دو۔ اُس پر حضرت فاطمہ لیٹ جاتی ہیں اور قبلہ کا استقبال کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کو اپنے رخسار کے نیچے کر لیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اے میری ماں! بس میں اب اس جہان سے جارہی ہوں اور میں اللہ کا شکر ہے کہ پاک صاف ہو چکی ہوں، فَلاَ یَکْشِفُنِیْ اَحَدٌ. مجھے اب کوئی کھولے نہیں۔

وہیں پر آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچے، تو اُن کو آپ کی وفات کی اطلاع ہوئی۔

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا نے وفات سے کچھ پہلے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے پاس بلوایا اور فرمانے لگیں کہ سوکنوں کے درمیان کچھ نہ کچھ تو حقد رہتا ہی ہے اور اللہ نے یہ سب معاف کر ہی دیا ہے، اور میں نے بھی میری طرف سے جو کچھ آپ سے سرزد ہوا ہو، میں نے آپ کے لئے حلال کر دیا اور معاف کر دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ نے تو آج مجھ کو خوش کر دیا، اللہ آپ کو خوش کرے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر ان سے بھی اسی طرح ارشاد فرمایا۔ (مستدرک حاکم)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی وفات سن ۴۴ ہجری میں ہے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ تعالی عنہا

حضرت آسیہ فرعون کی بیوی ہے جن کے متعلق ارشاد ہے وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَءَ ت فِرْعَوْنَ، اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَيْتاً فِی الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهِ وَ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ۔

حضرت آسیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ زمین میں کرُید کر چار لکیریں بنائیں، اور صحابہ کرام سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ چار خطوط کیا ہیں؟ عرض کیا اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُه اَعْلَمُ ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَفْضَلُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيْجَةُ وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَ آسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ امْرَأَةُفِرْعَوْنَ وَ مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ۔

حضرت آسیہ نے دعا کی نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهِ. اس کی تفسیر میں

جبرئیل یہ کیا؟ تو عرض کیا کہ یہ ماشطۃ بنت فرعون اوراس کی اولاد کی خوشبو ہے۔

میں نے پوچھااس کا کیا قصہ؟ جبرئیل نے کہا کہ ماشطۃ فرعون کی بیٹی کو کنگھی کر رہی تھی، کنگھی ہاتھ سے گری تو کہنے لگی بسم اللّٰه.

جب ماشطۃ کوفرعون کی بیٹی نے یہ کہتے ہوئے سنا تو بیٹی ماشطۃ کنگھی کرنے والی سے پوچھتی ہے کہ اللہ کون؟ میرا باپ؟ تو ماشطۃ کہنے لگی کہ نہیں، لٰكِنْ رَبِّیْ وَ رَبُّکِ وَ رَبُّ اَبِیْکِ اللّٰهُ. میرا، تیرا اور تیرے باپ کا بھی جو اللہ ہے اُس کا نام مراد ہے۔

فرعون کی بیٹی پوچھنے لگی کہ میرے باپ کے علاوہ بھی کوئی رب ہے؟ تو ماشطۃ نے کہا کہ جی، رَبِّیْ وَ رَبُّکِ وَ رَبُّ اَبِیْکِ اللّٰه۔

فرعون کی بیٹی پوچھنے لگی کہ میں میرے باپ کو یہ بتادوں؟ ماشطۃ نے کہا کہ جی ہاں بتا سکتی ہے، تو بتایا۔فرعون نے ماشطۃ کو بلا کر پوچھا اَ لَکِ رَبٌّ غَیْرِیْ؟ تیرا میرے سوا بھی کوئی رب ہے؟ ماشطۃ کہنےلگی کہ رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ۔

ایک دیگ پیتل کی گرم کی گئی اور فرعون نے حکم دیا کہ اس کے سب بچوں کو یکے بعد دیگرے اس میں ڈال دیا جائے اور فرعون نے ماشطۃ سے پوچھا تو اپنے اس قول سے رجوع کرتی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا نہیں۔

ایک بیٹے کو ڈالا گیا، پھر پوچھتا ہے۔ جواب ملا نہیں۔ دوسرے کو ڈالا گیا، جواب ملا نہیں۔ پھر اخیر میں سب بچوں کے بعد پھر پوچھا کہ اب بھی رجوع کرتی ہے یا نہیں؟ تو کہنے لگی نہیں۔

ماشطۃ کہنے لگی کہ ہاں ایک کام ہے میرا۔ پوچھا وہ کیا؟ تو ماشطۃ کہنے لگی کہ میری ہڈیوں کو اور میرے بچوں کی ہڈیوں کو ایک کپڑے میں اکھٹا کر کے دفن کرنا۔فرعون کہنے لگا کہ تیرا جو اُن پر حق ہے اس لئے ہم ایسا ضرور کریں گے۔

جب اس کے بچوں کو دیگ میں ڈالا جا رہا تھا، تو آخری بچہ جو دودھ پیتا اس کی گود میں تھا، اس کو لے کر جب ڈال رہے تھے، تو دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کو دیکھ رہا ہے کہ وہ کچھ میری وجہ سے پس

وپیش میں ہے،تو بچہ کواللہ نے گویائی دی اور وہ دودھ پیتا بچہ بولنے لگا کہ يَـا اُمَّـاهْ اِقْتَحِمِيْ!کہ امی جان!اس دیگ میں کود جانا فَاِنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الآخِرَةِ . چنانچہ سب بچوں کے ساتھ دیگ میں اسے بھی ڈال دیا گیا۔

حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق مجاہد سے مروی ہے۔فرماتے ہیں کہ ابوجہل نے آپ کی شرم گاہ میں نیزہ مارکرآپ کوشہید کیا تھا۔

حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساتویں اسلام لانے والی خاتون ہیں۔مرداورعورتوں میں اسلام لانے میں آپ کا ساتواں نمبر ہے۔وَ هِيَ اَوَّلُ شَهِيْدَةٍ فِي الاِسْلَامِ۔

ابن اسحاق نے مغازی میں روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یاسر،حضرت سمیہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم پرگزرتے وَهُـمْ يُعَـذَّبُوْنَ بِالْاَبْطَحِ فِي رَمْضَاءِ مَكَّةَ ۔مکہ کی گرم ریت پرانہیں تعذیب دی جارہی ہوتی تھی،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے،صَبْـــراً يَـــا اٰلَ يَاسِر، مَوْعِدُكُمُ الْجَنَّةُ۔

حضرت معاذۃ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت معاذۃ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے احادیث روایت کی ہیں اور حضرت معاذہ کے شاگردوں میں حسن بصری،ابوقلابہ وغیرہ شامل ہیں۔

وہ جب صبح اُٹھتی تھیں تو دن کے وقت فرماتی کہ یہ دن ہے جس میں آج میں مرجاؤں گی۔ رات ہوتی تو فرماتی کہ یہ میرے مرنے کی رات ہے۔

حکم ابن سنان باہلی فرماتے ہیں کہ آپ کی خادمہ فرماتی ہیں کہ حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا رات بھر جاگتی،اوراپنے نفس کوخطاب کرکے فرماتی تھیں کہ نہیں ابھی نیند کا وقت نہیں،نیندتو

اور آگے ملے گی، قبر میں سوتے ہی رہنا ہے حسرتوں کے ساتھ یا سرور کے ساتھ۔ صبح تک اپنے نفس سے اس طرح مخاطب رہتی۔

آپ کے معمولات کے متعلق لکھا ہے کہ رات اور دن میں چھ سو رکعت پڑھا کرتی تھیں، اور قرآنِ کریم کی تلاوت اس کے علاوہ ہے۔

آپ کے شوہر ابوصہباء اور آپ کے صاحبزادے انتقال کر گئے تھے، تو فرماتی تھیں کہ دنیا کی لذتوں کے خاطر مجھے جینے کی تمنا نہیں ہے، لیکن مجھے جینے کی تمنا صرف اس لئے ہے تاکہ وہ عمل کروں کہ مجھے اللہ عزوجل کا قرب نصیب ہو، کہ شاید اس کے بدلہ اللہ عزوجل مجھے، میرے شوہر ابوصہباء اور میرے بیٹے کو جنت میں اکھٹا کر دے۔

روح ابن سلمہ ورّاق فرماتے ہیں کہ عفیرہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت قریب ہوا، تو روتی بھی تھیں، ہنستی بھی تھیں۔

پوچھا گیا تو فرمانے لگیں کہ رونا تو اس وجہ سے ہے کہ آج، روزہ، نماز، ذکر یہ سب کچھ چھوٹ جائے گا۔ اور تو نے مجھے ہنستے ہوئے دیکھا، تو اس لئے کہ میں نے میرے شہید شوہر ابوالصہباء کو دیکھا کہ گھر کے صحن میں سامنے سے آرہے ہیں، اور سبز جوڑا اُن کے بدن پر ہے۔ اور ایک جماعت آپ کے ساتھ ہے، اور اُن کے جیسے میں نے لوگ اس دنیا میں دیکھے نہیں، ایسی جماعت میرے شوہر کے ساتھ ہے اور گھر کے صحن میں موجود ہے۔ ابھی میں نے نماز پڑھ لی ہے، اور اس کے بعد اور کوئی فرض کا وقت آئے، اس سے پہلے میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلے وہ واصل بحق ہو گئیں۔ (صفۃ الصفوۃ)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ گروہ محدثین کے امام اور سنت وشریعت کے امین تھے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو رقہ سے بغداد لایا گیا اور تین دن تک مسئلہ خلق قرآن پر مناظرہ کیا گیا۔

خلیفہ اوراس کے درباری علماء کا کہنا تھا کہ قرآن مخلوق ہے، جب کہ امام صاحب اس کے برعکس کے قائل تھے۔امام صاحب پر مسلک بدلنے کے لئے بہت دباؤ ڈالا گیا، انہیں ہرطرح ڈرایا دھمکایا گیا،لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی، اورحق بات پر ڈٹے رہے۔

جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی طرح مان کر نہ دئے، تو آپ کو معتصم کے سامنے پیش کیا گیا اوراس انکار واصرار پر آپ کو خلیفہ کے حکم سے ۲۸؍کوڑے لگائے گئے۔ایک تازہ دم جلاد صرف دو کوڑے لگاتا، پھر دوسرا جلاد بلایا جاتا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ہر کوڑے پر فرماتے ’’أَعْطُوْنِیْ شَیْئاً مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ أَوْ سُنَّةِ رَسُوْلِہٖ حَتّٰی أَقُوْلَ بِہٖ ‘‘یعنی میرے سامنے اللہ کی کتاب یااس کے رسول کی سنت میں سے کوئی دلیل پیش کروتا کہ میں اسے مان لوں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو ۲۸؍ ہفتے (یعنی تقریباً چھ ماہ) قید خانہ میں رکھا گیا اوراس عرصہ میں ان کو ۳۴؍کوڑے لگائے گئے۔(البدایۃ والنہایۃ)

محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو ایسے کوڑے لگائے گئے کہ اگر ایک کوڑا ہاتھی کو لگتا تو چیخ مار کر بھاگتا۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی بے نظیر ثابت قدمی اوراستقامت سے یہ مسئلہ خلق قرآن ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا اورامت مسلمہ ایک بڑے دینی خطرے سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئی۔(محدثین عظام)

وصال

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۷؍سال کی عمر پائی، ۹؍روز بیمار رہے، عیادت کرنے والوں کا ہجوم رہتا تھا، سلطان کو اطلاع ہوئی تو ان کے دروازہ اورگلی میں پہرہ لگا دیا اوروقائع نگار متعین کر دئے گئے کہ حالات کی اطلاع برابر ملتی رہے۔ہجوم دم بہ دم بڑھتا جاتا تھا، یہاں تک کہ گلی بند کر دی گئی،لوگ سڑکوں اور مسجدوں میں بھر گئے، بازار میں خرید وفروخت مشکل ہوگئی۔

امام صاحب کے پیشاب میں خون آنے لگا تھا، طبیب سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ غم وفکر نے ان کے پیٹ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ جمعرات کو طبیعت زیادہ خراب ہوگئی۔

ان کے شاگرد مروزی کہتے ہیں کہ ''میں نے ان کو وضو کرایا تو انہوں نے تکلیف ہی کی حالت میں مجھے ہدایت کی کہ انگلیوں میں خلال کراؤ، شب جمعہ میں حالت زیادہ خراب ہو گئی۔'' (محدثین عظام)

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میرے والد کا جب انتقال ہونے لگا تو میں ان کے پاس بیٹھا تھا۔ کپڑا میرے ہاتھ میں تھا تا کہ انتقال کے بعد جبڑا باندھ دوں۔ ان کو غشی ہو جاتی تھی، جس سے ہمیں یہ خیال ہوتا تھا کہ انتقال ہو گیا، پھر افاقہ ہو جاتا تھا اور اس وقت وہ کہتے تھے کہ ''ابھی نہیں ابھی نہیں۔''

جب تیسری مرتبہ یہی صورت پیش آئی تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ کہنے لگے ''بیٹا تمہیں خبر نہیں شیطان ملعون میرے پاس کھڑا ہے اور رنج وغصہ سے اپنی انگلی منہ میں دبا رہا ہے اور کہتا ہے کہ احمد! تو میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ جب وہ کہتا ہے تو میں اس سے کہتا ہوں کہ ''ابھی نہیں چھوٹا'' (یعنی جب تک جان نہ نکل جائے تجھ سے اطمینان نہیں ہے)۔

۱۲/ربیع الاول ۲۴۱ھ کو امام صاحب نے انتقال کیا۔ اس پر سارا شہر امنڈ آیا۔ کسی کے جنازہ پر خلقت کا ایسا ہجوم دیکھنے میں نہ آیا تھا، نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کا اندازہ یہ ہے کہ آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں تھیں۔ (محدثین عظام)

خواب میں ملاقاتیں

احمد بن محمد لبدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا، پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا مجھے بخش دیا اور فرمایا ''اے احمد! یاد ہے تم نے میری خاطر ساٹھ کوڑے کھائے تھے؟''۔ میں نے عرض کیا یاد ہے۔ فرمایا ''میں نے اپنا

چہرہ تمہارے لئے مباح کر دیا ہے، اب اس کے دیدار کا لطف اٹھاتے رہو"۔

ایک طرسوسی نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! مجھے قبر والے دکھا تا کہ میں ان سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھوں کہ آپ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

وہ کہتے ہیں کہ "پھر دس سال کے بعد میں نے خواب دیکھا جیسے قبر والے اپنی قبروں سے نکل آئے ہیں اور مجھ سے ہر شخص پہلے بات کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم دس سال سے اللہ سے دعا کر رہے ہو کہ تم ہمیں دیکھ سکو اور تم ایک ایسے شخص کے بارے میں ہم سے پوچھو جو تم سے جس وقت سے جدا ہوا ہے، اسی وقت سے فرشتے اسے طوبیٰ کے درخت کے نیچے زیورات سے آراستہ کر رہے ہیں"۔

ابو محمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خبر آپ کے درجہ کی بلندی پر، آپ کے مقام کی رفعت پر، اور آپ کے مرتبہ کی عظمت پر دلالت کرتی ہے، فرشتے آپ کے حال کا وصف انہی لفظوں میں بیان کر سکے اور اسی عبارت سے آپ کی شان رفعت کی تعبیر کر سکے۔ (کتاب الروح)

محمد بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ اکڑ کر چل رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا رفتار ہے؟ فرمایا "جنت میں جانا ہے"۔ پوچھا خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا "بخش دیا اور تاج میرے سر پر رکھ کر نعلین پیروں میں پہنا کر فرمایا "اے احمد! یہ اس وجہ سے ہے کہ تم نے قرآن کو مخلوق نہ کہا۔ پھر مجھ سے فرمایا وہ دعا پڑھو جو سفیان ثوری سے تم تک پہنچی ہے، میں نے پڑھا۔

يَا رَبَّ كُلِّ شَيْئٍ بِقُدْرَتِكَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ اِغْفِرْلِىْ كُلَّ شَيْئٍ وَلَا تَسْئَلْنِىْ عَنْ شَيْئٍ.

ترجمہ: اے ہر چیز کے پروردگار ہر چیز پر قدرت سے میرے تمام گناہ بخش دے اور کسی بات کا مجھ سے سوال نہ کر۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ ہے جنت، اس میں چلے جاؤ، میں چلا گیا۔'' (ظہیر الاصفیاء ص:۳۱۳)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۹۴ ہجری چوتھی شوال جمعہ کے دن ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ابن عدی نقل کرتے ہیں کہ آپ نے خود فرمایا کہ مجھے ایک لاکھ احادیثِ صحیحہ حفظ ہیں اور احادیثِ غیر صحیحہ دو لاکھ حفظ ہیں۔

ابو بکر الکلو اذانی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد بن اسماعیل جیسا انسان دیکھا نہیں کہ علماء سے وہ کوئی کتاب لیتے اور اس کا سرسری مطالعہ کرتے ہی، ایک ہی مرتبہ میں اس کی تمام اطراف احادیث کو حفظ کر لیتے۔

سنہ ۲۱۰ ہجری کے اواخر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عراق تشریف لائے ہیں اور عراق کے مختلف شہروں میں جا کر وہاں کے مشائخ سے احادیث آپ نے سنی ہیں۔ خود فرماتے ہیں کہ میں آٹھ دفعہ بغداد میں داخل ہوا ہوں، ہر مرتبہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مجلس رہی ہے۔

آخری مرتبہ جب میں واپس ہو رہا تھا تو امام احمد فرمانے لگے **یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ اَتَدَعُ الْعِلْمَ وَ النَّاسَ وَتَصِیْرُ اِلٰی خُرَاسَانَ** اب تک مجھے ان کا یہ ارشاد یاد ہے۔ اس کے بعد آپ نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، مصر اور شام کے اسفار فرمائے۔

آپ نے تصنیف و تألیف کی ابتداء اٹھارہ سال کی عمر میں کی ہے اور اپنی کتاب، کتاب التاریخ کے متعلق فرماتے ہیں کہ **صَنَّفْتُ کِتَابَ التَّارِیْخَ اِذْ ذَاکَ عِنْدَ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی اللَّیَالِی الْمُقْمِرَۃِ۔**

ابو جعفر محمد بن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ

نے اپنی تصنیف میں جو احادیث ذکر کی ہیں سب آپ کو یاد ہیں؟ آپ نے فرمایا **لا یَخْفیٰ عَلَیَّ جَمِیْعُ مَا فِیْہِ.** اورحضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ **صَنَّفْتُ جَمِیْعَ کُتُبِی ثَلاثَ مَرَّاتٍ،** ہر کتاب میں نے تین دفعہ تصنیف کی ہے۔

ورّاق فرماتے ہیں کہ میں سفر میں آپ کے ساتھ تھا۔ پورے سفر میں ہم ایک ہی کمرہ میں ٹھہرتے تھے، کبھی کبھار بہت زیادہ گرمی ہوتی تو الگ ہوتے ورنہ ایک ہی کمرہ میں ہمارا قیام ہوتا تھا۔ میں آپ کو دیکھتا کہ ایک ایک رات میں پندرہ پندرہ دفعہ سے لے کر بیس دفعہ تک آپ رات کو اُٹھتے اور چقماق سے چراغ روشن کرتے اور احادیث کو لکھتے۔

یوسف بن موسیٰ مروزی فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کی جامع مسجد میں تھا کہ منادی نے آواز دی **یَا اَھْلَ الْعِلْمِ! قَدْ قَدِمَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ الْبُخَارِی،** تو لوگ دوڑ پڑے۔ میں نے جا کر دیکھا کہ ایک نوجوان ستون کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، نماز سے فارغ ہوئے تو مجمع نے انہیں گھیر لیا۔

دوسرے دن پھر اسی طرح مجلسِ املاء قائم ہوئی اور آپ نے فرمایا **یَا أھْلَ الْبَصْرَۃ اَنَا شَابٌّ وَ قَدْ سَأَلْتُمُوْنِیْ أنْ اُحَدِّثَکُمْ وَ سَاُحَدِّثُکُمْ بِأحَادِیْث عَنْ أھْلِ بَلَدِکُمْ تَسْتَفِیْدُوْنَ مِنْھَا.**

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں بصرہ میں پانچ دفعہ داخل ہوا ہوں اور وہاں کے مشائخ سے میں نے احادیث لکھی ہیں۔

نیز فرماتے ہیں کہ **مَا أرَدْتُ اَنْ اَتَکَلَّمَ بِکَلَامٍ فِیْہِ ذِکْرُ الدُّنْیَا اِلَّا بَدَأتُ بِحَمْدِ اللّٰہِ وَالثَّنَایَا عَلَیْہِ،** کہ جب میں ایسے کلام کو شروع کرنا چاہتا کہ جس میں دنیا کا تذکرہ ہو، تو میں اسے اللہ کی حمد و ثنا سے شروع کرتا۔

ابو اسحاق سرماری فرماتے ہیں کہ جسے حقیقی اور سچے معنی میں فقیہ دیکھنا ہو، تو محمد بن اسماعیل البخاری کو دیکھے۔

ابوجعفر فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن جعفر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میری عمر امام بخاری کو دی جاسکتی ہوتی، تو میں ضرور دیتا کیوں کہ میری موت تو ایک انسان کی موت اور امام بخاری کی موت **ذَهَابُ الْعِلْمِ** علم کا اٹھ جانا ہے۔

نعیم بن حماد کہا کرتے تھے کہ **مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ فَقِيْهُ هٰذِهِ الامَّةِ.**

علی بن حُجر کہا کرتے تھے کہ خراسان نے تین آدمی پیدا کئے، ابوزرعہ، محمد بن اسماعیل اور عبداللہ الدارمی، لیکن ان تینوں میں بھی **مُحَمَّدٌ اَبْصَرُهُمْ وَ اَعْلَمُهُمْ وَ اَفْقَهُهُمْ.**

ایک شخص نے آکر کہا کہ **يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّ فُلانًا يُكَفِّرُكَ**، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لأَخِيْهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا.**

عبدالمجید بن ابراہیم نے آپ سے پوچھا کہ جو لوگ ظلم کرتے ہیں اور آپ پر بہتان باندھتے ہیں اور آپ کو تکالیف پہنچاتے ہیں تو آپ ان کے خلاف بددعا کیوں نہیں کرتے؟

آپ نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **اِصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِىْ عَلَى الْحَوْضِ**، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **مَنْ دَعَا عَلٰى ظَالِمِهِ فَقَدِانْتَصَرَ.**

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سن ۲۵٦ ہجری کی عیدالفطر کی رات میں وفات پائی جب کہ آپ کی عمر ٦۲ برس تھی۔

عبدالواحد طوسی نے جو اس زمانہ کے صلحاء اور اکابر اولیاء میں تھے، خواب دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب کے برسر راہ منتظر کھڑے ہیں۔ انہوں نے سلام کر کے عرض کیا کہ ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کس کا انتظار ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''محمد بن اسمٰعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں۔''

وہ فرماتے ہیں کہ اس خواب کے چند روز بعد ہی میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر سنی۔ جب میں نے لوگوں سے وفات کے وقت کی تحقیق کی تو وہی ساعت معلوم ہوئی، جس

میں میں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں منتظر دیکھا تھا۔ (بستان المحدثین ص:١٨١)

محمد بن بشار بندار فرماتے ہیں حُفَّاظُ الدُّنْيَا أَرْبَعَةٌ أَبُوْ زُرْعَةَ بِالرَّیِّ وَمُسْلِمٌ بِنَيْسَابُوْر وَ عَبْدُ اللّٰهِ الدَّارِمِیْ بِسَمَرْقَنْد وَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ بِبُخَارٰی.

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۵ر رجب ۲۶۱ھ کو بروز یکشنبہ وفات پائی، دوشنبہ کو جنازہ اٹھایا گیا اور نیشاپور کے باہر نصیر آباد میں دفن کئے گئے۔

جان من ہر چیز را با اصل خود باشد رجوع ماچو از خاکیم آخر خاک می باید شدن

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی قبر مبارک زیارت گاہ خلائق بنی ہوئی ہے۔

آپ کی وفات کا واقعہ نہایت حیرت انگیز و عبرت خیز ہے۔ کہتے ہیں کہ مجلس درس میں ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا جو امام صاحب کو سوء اتفاق سے یاد نہ آئی۔ گھر واپس ہوئے تو انہیں خرما کا ایک ٹوکرا پیش کیا گیا۔ حدیث کی تلاش و جستجو میں اس قدر محو ہوئے کہ آہستہ آہستہ تمام چھوارے تناول فرما گئے اور حدیث بھی مل گئی۔ بس یہی چھوارے زیادہ کھالینا ان کی موت کا سبب بنا۔ اس سے امام صاحب کی علمی شیفتگی اور انہماک کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

وفات کے بعد ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں حال دریافت کیا تو فرمایا ''خدا تعالیٰ نے میرے لئے جنت کو مباح کردیا''۔ (ظفر المحصلین باحوال المصنفین ص:١١٩)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

اکثر محققین کی رائے کے مطابق ۲۸ر ذی الحجہ ۸۵۲ھ کو شنبہ کے دن بعد نماز عشاء علم و عمل کا یہ آفتاب غروب ہوا۔ اس وقت عمر شریف ۷۹ر سال ۴ر ماہ اور ۱۰ر دن تھی۔ مرض الموت کا سبب

اسہال کی شدت تھی۔

ایام مرض الموت میں قاضی القضاۃ سعد الدین دیری برائے عیادت تشریف لائے اور حال دریافت کیا تو موصوف نے علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدہ کے چار شعر پڑھے۔

قَـرُبَ الـرَّحِيْلُ اِلٰی دِيَـارِ الآخِـرَة ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ فَـاجْعَلْ اِلٰهِىْ خَيْرَ عُمْرِىْ آخِرَه

وَارْحَـمْ مَبِيْتِـىْ فِى الْقُبُوْرِ وَوَحْدَتِىْ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ وَارْحَـمْ عِظَامِىْ حِيْنَ تَبْقٰى نَاخِرَة

فَـأَنَـا الْـمِسْـكِيْـنُ الَّـذِىْ أَيَّـامُـهُ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ وَلَّـتْ بِـأَوْزَارٍ غَـدَتْ مُتَـوَاتِرَة

فَـلَـئِـن رَحِـمْـتَ فَـأَنْتَ أَكْرَمُ رَاحِـمٍ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ فَبِـحَـارُ جُـوْدِكَ يَا اِلٰهِىْ ذَاخِرَة

(ظفر المحصلين باحوال المصنفین ص:۱۸۵)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

خاندان نبوت میں واقعہ کربلا کے بعد متعدد افراد نے انقلاب حکومت کی کوشش کی۔ محمد ذو النفس الزکیہ نے مدینہ طیبہ میں اور ان کے مشورہ سے ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے کوفہ میں منصور کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے برملا ان کی تائید کی۔

مشہور ہے کہ خلیفہ منصور نے امام صاحب کے سامنے منصب قضا کی پیش کش کی تھی، مگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کردیا، جس کے نتیجہ میں منصور نے ۱۴۷ھ میں قید کردیا۔

مؤرخین کا خیال ہے کہ منصور نے ان کے خلاف جو سخت کاروائی کی، اس کی وجہ عہدہ قضا سے انکار نہ تھا بلکہ محمد وابراہیم کی حمایت تھی، جس کا منصور کو علم تھا۔ بہر حال بے خبری میں منصور نے آپ کو زہر دلوادیا۔ جب اس کا اثر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کرلیا تو سجدہ کیا اور اسی حالت میں رجب ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ اِنَّـا لِلّٰـهِ وَاِنَّـا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْن. (البدایہ والنہایہ ص:۱۰۷، ج:۱۰- محدثین عظام ص:۵۷)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

امام صاحب زندگی کے آخری سالوں میں تقریباً گوشہ نشین ہوگئے تھے، حتی کہ جمعہ و جماعت کے لئے بھی باہر نہیں آتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہر شخص کھل کر اپنا عذر بیان نہیں کرسکتا ہے۔ اس کے باوجود آپ کی مقبولیت و مرجعیت میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے آخر میں بتایا کہ مجھے سلس البول کا مرض ہوگیا ہے۔ میں اس حالت میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جانا نہیں چاہتا کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم میں فرق آئے، اور میں نہیں چاہتا کہ اپنی بیماری کا تذکرہ کر کے اللہ سے شکوہ کروں۔

امام صاحب بائیس دن بیمار رہے۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۷۹ھ کو شنبہ کے دن وفات ہوئی۔ انتقال سے پہلے تشہد پڑھا اور فرمایا لِلّٰہِ الأمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ۔

ابن کنانہ اور ابن زبیر نے غسل دیا۔ صاحبزادہ یحییٰ اور کاتب حبیب پانی ڈالتے تھے۔ وصیت کے مطابق سفید کپڑے کا کفن دیا گیا اور امیر مدینہ عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ (سیرت ائمہ اربعہ)

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ذی قعدہ ۳۰۲ھ میں مصر کو خیر باد کہا اور وہاں سے فلسطین کے ایک مقام رملہ آ گئے تھے۔ چونکہ شام میں بنی امیہ کی طویل حکومت کے سبب سے خارجیت اور ناصبیت کا زور تھا، عوام حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بدگمان تھے، اس لئے امام نسائی دمشق تشریف لے گئے، اور جامع دمشق میں منبر پر چڑھ کر کتاب خصائص علی رضی اللہ عنہ سنانی شروع کی۔ ابھی تھوڑی سی ہی پڑھی تھی کہ لوگوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فضائل سنانے کو طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ”معاویہ کے لئے یہی کافی ہے کہ برابر سرابر چھوٹ جائیں“۔

دوسری روایت جو فی الواقع اقرب معلوم ہوتی ہے، میں یوں ہے کہ ''مجھ کو ان کے مناقب میں بجز حدیث ''لاأشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ'' اور کوئی حدیث نہیں پہنچی۔''

اس پر عوام نے مشتعل ہو کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تشیع کا الزام لگا کر زدوکوب شروع کر دی۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نازک مقام پر چند سخت چوٹیں آئیں، جن کے سبب سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نیم جاں ہو گئے، ایسی حالت میں لوگ مکان پر لائے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''مجھ کو مکہ مکرمہ لے چلو تا کہ میرا انتقال مکہ معظّمہ میں ہو''۔ بالآخر مکہ مکرمہ پہنچ کر اسی حالت میں وہ اپنے خدا سے جا ملے۔

امام صاحب کا انتقال ۱۳؍صفر ۳۰۳ھ بروز دوشنبہ ہوا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ شعبان میں انتقال ہوا اور رملہ ہی میں سپرد خاک کئے گئے، انتقال کے وقت عمر مبارک ۸۸؍ سال تھی۔ (محدثین عظام ص: ۲۴۵/۲۴۶)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی راتوں کو اس طرح تقسیم فرما رکھا تھا کہ ایک تہائی رات علم کے لئے اور ایک تہائی سونے کے لئے اور ایک تہائی عبادت کے لئے رکھی تھی۔

آپ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور قراءت کرتے، اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سمندر ابل پڑتا اور اپنے بارے میں شدتِ تواضع کی بناء پر اپنے آپ کو اہلِ معاصی میں سے شمار فرما کر یوں فرماتے تھے:

اُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَ لَسْتُ مِنْهُمْ   لَعَلِّيْ اَنْ اَنَالَ بِهِمْ شَفَاعَةً

وَاَكْرَهُ مَنْ بِضَاعَتُهُ الْمَعَاصِي   وَ اِنْ كُنَّا جَمِيْعًا فِي الْبِضَاعَةِ

آپ قرآنِ پاک کے عشاق میں سے تھے۔ آپ کا معمول سال بھر کا، چوبیس گھنٹے میں ایک ختم کا تھا، اور رمضان المبارک میں دن کو ایک ختم اور رات کو ایک ختم فرماتے تھے۔ جب آپ

قراءت فرماتے ،تو خود بھی روتے اور سامعین کو بھی رلاتے تھے۔

آپ کے ایک معاصر کا بیان ہے کہ جب ہم رونا چاہتے تو ہم ایک دوسرے سے کہتے کہ اس مطلبی جوان عالم کے پاس چلتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں۔ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور قرآن پڑھنا آپ شروع فرماتے ،تو لوگ آپ کے سامنے لوٹ پوٹ ہوکر گرنا شروع کرتے اور آہ وبکاء بلند ہوتی ،جب یہ بکثرت ہوجاتا تو آپ قراءت سے رک جاتے۔

اہل بیت کی صفتِ خاصہ سخاوت اس درجہ کی تھی کہ ان ہی سے مروی ہے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ مروءت کے چار ارکان ہیں، حسنِ خلق، سخاوت، تواضع اور عبادت۔

آپ کی مقبولیت عندالناس بعض معاصرین سے دیکھی نہیں گئی ،تو تشیع کی تہمت لگائی گئی اور آپ کے خلاف ہارون رشید کے محل میں سازشیں رچی گئیں اور جب آپ کی عمر ۳۴ برس تھی تو ہاتھوں اور پیروں میں بیڑیاں ہیں اور اس حال میں آپ کو نو علوی حضرات کے ساتھ ہارون رشید کی خدمت میں حاضر کیا گیا اور یکے بعد دیگرے ان نو کی آپ کے سامنے گردنیں اڑادی گئیں۔

جب آپ کی باری آئی تو حضرت امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ ہارون رشید کے یہاں قاضی تھے ،تو حضرت امام محمد بن حسن کی شفاعت اور سفارش سے اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو اس مصیبت سے نجات دلائی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہارون رشید نے حکم دیا کہ انہیں قاضی محمد بن الحسن کے سپرد کردیا جائے ،اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ:

وَ لَهُ مِنَ الْعِلْمِ مَحَلٌّ كَبِيْرٌ وَ لَيْسَ الَّذِىْ رَفَعَ عَلَيْهِ مِنْ شَأنِهِ

کہ آپ کا علمی مرتبہ سب سے بلند ہے اور کوئی اس وقت اس پایہ کا نہیں ہے۔

اس فیصلہ پر ہارون رشید نے نہ صرف آپ کو رِہا کیا بلکہ آپ کو پچاس ہزار ہدیہ پیش کیا جو آپ نے قبول فرمایا۔

آپ بکثرت امراض اور اسقام کا شکار رہے، بالخصوص بواسیر کی آپ کو زبردست تکلیف تھی۔

آپ کے آخری مرض میں آپ کے خصوصی شاگرد تھے مزنی، وہ پہنچے اور پوچھا کَیْفَ اَصْبَحْتَ؟ تو جواب دیا اَصْبَحْتُ مِنَ الدُّنْیَا رَاحِلاً وَ لِلْاِخْوَانِ مُفَارِقًا وَلِکَأْسِ الْمَنِیَّۃِ شَارِبًا وَ عَلَی اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ وَارِدًا. یہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میری روح کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا کہ میں اسے مبارک باد دوں یا دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا کہ میں اس کی تعزیت کروں۔

پھر اس حال میں بھی آپ پر ادب کا ذوق غالب رہا اور آپ نے اشعار شروع کیے:

وَ لَمَّا قَسَا قَلْبِیْ وَ ضَاقَتْ مَذَاھِبِیْ
جَعَلْتُ رَجَائِیْ نَحْوَعَفْوِکَ سُلَّمَا
تَعَاظَمَنِیْ ذَنْبِیْ فَلَمَّا قَرَنْتُہُ
بِعَفْوِکَ کَانَ عَفُوُکَ اَعْظَمَا
فَمَازِلْتَ ذَا عَفْوٍعَنِ الذَّنْبِ لَمْ تَزَلْ
تَجُوْدُ وَتَعْفُوْ مِنَّۃً وَ تَکَرُّمَا

جن کا مطلب یہ ہے کہ

۱- جب میرا دل سخت ہوا اور میرے راستے تنگ ہو گئے تو میں نے تیری معافی کے لئے امید کی سیڑھی لگائی۔

۲- میرے گناہ بہت بڑے تھے، جب میں نے ان کی تیری معافی کے مقابل رکھا تو تیری معافی ان سے زیادہ بڑی تھی۔

۳- تو محض اپنے احسان اور بزرگی کی وجہ سے سخاوت کر کے ہمیشہ میرے گناہ معاف کرتا رہا‘‘ (منہاج القاصدین لابن الجوزی ص:۵۷۸)

کسی نے اس مضمون کو اردو میں بھی شعر کے قالب میں ڈھالا ہے:

سخت جب میرا ہوا دل اور ہوئیں سب راہیں بند
کر دیا پانی رجا کو زینہ تیرے عفو کا
اپنے جرموں کو بڑا سمجھا تھا میں، پر جب کیا
عفو کے تیرے مقابل عفو ہی اعظم رہا
تو ہمیشہ مغفرت کرتا ہے بندوں کے گناہ
اپنے جود وعفو واحسان وکرم سے اے خدا

(ترجمہ احیاء العلوم ج:۴)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا، تو آپ نے وصیت فرمائی کہ میری میت کو غسل محمد بن عبداللہ بن عبدالحکیم دیں گے۔ جب آپ کا انتقال ہوگیا تو محمد کو اطلاع دی گئی، وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کے حساب کا رجسٹر پہلے مجھے دکھاؤ۔ رجسٹر لایا گیا، اس میں حضرت امام کے ذمہ جو قرضہ لوگوں کا تھا وہ حساب کر کے جمع کیا تو اس کی مقدار ستر ہزار درہم تھی۔ محمد نے فرمایا کہ یہ سب قرضہ میرے ذمہ ہے، اپنی ذمگی کا کاغذ لکھ دیا اور فرمایا کہ ''غسل دینے سے یہی مراد تھی'' اور اس کے بعد اس سارے قرضہ کو ادا کر دیا۔ (فضائل صدقات ص:۵۱۸)

۲۰۴ ہجری، رجب کی آخری رات جب کہ آپ کی عمر صرف ۵۴ برس تھی آپ کی روح اعلی علیین کو پرواز کر گئی۔ رحمہ اللہ۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۱۱۳ ہجری میں ہے اور آپ کی وفات سن ۱۸۲ میں ہے۔

ہلال الرّائی فرماتے ہیں کہ کَانَ اَبُوْ یُوْسُفَ یَحْفَظُ التَّفْسِیْرَ وَ یَحْفَظُ الْمَغَازِیْ وَ

اَیَّامَ الْعَرَبِ، کَانَ اَحَدُ عُلُوْمِهِ الْفِقْهُ.

علی ابن مدینی فرماتے ہیں کہ مَا أخِذَ عَلٰی أبِی یُوْسُفَ اِلَّا حَدِیْثُه فِی الْحِجْرِ، وَکَانَ صَدُوْقًا.

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وفات کے وقت فرمار ہے تھے کُلُّ مَا افْتَیْتُ بِهِ فَقَدْ رَجَعْتُ عَنْهُ اِلَّا مَا وَافَقَ الْکِتَابَ وَ السُّنَّةَ.

ایک روایت میں ہے اِلَّا مَا فِی الْقُرْآنِ وَ أجْمَعَ عَلَیْهِ الْمُسْلِمُوْنَ.

آپ کے شاگرد قاضی ابراہیم ابن جراح کا بیان ہے کہ مرض الوفات میں ہم عیادت کو پہنچے، تو فرمانے لگے اے ابرہیم! ایک مسئلہ میں گفتگو کرنی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس حال میں بھی؟ فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، اس حال میں بھی۔

پھر فرمایا کہ ابراہیم! مناسکِ حج میں رمیِ جمار ہے، اس میں افضل کیا ہے؟ اَنْ یَّرْمِیَهَا مَاشِیًا أوْ رَاکِبًا؟ قُلْتُ رَاکِبًا، فَقَالَ أخْطَأتَ، قُلْتُ مَاشِیًا، قَالَ أخْطَأتَ، تو میں نے عرض کیا کہ آپ خود فرمائیں۔ ارشاد فرمایا کہ امَّا مَا کَانَ یُوْقَفُ عِنْدَهُ لِلدُّعَاءِ فَالْأفْضَلُ أنْ یَّرْمِیَهَا مَاشِیًا، وَ أمَّا مَا کَانَ لا یُوْقَفُ عِنْدَهُ فَالْأفْضَلُ أنْ یَّرْمِیَهَا رَاکِبًا.

پھر میں آپ کے پاس سے اٹھ کر دروازہ تک نہیں پہنچا کہ میں نے چیخ و پکار سنی کہ آپ کی وفات ہوگئی، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ. (قیمة الزمن)

امام نافع رحمۃ اللہ علیہ

امام نافع رحمۃ اللہ علیہ قراءِ سبعہ میں سے ہیں اور لیث بن سعد ارشاد فرماتے ہیں کہ اِمَامُ النَّاسِ فِی الْقِرَاءَ ةِ بِالْمَدِیْنَةِ نَافِعٌ.

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جب بسملہ کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ سَلُوْا نَافِعًا فَکُلُّ عِلْمٍ یُسْأَلُ عَنْهُ أهْلُهُ. ہر علم اس کے ماہر سے پوچھنا چاہئے وَ نَافِعٌ اِمَامُ النَّاسِ فِی

الْقِرَاءَ ةِ.

وفات کے وقت آپ کے بیٹے آپ سے پوچھنے لگے أَوْصِـنَــا ہمیں وصیت کیجئے، تو فرمایا فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَ اَطِيْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَهُ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ۔

۱۶۹ ہجری میں آپ کی وفات ہے جب کہ آپ کی ولادت سنہ ۷۰ ہجری کے آس پاس بتائی گئی ہے۔

قطب الاقطاب سیدی شیخ الحدیث قدس سرہ

آخری پیار

حضرت کی علالت کے آخری ایام میں انتقال سے چند روز قبل ہمارے دارالعلوم کے ایک طالب علم کا خط آیا، جس میں اس نے اپنے احوال لکھے تھے، جس کے ضمن میں اپنی گندگی اور تقاصیر کا پیش نظر رہنا اور عبدیت کا استحضار وغیرہ مذکور تھا۔ صوفی اقبال صاحب نے میری غیبت میں حضرت کو وہ خط سنایا، سن کر حضرت بہت مسرور ہوئے اور ان سے فرمایا کہ ''یوسف آئے تو مجھے بتادیجیو، میں اس کا منہ چوموں گا۔''

جب میں حاضر ہوا تو فرمایا ''ادھر آلا تیرا منہ چوموں''۔ میں نے بڑھ کر حضرت کی پیشانی مبارک اور دست مبارک کو چوما۔ حضرت نے فرمایا ''ارے میں نے تجھے چومنے کے لئے بلایا تھا، تیرے لونڈے کا خط سن کر بڑا ہی جی خوش ہوا، اس کو میری طرف سے خوب دعائیں لکھ دیجیو اور یہ کہ جو اپنے کو اہل سمجھے وہی نااہل ہے''۔

ملک الموت سے گفتگو

حضرت شیخ قدس سرہ وصال سے چند سال قبل حجاز مقدس سے ہندوستان تشریف لے گئے۔ ایک روز دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوکر جب مہمان چلے گئے اور حضرت قدس سرہ کچے گھر کے

حجرہ میں چار پائی پر لیٹ گئے اور چار پائی سے متصل ہی فرش پر مولانا احمد محمد لولات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کرمالی، گجرات شیخ الحدیث بڑودہ اور مولانا مظہر عالم مظفر پوری بہاری مہتمم معہد الرشید الاسلامی کینیڈا اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور صحن کے کواڑ اندر سے بند تھے۔

یہ دونوں صاحبان ابھی جاگ ہی رہے تھے کہ انہوں نے آواز سنی کہ حضرت قدس سرہ کسی سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ انہیں بڑا تعجب ہوا کہ حجرہ میں کوئی ہے نہیں، کس سے گفتگو فرما رہے ہیں؟ حضرت کو ابھی لٹایا ہے، جاگ ہی رہے ہیں، نیز سونے کی حالت میں بھی عمر بھر کبھی حضرت کو نیند میں بھی بولتے نہیں سنا گیا، بلکہ شدید بیماری میں بھی کبھی کراہنے کی کسی قسم کی آواز حضرت سے نہیں سنی گئی۔

یہ دونوں حضرات طویل گفتگو کی صرف آواز سنتے رہے مگر الفاظ مفہوم نہیں ہو رہے تھے، چنانچہ عصر کے لئے حضرت شیخ قدس سرہ کو وضو کراتے وقت پوچھا کہ لیٹنے کے بعد حضرت کس سے باتیں کر رہے تھے؟

حضرت نے پیار میں چلو سے پانی ان کے منہ پر پھینک کر فرمایا ''ابے تو نے سن لیا۔'' اس کے بعد فرمایا کہ ''ملک الموت تشریف لائے ہوئے تھے ان سے باتیں کر رہا تھا''۔

بیداری میں ملک الموت کی زیارت

آخری ایام میں وضو کرانے لگا تو حضرت نے پوچھا ''کون؟'' میں نے عرض کیا ''یوسف''۔ فرمایا ''آج پھر ملک الموت آئے تھے''۔ میں نے پوچھا حضرت نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ فرمایا نہیں، میں لیٹا ہوا تھا، بیدار ہی تھا کہ تشریف لے آئے اور مسکراتے ہوئے بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔''

ملک الموت کی بیداری میں یہ دوسری زیارت تھی۔ پچیس تیس سال پہلے کی زیارت کا قصہ مفتی مقبول احمد صاحب حضرت سے سنا ہوا بیان فرماتے ہیں کہ ''مجھے پیشانی پر ایک بڑا دنبل نکلا، حکیمی

علاج جاری تھا۔

اس سلسلہ میں ایک علاج کے متعلق یہ بتایا گیا کہ اس دوا سے سارا مواد تحلیل ہو جائے گا۔ رمضان کی راتیں تھیں اور سحری کھانے میں ابھی کافی دیر تھی، تکلیف مجھے اتنی شدید ہوگئی کہ میں یہ سمجھا کہ یہ میرا آخری وقت ہے۔ گھر والوں سے بہ اصرار میں نے سحری کھانے کو کہا، یہ سوچ کر کہ اگر میں مرگیا تو یہ سب سحری کھانے سے رہ جائیں گے۔ اسی تکلیف کی شدت میں میں کبھی آنکھیں کھول رہا تھا، کبھی بند کررہا تھا کہ اب ملک الموت آنے والے ہوں گے، مگر وہ تکلیف ورم کے تحلیل ہونے کی تھی، آہستہ آہستہ افاقہ ہوگیا۔

اگلے روز حسب معمول صبح جب اوپر کتب خانہ میں تھا، پیچھے سے سیڑھی کا دروازہ بند تھا، تو ایک خوبصورت آدمی میرے سامنے آئے۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے ''وہی جن کا تم رات میں انتظار کررہے تھے'' میں نے کہا پھر اب لے چلئے۔ فرمانے لگے ''ابھی نہیں''۔

خواب میں ملک الموت کی زیارت

برطانیہ کے دوسرے سفر میں جب حضرت ہسپتال داخل کئے گئے، داخلہ کے دوسرے روز ہمیں حالت تشویشناک معلوم ہوئی، اس قدر کہ لندن سے مدینہ طیبہ تک کے خصوصی طیارہ کے لئے بھی بات چیت کرلی گئی۔ جب حضرت صحت مند ہوکر دارالعلوم واپس تشریف لائے اور اس کا تذکرہ آیا تو حضرت نے فرمایا ''میرے مرنے کا فکر نہ کرو میں ابھی مرتا نہیں ہوں، مجھ سے وعدہ ہے''۔

اس کے بعد فرمایا کہ ''ملک الموت کی زیارت والا خواب تم نے سنا ہوگا کہ میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں بیمار ہوا۔ اسی دوران میں نے خواب دیکھا۔ دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان میرے پاس آئے، میں نے پوچھا کون؟ کہنے لگے ملک الموت۔ میں نے کہا پھر چلئے۔ فرمانے لگے یہاں نہیں، جب آپ مدینہ منورہ پہونچیں گے میں وہاں آؤں گا''۔

اس کے بعد مکہ مکرمہ سے جب میں مدینہ طیبہ آ گیا تو خواب میں دیکھا کہ جا رہے ہیں۔ میں نے کہا ارے! تم نے کہا تھا کہ جب مدینہ طیبہ پہونچ جاؤ گے تو میں آؤں گا۔ اب میں پہونچ گیا ہوں۔ تو ہنس کر فرمانے لگے "ابھی تم سے کچھ اور کام لینا ہے"۔

انتقال سے تقریباً تین دن قبل حضرت نے کونہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "دیکھو، وہ شیطان کھڑا ہے، تمہیں نظر آ رہا ہے؟" (حسب نظام پہنچ تو گیا جیسا کہ احادیث میں خبر دی گئی ہے، مگر آگے بڑھنے کی جرأت کہاں سے لائے)

تین چار روز قبل ہی مولوی نجیب اللہ صاحب حضرت کو استنجاء کرا رہے تھے۔ میں برابر والے کمرہ میں تھا، رات بارہ بجے کے بعد کا وقت تھا، باہر کوئی زور سے دو مرتبہ چیخا "نجیب اللہ، نجیب اللہ" میں بھاگا ہوا فوراً گیا تو وہاں نہ کوئی آدم تھا نہ آدم زاد۔

بالکل اسی طرح اماں جی کے ساتھ بھی یہی قصہ پیش آیا کہ وہ قرآن ختم کر کے مرحومین میں سے کسی کے لئے ایصال ثواب کرنا چاہتی تھیں۔ بڑے زور سے ان کا نام لے کر انہیں کسی نے پکارا، حالانکہ گھر کے دو تین افراد کے سوا ان کا نام جاننے والا بھی وہاں کوئی نہیں تھا۔ یقیناً یہ ہاتف غیبی کی طرف سے پکار تھی، مقصد اللہ ہی کو معلوم۔

مرض الوفات

ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب میمنی نے حضرت کے وصال کے مفصل احوال تحریر فرمائے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ "یکشنبہ ۱۶؍مئی ۱۹۸۲ء کی شب میں نیم بے ہوشی تھی، دوسرے روز فجر سے مکمل بے ہوشی ہوگئی، اتوار کا سارا دن مکمل بے ہوشی میں گزرا کہ جس کروٹ لٹایا جاتا اسی پر رہتے، نہ آواز دیتے نہ حرکت، نہ کھانسی وغیرہ۔ نبض اور بلڈ پریشر دیکھ کر اطمینان ہوتا کہ فوری خطرہ نہیں ہے، علاج وغیرہ مختلف تدبیریں ہوتی رہیں۔

اتوار کی شام کو بخاری شریف کا ختم کرایا گیا جو اتوار پیر دو روز میں مکمل ہوا، جس کے بعد

صاحبزادہ مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم نے بہت الحاح کے ساتھ دعا کرائی۔ مکہ مکرمہ میں شیخ محمد علوی مالکی کے یہاں بھی یٰسین شریف کا ختم ہوا۔

دوشنبہ ۱۷ مئی کو بے ہوشی تو تھی لیکن کل جیسی نہیں تھی، بلکہ ہیجانی کیفیت تھی۔ صبح تو اللہ، اللہ فرماتے رہے، ظہر کے بعد سے ''یا کریم، یا کریم، ''یا'' او کریم، او کریم'' فرماتے رہے، کبھی کبھی ''یا حلیم، یا کریم'' بھی فرماتے رہے، یا کریم کی یہ آوازیں اخیر وقت تک وقتاً فوقتاً دیتے رہے۔

علاج کے سلسلہ میں یہ ناکارہ دیگر ڈاکٹروں سے بھی برابر مشورہ کرتا رہا، بالخصوص ڈاکٹر اشرف صاحب، ڈاکٹر ایوب صاحب، ڈاکٹر سلطان صاحب، ڈاکٹر منصور صاحب اور ڈاکٹر عبد الاحد صاحب وغیرہ اور خون وغیرہ کے معائنہ کے لئے ڈاکٹر انصرام صاحب بہت تعاون فرماتے رہے، البتہ جگر اور گردہ کا عمل برابر کمزور ہوتا گیا، خون پیشاب کا معائنہ اور تدابیر ہوتی رہیں، غذا تقریباً بند تھی، رگ میں بوتلوں کے ذریعہ ہی غذا، پانی اور گلوکوز وغیرہ دیا جاتا رہا۔ ۲۱ مئی کو نماز جمعہ حرم شریف کی جماعت کے ساتھ مدرسہ شرعیہ کے صدر دروازہ میں ادا فرمائی۔

وصال

اتوار ۲۳ مئی کی صبح تک بظاہر طبیعت کچھ ٹھیک رہی۔ ۲۳ مئی کو بعد ظہر سوء تنفس کی تکلیف ہوئی، جس کی فوراً تدبیر کر لی گئی۔ مغرب سے آدھ گھنٹہ قبل ہی جب یہ ناکارہ مطب میں تھا، حضرت کے خادم مولوی نجیب اللہ نے ٹیلیفون پر بتلایا کہ حضرت کی طبیعت خراب ہے۔ چنانچہ میں فوراً حاضر ہوا، تو دیکھا کہ سوء تنفس کی تکلیف بہت زیادہ ہے، جس کی وجہ سے حضرت کو بے چینی ہے، سانس لینے میں بہت دقت محسوس ہو رہی ہے۔ بندہ نے معائنہ کر کے ضروری انجکشن لگائے، جس کے چند منٹ کے بعد سکون مل گیا، اور سانس طبعی حالت پر آ گئی۔

عشاء کے بعد بندہ کے گھر جانے تک طبیعت نسبتاً ٹھیک تھی اور حضرت گفتگو بھی تھوڑی تھوڑی فرماتے رہے، البتہ تشویش کی بات یہ پیش آئی کہ کل ظہر کے بعد سے پیشاب بالکل نہیں آیا، صبح

آٹھ بجے دوبارہ سوء تنفس کی تکلیف شروع ہوئی، اس کے لئے اور پیشاب کے لئے تدبیریں کی جانے لگیں، جس سے ظہر عصر کے درمیان پیشاب تو آ گیا، تنفس کے لئے انجکشن، آکسیجن وغیرہ لگائے گئے۔

بارہ بجے دو پہر تک بے چینی رہی، کبھی فرماتے بٹھاؤ، کبھی فرماتے لٹاؤ، کبھی فرماتے دوالاؤ، وقتاً فوقتاً ''یا کریم، اوکریم'' بھی بلند آواز میں فرماتے رہے۔ یہ ناکارہ (یعنی ڈاکٹر اسماعیل میمن صاحب مدظلہ) چونکہ مسلسل پاس ہی بیٹھا رہا تو کبھی کبھی اس ناکارہ کا ہاتھ پکڑ کر زور سے دباتے۔

تقریباً گیارہ بجے جب کہ الحاج ابوالحسن نے تکیہ اونچا کیا تو بندہ کی طرف دیکھ کر فرمایا ''ڈاکٹر صاحب ہیں؟'' ابوالحسن نے کہا ہاں یہ ڈاکٹر اسماعیل ہیں، یہ سن کر بندہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ یہ آخری گفتگو تھی، جو حضرت نے فرمائی، اس کے بعد ''یا کریم، اوکریم'' فرماتے رہے، ظہر تک یہ کیفیت رہی۔ ظہر کے بعد سے مکمل سکون ہو گیا، جو آخری وقت تک رہا۔ یہ ناکارہ بار بار نبض و بلڈ پریشر وغیرہ دیکھتا رہا۔

روح پرواز کرنے سے کچھ قبل صاحبزادہ مولانا طلحہ صاحب مدظلہ العالی نے بندہ سے پوچھا کہ ''کیا یہ آخری وقت ہے؟'' بندہ نے اثبات میں سر ہلایا تو انہوں نے بلند آواز سے ''اللہ اللہ'' کہنا شروع کر دیا، اسی حال میں حضرت نے دو مرتبہ آخری ہچکیاں لیں، جس سے آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں اور روح پرواز کر گئی۔ اس وقت ٹھیک پانچ بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے، یعنی مغرب سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، أَللّٰھُمَّ آجِرْنَا فِیْ مُصِیْبَتِنَا عِوَضَنَا خَیْرًا مِنْھَا وَاِنَّا بِفِرَاقِکَ یَا شَیْخ لَمَحْزُوْنُوْنَ.

جس کی ساری عمر اتباع سنت میں گزری، اس کو تکوینی طور پر یہ اتباع بھی نصیب ہو گیا کہ دو شنبہ کو عصر و مغرب کے درمیان وصال ہوا۔ اس وقت حاضرین کا جو حال تھا وہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وصال کے وقت پاس موجود ہونے والوں میں صاحبزادے مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم، مولانا عاقل صاحب دامت برکاتہم، ان کے صاحبزادے جعفر، الحاج ابوالحسن، مولوی

نجیب اللہ، صوفی اقبال، مولانا یوسف متالا، حکیم عبد القدوس، مولوی اسماعیل، مولوی نذیر، ڈاکٹر ایوب، حاجی دلدار، اسعد، عبد القدیر اور یہ نا کارہ تھے۔

تجہیز و تکفین

فوراً ہی تجہیز و تکفین کے انتظامات شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر ایوب صاحب کو ہسپتال کا ورقہ لینے کے لئے اس وقت بھیج دیا گیا، صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ صاحب، مولانا عاقل صاحب و دیگر متعلقین و خدام کا مشورہ ہوا کہ تدفین عشاء کے بعد ہو یا فجر کے بعد؟ کیوں کہ بعض مخصوص احباب واعزہ کے مکہ مکرمہ سے پہنچنے کی اطلاع تھی، چونکہ ان کی وہاں سے روانگی کا وقت معلوم تھا، جس کے پیش نظر ان کا عشاء تک پہنچ جانا گویا یقینی تھا۔ اس پر یہ طے ہوا کہ عشاء ہی میں نماز جنازہ ہو جانی چاہئے، اور فجر تک مؤخر نہ کیا جائے۔ اس کا اعلان بھی کر دیا گیا، لیکن اس کا بھی ہمیشہ افسوس رہے گا کہ وہ اعزہ جن کی آمد کا ہمیں شدت سے انتظار تھا، وہ راستہ میں گاڑی خراب ہو جانے کی وجہ سے بروقت نہ پہنچ سکے اور چونکہ عشاء کا اعلان ہو چکا تھا اس لئے عین وقت پر تبدیلی نہیں ہو سکتی تھی۔

ہر جگہ ٹیلی فون سے اطلاع کر دی گئی، مغرب کے بعد غسل دیا گیا، جو مولانا عاقل صاحب اور مولانا یوسف متالا صاحب کی ہدایت اور مشوروں سے دیا گیا۔ غسل کے وقت خدام کا بڑا مجمع موجود تھا، ہر شخص کی خواہش تھی کہ اس مبارک عمل میں شریک ہو، غسل میں شرکت کرنے والوں میں یہ حضرات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں، مولانا یوسف متالا، الحاج ابوالحسن، مولوی نجیب اللہ، حکیم عبد القدوس، عزیز جعفر، شاہ عطاء المہیمن ابن مولانا شاہ عطاء اللہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ، صوفی اسلم، مولوی صدیق، مولوی احسان، قاضی ابرار اور عبد المجید وغیرہ۔

ڈاکٹر محمد ایوب جو ورقہ لینے گئے تھے، پورے دو گھنٹے کے بعد آئے اور بتلایا کہ ورقہ حاصل کرنے میں کچھ قانونی رکاوٹ ہو رہی ہے، چنانچہ صاحبزادہ مولانا طلحہ صاحب کو بھی ان کے ہمراہ

بھیجا گیا۔ قبرستان والوں سے قبر کھودنے کو کہا گیا، تو انہوں نے کہا کہ جب تک ہسپتال کا ورقہ نہ آجائے، ہم قبر نہیں کھود سکتے۔ اس وقت عشاء میں صرف پون گھنٹہ باقی تھا، دوبارہ مندرجہ بالا حضرات نے مشورہ کیا کہ اب بظاہر عشاء تک قبر تیار ہونا دشوار ہے، لہذا فجر میں جنازہ ہو۔

اس کے فوراً بعد سید حبیب صاحب تشریف لائے، انہوں نے فرمایا کہ میں خود جا کے قبر کی جگہ بتلا کر آیا ہوں، اور قبر کھودنا شروع ہو گیا ہے۔ تقریباً بیس منٹ بعد ہسپتال کا ورقہ بھی آ گیا اور قبر تیار ہو جانے کی اطلاع بھی مل گئی، نیز قبرستان والے مخصوص چارپائی بھی لے آئے گویا عشاء کی اذان سے پندرہ منٹ قبل جنازہ بالکل تیار تھا، لہذا پہلے مشورہ کے مطابق جنازہ باب السلام سے حرم شریف لے جایا گیا۔ عشاء کے فرضوں کے متصل بعد یہاں کی عام روایت کے مطابق حرم شریف کے امام شیخ عبداللہ زاحم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع کی طرف باب جبرئیل سے نکل کر چلے۔

ہجوم بے پناہ تھا، ایسا ہجوم کسی اور جنازہ میں شاید ہی دیکھا گیا ہو، قبر شریف حضرت کے منشاء کے مطابق اہل بیت کے احاطہ اور حضرت سہارنپوری کی قبر شریف کے قریب کھودی گئی تھی۔ صاحبزادہ مولانا طلحہ اور الحاج ابوالحسن قبر شریف کے اندر اترے اور اس کو بند کیا۔ اس طرح حضرت اقدس کی دیرینہ تمنا پوری ہوئی۔

متعلقین کے متعلق فکر

ایک خاص بات یہ دیکھی کہ وصال سے ایک روز قبل حضرت والا ہر ایک سے فرداً فرداً دریافت فرماتے رہے کہ تم کیا کرتے ہو؟ صوفی اقبال صاحب سے، الحاج ابوالحسن صاحب سے، اس ناکارہ سے براہ راست دریافت فرمایا۔ صاحبزادہ مولانا طلحہ دوسرے کمرے میں تھے، تو خادم کو بھیجا کہ طلحہ سے پوچھ کر آ کہ ''تم کیا کام کر رہے ہو؟'' ہر ایک نے کچھ نہ کچھ پڑھنے، ذکر، تلاوت وغیرہ کا جواب دیا تو سکوت فرمایا۔ بندہ سے دریافت فرمایا تو بندہ سے قبل ابوالحسن نے

جواب دیا کہ ”یہ ابھی مطب جا کر مریضوں کا علاج کریں گے“ تو فرمایا ”یہ بھی کوئی کام ہے؟“ گویا آخری وقت تک بھی اپنے لوگوں کے متعلق فکر تھا کہ کیا کرتے ہیں۔

مبشرات

تدفین کے بعد حضرت نور اللہ مرقدہ کے ایک مجاز نے دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے، ”فُتِحَ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ“ یعنی ان کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئے گئے۔

ایک اور صاحب نے دوسرے روز روضہ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے محسوس کیا، گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تمہارے شیخ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دی گئی ہے، ایسا انسان لاکھوں کروڑوں میں کوئی کوئی ہوتا ہے۔ (حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب، مصنفہ مولانا ابوالحسن علی ندوی ص:۱۷۷ تا ۱۸۲)

حضرت ایاس بن قتادہ عبشمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ایک دن آئینہ دیکھا تو سر پر سفید بال نظر آئے۔ کہنے لگے کہ ”سفید بال آجانے کے بعد پھر آخرت کے سوا کوئی مشغلہ نہ رہنا چاہئے کہ اب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آگیا“۔ اس کے بعد بہت زیادہ مجاہدے شروع کردئے۔

ایک مرتبہ جمعہ کے دن نماز سے فارغ ہوکر مسجد سے باہر آرہے تھے کہ آسمان کی طرف دیکھ کر کہنے لگے ”تیرا آنا مبارک ہے میں تو تیرا بہت ہی سخت انتظار کررہا تھا“۔ اس کے بعد اپنے ساتھ والوں سے کہنے لگے ”جب میں مرجاؤں تو ملحوب (کسی جگہ کا نام ہے) میں لے جا کر مجھے دفن کر دینا۔“ اس کے بعد روح نکل گئی اور گر گئے۔ (فضائل صدقات ص:۴۸۰)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی جب وفات کا وقت آیا، تو وہ ہنسے اور فرمایا ”لِمِثْلِ

هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ'' یعنی اس جیسی چیزوں کے واسطے کام کرنے والوں کو کام کرنا چاہئے۔ (وہاں کی کچھ لذتیں اور فرحتیں سامنے آئی ہوں گی) نیز جب ان کی وفات کا وقت قریب تھا تو انہوں نے اپنے غلام سے، جن کا نام نصر تھا فرمایا کہ ''میرا سر زمین پر رکھ دو''۔ وہ رونے لگے انہوں نے پوچھا کہ ''رونے کی کیا بات ہے؟'' نصر نے کہا'' آپ ایسی راحتوں میں زندگی گزارتے تھے اب اس طرح فقیروں کی طرح زمین پر سر رکھ کر مر رہے ہیں۔''

فرمانے لگے ''چپ رہ، میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میری زندگی مالداروں کی سی ہو اور میری موت فقیروں کی''۔ (فضائل صدقات ص:۴۷۲) پھر فرمایا کہ ''میرے سامنے تلقین کے لئے کلمہ پڑھنا مگر جب تک میری زبان سے دوسری بات نہ نکلے تب تک دوسری بار مت کہنا''۔ (احیاء العلوم ص:۹۷۶ ج:۴)

رمضان المبارک ۱۸۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی، انتقال کے بعد صلحاء میں سے کسی نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے ''ابن المبارک فردوس اعلیٰ میں پہنچ گئے'' (بستان المحدثین ص:۱۰۳)۔

صخر بن راشد کہتے ہیں کہ میں نے ابن مبارک کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ کیا آپ فوت نہیں ہو گئے تھے؟ فرمایا ''کیوں نہیں''۔ میں نے پوچھا پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ''ایسی بخشش عطا فرمائی کہ جس سے کوئی گناہ باقی نہیں رہا۔'' میں نے پوچھا اور سفیان ثوری کے ساتھ کیا ہوا؟ فرمایا ''واہ واہ! وہ تو انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک حضرات کے ساتھ ہیں'' (کتاب الروح لابن القیم ص:۵۸)

شقیق بن ابراہیم سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ابن مبارک سے نماز سے فراغت پر کہا جاتا کہ کیا تم ہمارے ساتھ بیٹھتے نہیں؟ تو فرماتے کہ میں جا رہا ہوں تا کہ میں صحابہ اور تابعین کے ساتھ بیٹھوں۔ ہم نے انہیں پوچھا کہ صحابہ اور تابعین کہاں؟ فرمایا کہ علم میں ان کے آثار اور اعمال پاتا ہوں اور تم لوگوں کا یہ حال ہے کہ تم لوگوں کی غیبت کرتے ہو۔

وفات کے وقت آپ کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کی جا رہی تھی۔ جب اس کی کثرت کی گئی تو آپ نے منع فرمایا اور فرمایا کہ اللہ کے بندے! جب میں ایک دفعہ کہہ دوں تو میں اسی عقیدہ پر ہوں جب تک کہ اور کوئی کلام نہ کروں، سو یہ کافی ہے۔

آپ کی وفات سنہ ۱۸۱ ہجری میں ہے، جب کہ آپ ایک جہاد سے واپس ہو رہے تھے، اسی سفر میں آپ کی وفات ہوگئی۔

حضرت خیر نور باف رحمۃ اللہ علیہ

ابوالحسین مالکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت خیر نور باف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کئی سال رہا۔ انہوں نے اپنے انتقال سے آٹھ یوم پہلے کہا کہ ''میں جمعرات کی شام کو مغرب کے وقت مروں گا اور جمعہ کی نماز کے بعد دفن کیا جاؤں گا، بھول نہ جانا''۔ لیکن میں بھول گیا۔

جمعہ کی صبح کو ایک شخص نے مجھے ان کے انتقال کی خبر سنائی۔ میں فوراً گیا کہ جنازہ میں شرکت کروں، راستہ میں لوگ ملے جو ان کے گھر سے واپس آ رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ جمعہ کے بعد دفن ہوں گے، مگر میں ان کے گھر پہنچ گیا۔

میں نے وہاں جا کر ان کے انتقال کی کیفیت پوچھی تو مجھ سے ایک شخص نے جو انتقال کے وقت ان کے پاس موجود تھا، بتایا کہ رات مغرب کی نماز کے قریب غشی سی ہوئی، اس کے بعد ذرا افاقہ ہوا تو گھر کے ایک کونہ کی طرف منہ کر کے کہنے لگے کہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ، تمہیں بھی ایک کام کا حکم ہے اور مجھے بھی ایک کام کا حکم ہے، لیکن تمہیں جس کام کا حکم ہے وہ تو فوت نہیں ہوگا اور مجھے جس کا حکم ہے وہ رہ جائے گا، اس لئے تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ، میں اس کو پورا کرلوں، جس کا مجھے حکم ہے''۔

اس کے بعد انہوں نے پانی منگایا، تازہ وضو کیا، نماز پڑھی اور اس کے بعد آنکھیں بند کر کے پاؤں پسار کر لیٹ گئے اور چل دیئے۔ کسی نے ان کو خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال ہے؟ کہنے

لگے ''یہ نہ پوچھو۔ پس تمہاری سڑی ہوئی بودار دنیا سے خلاصی مل گئی''۔ (فضائل صدقات ص:۴۸۳)

حضرت احمد بن خضرو یہ رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن حامد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں احمد بن خضرو یہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ان کو نزع شروع ہو گیا تھا، پچانوے سال کی عمر تھی۔ ایک شخص نے ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کہنے لگے کہ ''بیٹا، پچانوے سال سے ایک دروازہ کے کھولنے کی کوشش میں لگا ہوا ہوں، اس وقت وہ کھلنے کو ہے اس کا فکر سوار ہے کہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ۔ اس وقت جواب کی مہلت کہاں؟''

اسی میں ان کے قرض خواہ ان کے مرنے کی خبر سن کر جمع ہو گئے کہ سات سو دینار (اشرفیاں) ان کے ذمہ قرض تھے۔ کہنے لگے ''یا اللہ! تو نے رہن اس لئے مشروع کیا ہے کہ قرض خواہ کو اطمینان رہے، اس وقت تو ان لوگوں کے اطمینان کو بلا رہا ہے (یعنی ان کو میرے وجود سے اطمینان تھا، اب میں جا رہا ہوں) ان کا قرض ادا کر۔''

اسی وقت کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہنے لگا کہ احمد کے قرض خواہ کہاں ہیں؟ اور سب قرض گن کر ادا کر گیا اور ان کی روح نکل گئی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

ایک خواب

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ فاطمہ بنت عبدالملک بیان کرتی ہیں کہ ایک رات حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جاگ گئے اور فرمایا کہ ''میں نے ایک مسرت انگیز خواب دیکھا ہے۔'' میں نے کہا جان نثار من سنائیے۔ فرمایا ''صبح تک بیان نہیں کروں گا''۔

چنانچہ صبح صادق کے بعد مسجد میں جا کر نماز پڑھی، پھر واپس گھر تشریف لے آئے۔ میں نے یہ تنہائی غنیمت سمجھی اور خواب سنانے کی بڑی شوق سے درخواست کی۔

فرمایا ''میں نے دیکھا جیسے کوئی مجھے ایک سرسبز وشاداب اور وسیع سرزمین پر لے گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہاں زمردیں فرش بچھا ہوا ہے۔ اتنے میں میں نے اس میں ایک سفید چاندی جیسا محل دیکھا، پھر کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں سے ایک شخص باہر آکر چیخ کر اعلان کرتا ہے کہ ''محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟'' اتنے میں دیکھتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور اس محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔

پھر اس محل سے دوسرا شخص باہر آکر چیخ کر کہتا ہے کہ ''ابوبکر بن قحافہ کہاں ہیں؟'' اتنے میں دیکھتا ہوں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں اور اس محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔

پھر ایک اور شخص نکل کر اعلان کرتا ہے کہ ''عمر بن الخطاب کہاں ہیں؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں اور اس محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔

پھر ایک اور شخص نکل کر اعلان کرتا ہے کہ ''عثمان بن عفان کہاں ہیں؟'' آپ بھی آتے ہیں اور اس میں داخل ہو جاتے ہیں۔

پھر ایک اور شخص نکل کر اعلان کرتا ہے کہ ''علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟'' آپ بھی تشریف لا کر اس محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔

پھر ایک اور شخص نکل کر اعلان کرتا ہے کہ ''عمر بن عبدالعزیز کہاں ہیں؟'' آخر میں بھی اٹھ کر اس محل میں داخل ہو جاتا ہوں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف ہیں، میں دل میں سوچ رہا ہوں کہ کہاں بیٹھوں۔ آخر اپنے نانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ جاتا ہوں۔ پھر غور سے دیکھتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور بائیں جانب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ مزید غور کرتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک اور صاحب تشریف فرما ہیں۔ پوچھتا ہوں کہ یہ کون ہیں؟ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر مجھے نور کے پردے کے پیچھے سے ایک آواز آتی ہے کہ ''اے عمر بن عبدالعزیز! جس راہ پر تم قائم ہو، اسے مضبوطی سے پکڑے رہو اور اس پر جمے رہو۔''

پھر مجھے باہر آنے کی اجازت مل جاتی ہے۔ پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو اچانک میرے پیچھے پیچھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں'' الحمد للہ، اللہ سبحانہ نے میری مدد فرمائی۔'' اور آپ کے پیچھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ کہتے ہوئے آرہے ہیں ''الحمد للہ، اللہ نے مجھے معاف فرمادیا''۔

ایک اور موقعہ پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ کے پاس حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں بھی آپ کو سلام کر کے بیٹھ گیا، اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا اور انہیں گھر میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں برابر دیکھ رہا تھا، پھر وہاں سے بہت جلدی حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ کہتے ہوئے نکلے ''رب کعبہ کی قسم، میرے جھگڑے کا فیصلہ ہو گیا''۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے نکلے ''رب کعبہ کی قسم، اللہ نے مجھے بخش دیا''۔

ایک اور شخص نے بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایسا ہی خواب دیکھا۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ''میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بائیں جانب عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے ہیں اور (اے ابن عبدالعزیز) آپ ان دونوں کے آگے بیٹھے ہیں۔ پھر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے فرماتے ہیں کہ ''اے عمر بن عبدالعزیز! جب تم عمل کرو تو ان دونوں (یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) جیسے عمل کرنا''۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو قسم کھلوا کر پوچھا کہ تم نے یہ خواب دیکھا ہے۔اس نے قسم کھا کر یقین دلایا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پر گریہ طاری ہو گیا۔ (کتاب الروح لابن القیم ص:۷۰تا۷۱)

اللہ کا خوف

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ”میں ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قبرستان کی طرف گیا۔ جب انہوں نے قبروں کو دیکھا تو رونے لگے، پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا ”اے میمون! یہ میرے باپ دادا بنی امیہ کی قبریں ہیں۔ (دیکھو آج یوں لگتا ہے کہ) گویا وہ دنیا والوں کے ساتھ ان کے عیش وعشرت میں کبھی شریک نہ ہوئے تھے، کیا تم ان کو گرے ہوئے نہیں دیکھتے؟ ان کو عبرتناک حالات درپیش ہیں، مصیبت ان پر مستحکم ہو گئی ہے، کیڑے ان کے جسموں میں ٹھکانہ بنائے ہوئے ہیں، پھر روئے اور کہا ”خدا کی قسم میں اس آدمی سے زیادہ خوش حال کسی کو نہیں سمجھتا جو ان قبروں میں پہنچنے کے بعد اللہ کے عذاب سے محفوظ رہے“۔(منہاج القاصدین لابن الجوزی)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ کے انتقال سے چند روز پہلے ابن ابی زکریا یا کوئی دوسرے عالم آپ کے پاس آئے اور دونوں آخرت کا تذکرہ کرتے رہے اور روتے رہے، اور اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ ہم دونوں کو اٹھالے۔ اتنے میں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک چھوٹا بچہ زمین پر پھسلتا ہوا پہنچا، تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے کہ ”اے اللہ! ہمارے ساتھ اسے بھی موت دے دے اس لئے کہ یہ مجھے بہت محبوب ہے“۔ راوی کہتے ہیں کہ تقریباً ہفتہ بعد تینوں کا انتقال ہو گیا۔(کتاب العاقبہ ص:٦٦ نمبر۱۰۴)

موت کا شوق اور وصال

یہی میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ”حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس

زمانہ میں کثرت سے موت کی دعا کرتے تھے۔کسی نے عرض کیا ایسا نہ کیجئے،حق تعالیٰ شانہ نے آپ کی وجہ سے بہت سی سنتیں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی) زندہ کر رکھی ہیں، بہت سے بدعتیں (جو شروع ہوگئی تھیں) دبا رکھی ہیں۔فرمانے لگے ’’کیا میں صالح بندہ (حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام) کی طرح نہ بنوں جنہوں نے یہ دعا کی تھی، ’’رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسْلِماً وَأَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ‘‘ (اے اللہ مجھے اسلام کی حالت میں موت عطا فرمادے اور صالحین کے ساتھ ملا دے)۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سن ۱۰۱ ہجری رجب میں حمص کے علاقہ میں دیر سمعان میں ہے۔آپ کی ولایت اور خلافت کی مدت دو برس اور پانچ مہینے اور کچھ دن ہیں۔

ابھی آپ جوان ہی تھے، اور آپ کی عمر کے چالیس سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ آپ کے خلاف سازش کرنے والے کامیاب ہوگئے، اور ایک غلام کے ذریعہ آپ کے کھانے میں زہر ملا کر آپ کو دیا گیا۔

مرض وفات میں ایک طبیب خدمت میں حاضر تھے۔وہ کہنے لگے کہ امیر المؤمنین کو زہر دیا گیا ہے، اس لئے مجھے ان کی زندگی کا اطمینان نہیں۔حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ’’تم کو اس شخص کی زندگی کا بھی اعتبار نہ کرنا چاہئے جس کو زہر نہ دیا گیا ہو۔‘‘

طبیب نے آپ سے پوچھا کہ امیر المؤمنین! آپ کو پتہ چل گیا تھا؟ فرمایا کہ جی ہاں! جیسے ہی میرے پیٹ میں داخل ہوا کہ مجھے معلوم ہوگیا تھا۔

طبیب کہتا ہے کہ آپ علاج کرالیں کہ کہیں ہمیں ڈر ہے کہ آپ کی موت واقع نہ ہوجائے۔ فرمایا کہ میرا رب جس کے پاس یہ جائے گی، وہ سب سے بہتر ہے۔میرے کان کی لو کے پاس بھی اگر میری یقینی شفاء کی دوا ہے، تو بھی میں وہاں تک میرا ہاتھ نہیں لے جاؤں گا۔

پھر دعا شروع کردی، اَللّٰھُمَّ خِرْ لِعُمَرَ فِیْ لِقَائِکَ ۔چند دن زندہ رہے اور وفات

پا گئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو لوگ ان کے معالجہ کے لئے طبیب کو لائے۔ طبیب نے دیکھ کر کہا کہ ”خدا کے خوف نے ان کا کلیجہ کاٹ ڈالا ہے، ان کا علاج نہیں ہوسکتا“۔

ایک روایت میں ہے کہ جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رو پڑے۔ کسی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! رونے کی کیا بات ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے باعث بہت سی سنتوں کو زندہ کیا اور عدل ظاہر فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ ”کیا میں میدان محشر میں کھڑا نہیں کیا جاؤں گا؟ اور مخلوق کے بارے میں پوچھا نہ جاؤں گا؟ بخدا کہ اگر میں بالکل عدل ہی کرتا جب بھی اپنے نفس سے خوف تھا کہ خدا تعالیٰ کے سامنے اپنی حجت پوری نہ کر سکے گا، مگر یہ کہ خدا ہی اس کو تعلیم فرمائے اور اب جب کہ اکثر عدل ہم سے تلف ہو گیا ہو تو اب تو نہایت خوف کا مقام ہے“ یہ کہہ کر بہت روئے۔ (احیاء العلوم اردو ص: ۷۷۴ تا ۸۷۴ ج: ۴)

دورانِ مرض غلام کو بلا کر پوچھا کہ تو نے کیوں زہر ملایا تھا؟ تو کہنے لگا کہ مجھے ایک ہزار دینار دئے گئے تھے اور یہ مزید کہ مجھے آزاد کر دیا جائے گا۔ فرمایا کہ لاؤ۔ وہ منگوائے، اور بیت المال میں ہزار دینار داخل کر دئے، اور اُس قاتل سے فرمایا اِذْهَبْ حَيْثُ لَا يَرَاكَ اَحَدٌ، جہاں تجھے کوئی نہ دیکھے وہاں بھاگ جا۔

انتقال کے قریب مسلمہ نے کہا کہ آپ نے جو کفن کے لئے دام دیئے ہیں ان کا بہت معمولی کپڑا آیا ہے، اس پر کچھ اضافہ کی اجازت فرما دیں۔ ارشاد فرمایا کہ ”وہ میرے پاس لاؤ“ تھوڑی دیر اس کپڑے کو دیکھا، پھر فرمایا کہ ”اگر میرا رب مجھ سے راضی ہے، تب تو اس سے بہتر کفن مجھے فوراً مل جائے گا اور اگر میرا رب مجھ سے ناراض ہے تو جو کفن بھی ہوگا وہ زور سے ہٹا دیا جائے گا، اور اس کے بدلہ جہنم کی آگ کا کفن ہوگا“۔

اس کے بعد فرمایا ”مجھے بٹھاؤ“ بیٹھ کر فرمایا ”یا اللہ! تو نے مجھے (جن چیزوں کے کرنے کا)

حکم دیا مجھ سے تعمیل نہ ہوسکی، تو نے (جن چیزوں کو) منع فرمایا مجھ سے ان میں نافرمانی ہوئی'' تین مرتبہ یہ فرمایا۔ اس کے بعد کہنے لگے ''اب اگر تو معافی دے دے تو تیرا احسان ہے اور اگر سزا دے تو ظلم نہیں'' پھر فرمایا ''لا الہ الا اللہ'' اس کے بعد انتقال فرمایا۔

آپ نے دیرسمعان میں ایک ذمی کے پاس آدمی بھیجا اور اُس سے اپنی قبر کی جگہ کے برابر زمین خریدنا چاہا۔ تو ذمی نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین! مجھے تو مسرت اور خوشی ہوگی کہ میری زمین میں آپ کی قبر بنے، اور میں نے آپ کو ہدیہ کردی۔ حضرت امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اُس کو گوارا نہیں فرمایا اور اصرار سے اُس کی قیمت دو دینار دے کر زمین خریدی۔

آپ کو مشورہ دیا گیا کہ آپ کو اس حال میں مدینہ منورہ لے چلتے ہیں کہ مدینہ منورہ نہ بھی پہنچ سکے تو جتنا قریب پہنچ جائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ میں جو جگہ ہے وہاں آپ کو لے جا کر دفن کریں۔ کہ جو چوتھی قبر کی جگہ وہاں موجود ہے، جیسا کہ ابن سعد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ، یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! لَوْ اَتَیْتَ الْمَدِیْنَةَ فَاِنْ قَضَی اللّٰهُ مَوْتًا دُفِنْتَ فِی مَوْضِعِ الْقَبْرِ الرَّابِعِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ أَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ. کہ وفات ہو جائے تو جو چوتھی قبر کی جگہ ہے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے ساتھ آپ کو دفن کیا جائے۔

فرمایا کہ وَ اللّٰهِ لَاَنْ یُّعَذِّبَنِی اللّٰهُ بِکُلِّ عَذَابٍ اِلَّا النَّار، فَاِنِّیْ لَا صَبْرَ لِیْ عَلَیْهَا، اَحَبّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یَّعْلَمَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِیْ أَنَّنِیْ لِذٰلِکَ أَهْلاً. کہ اللہ عزوجل مجھے جہنم کی آگ کے سوا جو سزا بھی دے وہ مجھے گوارا ہے کہ جہنم کی آگ پر تو میں صبر نہیں کرسکتا، اُس کے سوا جو بھی سزا مجھے دے یہ گوارا ہے، اس کے مقابلہ میں کہ اللہ کو میرے متعلق یہ معلوم ہو کہ میں اس چوتھی قبر میں دفن ہونے کا اپنے آپ کو اہل سمجھتا ہوں۔ یہ فرما کر مدینہ منورہ کی سفر کی آپ نے اجازت نہیں دی۔

آپ کی خدمت میں مسلمہ ابن عبدالملک پہنچے اور عرض کیا مَنْ تُوْصِیْ بِأَهْلِکَ؟ اس کے

جواب کے بجائے آپ نے ارشادفرمایا کہ اِذَا نَسِیْتُ اللّٰہَ فَذَکِّرُوْنِیْ کہ میں اللہ کو یاد کرتا رہوں گا، میں بھول جاؤں تب بھی مجھے یاد دلانا۔ پھرانہوں نے اپنا سوال دہرایا کہ مَنْ تُوْصِیْ بِأَھْلِکَ ؟ اپنے خاندان میں سے کس کے متعلق خلافت کی آپ وصیت فرماتے ہیں؟ تب جواب دیا اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتَابَ وَ ھُوَ یَتَوَلَّی الصَّالِحِیْنَ۔

ایک روایت میں ہے کہ انتقال کے قریب سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا اور فرمایا ''یہاں کوئی نہ رہے'' سب باہر چلے گئے اور دروازوں میں سے دیکھنے لگے۔

آپ کی زوجۂ محترمہ فرماتی ہیں کہ میں دروازہ میں کھڑی ہوئی تھی، تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا مَرْحَباً بِھٰذِہِ الْوُجُوْہِ الَّتِیْ لَیْسَتْ بِوُجُوْہِ اِنْسٍ وَ لَا جَانٍّ، کہ ان چہروں کے لئے مرحبا ہو جو نہ انسان ہیں نہ جنات ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی تِلْکَ الدَّارُ الآخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لاَ یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلاَ فَسَادًا وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ. کئی دفعہ اس آیت کو دہراتے رہے اور پھر سر جھکا لیا۔ پھر کافی دیر میں کھڑی رہی، آپ کی طرف سے کوئی حرکت محسوس نہیں ہوئی جب میں نے خادم سے کہا کہ دیکھو۔ جب وہ داخل ہوا تو چیخ پڑا تو میں نے آپ کو پایا کہ آپ کی روح پرواز کر چکی ہے اور اپنا چہرۂ انور کو آپ نے قبلہ کی طرف خود ہی کر لیا تھا، اور ایک ہاتھ اپنے منہ پر، دوسرا اپنی آنکھوں پر رکھا ہوا تھا۔

فاطمہ بنت عبدالملک جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ ہیں، کہتی ہیں کہ ''حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنی مرض موت میں دعا مانگا کرتے تھے کہ ''الٰہی میری موت کو لوگوں پر ظاہر نہ کرنا، گو کچھ دیر ہی کے لئے ظاہر نہ ہو''۔ چنانچہ جس روز آپ کی وفات ہوئی، میں ان کے پاس سے اٹھ کر ایک اور گھر میں چلی گئی کہ ان میں اور آپ میں ایک دروازہ حائل تھا۔ میں نے سنا کہ آپ نے یہ آیت پڑھی تِلْکَ الدَّارُ الآخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لاَ یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلاَ فَسَادًا وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ. پھر آپ خاموش ہو گئے۔ جب مجھے کافی دیر تک آپ کی طرف سے کسی آہٹ کی آواز سنائی نہ دی، تو میں نے آپ کے

ایک غلام کو بھیجا کہ دیکھنا کیا سوتے ہیں؟ جب وہ آپ کے پاس گیا تو چیخ ماری۔ میں جھپٹی، دیکھا تو آپ وفات پا چکے ہیں۔ غرضیکہ خدا تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی کہ کچھ دیر تک آپ کی موت ظاہر نہ ہوئی۔ (احیاء العلوم اردو ص: ۷۷۴ تا ۷۸۴ ج: ۴)

وفات سے پہلے کسی نے درخواست کی کہ امیر المؤمنین کچھ وصیت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اپنے اس حال سے ڈراتا ہوں کہ تم کو بھی ایک روز ایسا ہی ہونا ہے''۔ (احیاء العلوم اردو ص: ۷۷۴ تا ۷۸۴ ج: ۴)

آپ کی وفات سن ۱۰۱ ہجری میں خناصرہ میں ہے۔ رجب کے مہینہ میں ہوئی جب کہ آپ کی عمر چالیس سال سے کم تھی اور دیر سمعان میں جو ذمی سے آپ نے زمین خریدی، اس میں آپ کو دفن کیا گیا اور مسلمہ بن عبدالملک نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے گیارہ بیٹے چھوڑے، جن کے لئے ترکہ جو آپ نے چھوڑا تھا وہ سترہ دینار تھے۔ پانچ دینار سے آپ کو کفن دیا گیا، دو دینار میں آپ کی قبر کی جگہ خریدی گئی اور باقی آپ کے بیٹوں پر تقسیم کیا گیا۔ ان میں سے ہر ایک کو انیس درہم ملے۔ جب کہ ہشام بن عبدالملک نے پیچھے گیارہ بیٹے چھوڑے تھے، تو جب اس کا ترکہ تقسیم کیا گیا تو اس کے ترکہ میں سے ہر ایک کو ایک ایک کروڑ ملے۔

بعد میں میں نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک آدمی کو دیکھا کہ اللہ نے انہیں اتنی دولت سے نوازا تھا کہ ایک دن میں انہوں نے مجاہدین کے لئے، سواری کے لئے سو گھوڑے عطا کئے، جب کہ ہشام بن عبدالملک کے لڑکوں میں سے ایک آدمی کو میں نے دیکھا کہ لوگوں سے صدقہ لیا کرتے تھے۔

آپ کو جب کفن دیا گیا تو مسلمہ بن عبدالملک کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے اللہ آپ پر رحم کرے اے امیر المؤمنین! آپ نے ہم میں سے نیک لوگوں کے لئے بہترین نمونہ وِرثہ میں

چھوڑا، اور بعد والوں میں آپ نے ذکرِ خیر چھوڑا۔

حسن بصری کو جب آپ کی موت کی اطلاع پہنچی، تو فرمانے لگے **مَاتَ الْیَوْمَ خَیْرُ النَّاسِ،** تمام انسانوں میں سے بہتر انسان جو اس وقت روئے زمین پر ہے، ان میں سے سب سے بہتر شخص کا آج انتقال ہو گیا۔

محمد بن معبد کہتے ہیں کہ ایک دن میں ملک الروم، رومن امپائر کے کنگ کے پاس پہنچا، تو دیکھا کہ بہت غمگین، افسردہ ہے۔ میں نے پوچھا کہ **مَا شَانُ الْمَلِکِ؟** تو کہنے لگے کہ آپ کو پتہ نہیں کہ کیا ہوا؟

میں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ ملک الروم کہنے لگے کہ آج **مَاتَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ،** نیک آدمی کا انتقال ہو گیا۔ میں نے پوچھا کون؟ تو کہنے لگے عمر بن عبدالعزیز۔

پھر ملک الروم نے کہا کہ میرا عقیدہ ہے کہ اگر حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے بعد کوئی شخص مردوں کو زندہ کر سکتا تھا تو عمر بن عبدالعزیز تھے۔

پھر کہا کہ مجھے اس راہب اور تارکِ دنیا پر تعجب نہیں ہے جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اور دنیا کو خیر باد کہہ دیا اور راہب بن گیا اور عبادت میں لگ گیا، لیکن مجھے تو اس شخص سے تعجب ہے کہ دنیا اس کے قدم کے نیچے تھی، پھر بھی اس نے قدم اس سے جھاڑ لیا اور راہب بن گیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ صالح بن علی شام پہنچے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی قبر کے متعلق تحقیق کی، تو کوئی ملا نہیں جو آپ کو بتلائے یہاں تک کہ ایک راہب کے پاس پہنچے۔ اس نے بتایا، اس نے پوچھا کہ **قَبْرَ الصِّدِّیْقِ تُرِیْدُ؟** صدیق کی قبر تمہاری مراد ہے؟ یہ کہہ کر اس نے کہا کہ **ھُوَ فِیْ تِلْکَ الْمَزْرَعَةِ** وہ اس کھیت میں ہے۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ علیہ کے جنازہ میں شریک تھا، پھر وہاں سے نکلا قنسرین شہر کا ارادہ کرتے ہوئے، تو میں ایک راہب پر گزرا جو سوار ہو کر دو بیلوں کو بھگائے لے جا رہا تھا۔

اس نے مجھ سے پوچھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم اس شخص کی جنازہ کی نماز میں شریک ہونے کے لئے گئے تھے، تو میں نے کہا جی ہاں! تو وہ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔

میں نے اس سے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو حالانکہ تم تو ان کے دین کے پیروکاروں میں سے اور مسلمانوں میں سے نہیں ہو؟

وہ راہب کہنے لگا کہ میں اس پر نہیں روتا، بلکہ اس پر روتا ہوں کہ روئے زمین پر ایک نور تھا جو بجھ گیا۔

لیث بن سعد سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ شامیوں میں سے ایک شخص شہید ہو گیا تو وہ اپنے ابا کے خواب میں ہر شب جمعہ میں آتے تھے اور ان سے باتیں کرتے اور ان کے ابا ان سے انسیت حاصل کرتے۔

وہ ایک شبِ جمعہ میں ابا کے خواب میں نہیں آئے۔ ایک جمعہ ناغہ کر کے دوسری جمعہ جب آئے، تو ابا نے پوچھا، یَا بُنَیَّ! میرے بیٹے! تم گزشتہ جمعہ کو میرے پاس نہیں آئے، مجھے بڑا غم ہوا اور مجھے بڑا افسوس ہوا۔

وہ مرحوم شہید فرمانے لگے کہ تمام شہداء کو اس کا حکم تھا کہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی وفات پر ان کا استقبال کریں۔

خواب میں ملاقات

عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا جیسے آپ کسی باغ میں ہیں اور آپ نے مجھے چند سیب دئے۔ میں نے پوچھا آپ نے کون سا عمل افضل پایا؟'' فرمایا استغفار۔ میں نے اس خواب سے یہ تعبیر لی کہ میرے بیٹے ہوں گے۔

مسلمہ بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ ''امیر المؤمنین! کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ کی وفات کے بعد کیا حالات پیش آئے؟'' فرمایا ''اے

مسلمہ! اب میں فارغ ہوا ہوں، اللہ کی قسم اب میں سستایا ہوں۔'' پوچھا'' اب آپ کہاں ہیں؟'' فرمایا'' جنات عدن میں ہدایت یافتہ اماموں کے ساتھ''۔

حضرت عمرو بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمرو بن شرحبیل وفات کے وقت فرمارہے تھے کہ آج میں موت کا بہت مشتاق ہوں کہ میں بہت ہلکے بوجھ والا ہوں، مجھ پر کچھ دین نہیں ہے، میں نے کوئی بچے نہیں چھوڑے جن پر ضائع ہونے کا مجھے خطرہ ہو، سوائے موت اور آخرت جو طلوع ہورہی ہے، اس کی ہولنا کیوں کے۔ جب میں مرجاؤں تو مجھے جلدی جلدی قبر کی طرف لے جانا، مجھ پر ڈھیروں بانس رکھ دینا کہ میں نے مہاجرین کو دیکھا کہ وہ اس کے علاوہ کے مقابلہ میں اس کو پسند کرتے تھے اور آسمان پر پہنچانے میں تاخیر نہ کرنا۔ (ابن سعد)

حضرت محمد بن واسع ازدی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد بن واسع ازدی، اپنی ساری عمر گناہوں کے خوف سے ڈرتے رہے اور اپنے رب کے سامنے پیشی سے ڈرتے رہے۔ جب پوچھا جاتا **کَیْفَ اَصْبَحْتَ یَا اَبَاعَبْدِ اللّٰہِ؟** تو جواب ملتا، **اَصْبَحْتُ قَرِیْبًا أَجَلِیْ، بَعِیْدًا أَمَلِیْ، سَیِّئًا عَمَلِیْ** میں نے صبح کی کہ میں موت سے قریب ہوں، امیدوں سے دور ہوں، بدعمل ہوں۔

حضرت محمد بن واسع ازدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرض الموت میں بکثرت عیادت کرنے والوں کو دیکھ کر فرمانے لگے اپنے خادم سے کہ **أَخْبِرْنِیْ مَا یُغْنِیْ عَنِّیْ ھٰؤُلَاءِ؟** کہ کل کو جب ہم پیشانی اور قدم کے ذریعہ پکڑے جائیں گے، تو یہ ہم سے کچھ نفع دے سکتے ہیں؟ یا جب مجھے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو یہ مجھے نفع پہنچا سکتے ہیں؟

پھر اپنے رب سے کہنے لگے **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ مَقَامِ سُوْءٍ قُمْتُہٗ، وَمِنْ کُلِّ مَقْعَدِ سُوْءٍ قَعَدْتُہٗ وَ مِنْ کُلِّ مَدْخَلِ سُوْءٍ دَخَلْتُہٗ وَ مِنْ کُلِّ مَخْرَجِ سُوْءٍ**

خَرَجْتُهُ وَ مِنْ كُلِّ عَمَلِ سُوْءٍ عَمِلْتُهُ وَ مِنْ كُلِّ قَوْلِ سُوْءٍ قُلْتُهُ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ مِنْ ذَالِكَ كُلِّهِ،فَاغْفِرْهُ لِیْ،وَاَتُوْبُ لَكَ مِنْهُ،فَتُبْ عَلَیَّ وَاَلْقِیْ اِلَیْكَ بِالسَّلَامِ قَبْلَ اَنْ يَّكُوْنَ لِزَامًا. یہ فرمایااوراس کے ساتھ ہی روح اعلیٰ علیین کو پرواز کرگئی۔

آخری کلمات کے متعلق فضالہ بن دینار نقل کرتے ہیں کہ میں محمد بن واسع ازدی کے پاس موجود تھا۔ جب موت کے لئے انہیں کپڑے اوڑھادئے گئے،تو اس وقت بھی وہ کہہ رہے تھے مَرْحَبًا بِمَلَائِكَةِ رَبِّیْ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.

فضالہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت ایسی خوشبو،عمدہ خوشبو میں سونگھ رہا تھا کہ اس کے جیسی خوشبو کہیں پائی نہیں گئی،پھران کلمات کے ساتھ ہی ان کی نگاہیں ملأِ اعلیٰ کی طرف پھٹی رہ گئیں اورانتقال کرگئے۔(المحتضرون)

حزم نے آپ کے آخری کلمات نقل کئے کہ فرمایا تھایا اِخْوَتَاه! تَدْرُوْنَ اَيْنَ يُذْهَبُ بِیْ يُذْهَبُ بِیْ وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَاِلَی النَّارِ اَوْ يَعْفُوَ عَنِّیْ ۔(تاریخ البخاری،التاریخ الصغیر،الجرح والتعدیل،حلیۃ الاولیاء)

ابو اسحاق ابراہیم بن ہانی النیسا پوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ابراہیم بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا تو آپ روزے سے تھے۔اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے اسحاق کو بلایا اور پوچھا کہ سورج ڈوب گیا؟ اس نے بتایا کہ نہیں ابھی ڈوبا نہیں،لیکن ابا جان! فرض میں بھی ایسی حالت میں روزہ توڑنے کی رخصت ہےاور آپ کا تو نفل روزہ ہے۔

تھوڑی دیر ٹھہر کر فرمانے لگے لِمِثْلِ هٰذا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ، پانی نہیں پیا،اور یہ آیت پڑھ کر اعلیٰ علیین کو پہنچ گئے۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اِنْ کَانَ بِبَغْدَادَمِنَ الْأَبْدَالِ أحَدٌ فَأبُوْ اِسْحَاق اِبْرَاهِیْمُ بْنُ هَانِیء، بغداد میں ابدال میں سے کوئی ہے، تو ابراہیم بن ہانئ ہیں۔
آپ نے ۲۶۵ ہجری ربیع الآخر میں بدھ کے دن وفات پائی۔ ۵ تاریخ کو آپ نے وفات پائی۔ (صفۃ الصفوۃ)

حضرت مکحول شامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مکحول شامی رحمۃ اللہ علیہ بیمار تھے۔ ایک شخص ان کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ حق تعالیٰ شانہ آپ کو صحت عطا فرمائے۔ کہنے لگے ”ہرگز نہیں، ایسی ذات کے پاس جانا جس سے خیر ہی خیر کی امید ہے ایسے لوگوں کے پاس رہنے سے بہتر ہے، جن کی برائی سے کسی وقت بھی اطمینان نہیں“۔ (فضائل صدقات ص: ۴۸۲)
جب آپ کا انتقال ہونے لگا تو آپ ہنس رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ یہ ہنسی کا وقت ہے؟ فرمانے لگے ”کیوں نہ ہنسوں جب کہ وہ وقت آ گیا کہ جن سے میں گھبراتا تھا، ان سے ہمیشہ کو جدا ہوتا ہوں اور جس ذات سے امیدیں وابستہ تھیں اس کے پاس جلدی جلدی جا رہا ہوں“۔ (فضائل صدقات ص: ۴۷۹)

حضرت عامر بن عبداللہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ

عامر بن عبداللہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں۔ آپ کا معمول چوبیس گھنٹے میں دن اور رات میں ایک ہزار رکعت پڑھنے کا تھا۔ آپ اپنے نفس کو خطاب کر کے فرماتے کہ تجھے اسی کا حکم ہے، اور تو اسی لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ساری رات نماز میں مشغول رہتے۔
جب وفات کا وقت قریب آیا تو رونے لگے۔ جب ان سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ ”میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد کو یاد کر کے روتا ہوں کہ ”انما یتقبل اللّٰہ من المتقین“، یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو صرف متقیوں سے ہی قبول فرماتے ہیں۔ (کتاب العاقبہ)

آپ کو روتے دیکھ کر کسی اور نے عرض کیا کہ آپ نے تو ایسے ایسے مجاہدے کئے ہیں، آپ بھی روتے ہیں؟ فرمانے لگے کہ ''میں نہ تو موت کے خوف سے رو رہا ہوں نہ دنیا کی لالچ سے، مجھے اس کا رنج ہے کہ آج گرمیوں کے دوپہر کا روزہ اور سردیوں کی آخر رات کا تہجد چھوٹ رہا ہے''۔ (فضائل صدقات ص:۴۷۸)

عبدالملک بن عتاب اللیثی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عامر بن عبدقیس رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ نے کون سا عمل افضل پایا؟ فرمانے لگے کہ ''جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو'' (کتاب الروح لابن القیم ص:۶۹)

آپ سے پوچھا گیا کہ نماز میں آپ کیا سوچتے ہیں؟ تو فرمانے لگے کہ میں اللہ عزوجل کے سامنے وقوف کو اس وقت یاد کرتا ہوں کہ پھر اس وقوف کے بعد میں کس حال میں وہاں سے پلٹوں گا؟ اس کو سوچتا رہتا ہوں۔

فرماتے کہ اللہ عزوجل سے جو میری محبت ہے اس نے مجھ پر ہر مصیبت کو سہل کر دی ہے اور میں رضا بالقضا کی حالت میں صبح و شام کرتا ہوں۔

زیاد نمیری روایت کرتے ہیں کہ آپ وفات کے وقت فرما رہے تھے کہ **لِمِثْلِ هٰذا الْمَصْرَعِ فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْتَغْفِرُکَ مِنْ تَقْصِيْرِیْ وَ تَفْرِيْطِیْ وَ اَتُوْبُ اِلَيْکَ مِنْ ذُنُوْبِیْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ.** اسی کو وفات تک دہراتے رہے۔

یزید رقاشی فرماتے ہیں کہ وفات کے وقت رو رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ **هٰذا الْمَوْتُ غَايَةُ السَّاعِيْنَ وَ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.**

ہمام بن یحیٰ سے مروی ہے کہ مرض الوفات میں آپ سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو فرما رہے تھے کہ کتاب اللہ کی ایک آیت مجھے رلا رہی ہے، **اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ.**

(المحتضرون)

حضرت علی بن صالح رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبداللہ بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب علی بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو میں سفر میں گیا ہوا تھا۔ جب میں سفر سے واپس آیا تو ان کے بھائی حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تعزیت کے لئے گیا۔ مجھے وہاں جا کر رونا آ گیا۔

وہ کہنے لگے کہ ''رونے سے پہلے ان کے انتقال کی کیفیت تو سنو! کیسے لطف کی ہے۔ جب ان پر نزع کی تکلیف شروع ہوئی، تو مجھ سے پانی مانگا۔ میں پانی لے کر گیا تو کہنے لگے ''میں نے تو پی لیا۔'' میں نے پوچھا کس نے پلایا؟ کہنے لگے ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کی بہت سی صفوں کے ساتھ تشریف لائے تھے اور مجھے پانی پلایا۔'' مجھے خیال ہوا کہ کہیں غفلت میں نہ کہہ رہے ہوں اس لئے میں نے پوچھا کہ فرشتوں کی صفیں کس طرح پر تھیں؟ کہنے لگے ''اوپر نیچے اس طرح تھیں۔'' ایک ہاتھ کو دوسرے کے اوپر کر کے بتایا۔ (فضائل صدقات ص:۴۷۹)

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ (جو مشہور اکابر صوفیاء میں سے ہیں) انتقال کے وقت بہت ہی گھبرا رہے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ آپ جیسے بزرگ سے یہ گھبراہٹ بعید ہے، اس سے پہلے تو آپ کا ایسا حال نہ ہوتا تھا (یعنی اتنی گھبراہٹ تو کسی بات سے محسوس نہیں ہوتی تھی)۔

فرمانے لگے سفر بہت لمبا ہے توشہ پاس نہیں ہے، کبھی اس سے پہلے اس کا راستہ دیکھا نہیں۔ آقا اور سردار کی زیارت کرنی ہے، کبھی اس سے پہلے زیارت نہیں کی۔ ایسے خوفناک مناظر دیکھنے ہیں جو پہلے کبھی نہیں دیکھے۔ مٹی کے نیچے قیامت تک تنہا پڑے رہنا ہے، کوئی مونس پاس نہ ہوگا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ شانہ کے حضور میں کھڑا ہونا ہے۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر وہاں یہ سوال ہو گیا کہ حبیب ساٹھ برس میں ایک تسبیح ایسی پیش کر دے جس میں شیطان کا کوئی دخل نہ ہو تو کیا جواب دوں گا''۔ (فضائل صدقات ص:۴۸)

حضرت فتح بن سعید رحمۃ اللہ علیہ

ابوسعید موصلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فتح بن سعید رحمۃ اللہ علیہ عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھ کر عیدگاہ سے دیر میں واپس ہوئے۔ واپسی میں دیکھا کہ ہر طرف مکانوں سے قربانی کے گوشت پکنے کا دھواں نکل رہا ہے، تو رونے لگے اور کہنے لگے کہ ''لوگوں نے قربانیوں سے آپ کا تقرب حاصل کرلیا، میرے محبوب! کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ میں قربانی کس چیز کی کروں؟'' یہ کہہ کر بے ہوش ہوکر گر گئے۔ میں نے پانی چھڑکا، دیر میں ہوش آیا، پھر اٹھ کر چلے۔

جب شہر کی گلیوں میں پہنچے تو پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہنے لگے کہ ''میرے محبوب! تجھے میرے رنج وغم کا طویل ہونا بھی معلوم ہے اور میرا یہ گلی گلی پھرنا بھی تجھے معلوم ہے۔ میرے محبوب! تو مجھے یہاں کب تک قید رکھے گا؟'' یہ کہہ کر پھر بے ہوش ہوکر گر گئے۔ میں نے پھر پانی چھڑکا، پھر افاقہ ہوگیا اور چند روز بعد انتقال ہوگیا۔ (فضائل صدقات)

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے۔ کسی نے پوچھا کہ رونے کی کیا بات ہے؟ فرمایا کہ ''میں اس پر نہیں روتا کہ مجھ سے کبھی کوئی گناہ ہوا ہو، میرے علم کے موافق تو میں نے عمر بھر میں کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ البتہ اس پر رو رہا ہوں کہ کوئی بات مجھ سے ایسی سرزد ہوگئی ہو جس کو میں اپنے خیال میں سرسری سمجھا ہوں اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہو۔''

اس کے بعد قرآن پاک کی آیت وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰه مَالَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْن پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''ان کے لئے اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے ایسی بات ظاہر ہوئی جس کا ان کو وہم وگمان بھی نہ تھا۔'' یہ پڑھ کر فرمایا کہ ''مجھے بس اس کا ڈر ہے کہ کوئی بات ایسی ہو جائے جس کا گمان بھی نہ ہو''۔ (فضائل صدقات ص:۴۷۸)

ابوشعیب صالح بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ

عمرو بن عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوشعیب صالح بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ بیمار تھے۔ میں ان کی عیادت کو گیا، تو نزع کی حالت تھی۔ مجھ سے کہنے لگے کہ ”میں تجھے خوشخبری سناؤں؟ میں اس جگہ ایک اجنبی آدمی کو جو اوپری سی صورت ہے دیکھ رہا ہوں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ وہ کہنے لگے کہ میں ملک الموت ہوں۔ میں نے کہا میرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا۔ وہ کہنے لگے کہ مجھے یہی حکم ملا ہے کہ نرمی کروں۔“ (فضائل صدقات ص: ۴۸۰)

حضرت محمد بن اسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے شیخ محمد بن اسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال سے چار دن پہلے فرمایا کہ ”آؤ، تمہیں خوشخبری سناؤں کہ تمہارے ساتھی کے یعنی میرے ساتھ حق تعالیٰ شانہ نے کس قدر احسان کیا کہ میری موت کا وقت آ گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے کہ میرے پاس ایک درم بھی نہیں ہے، جس کا حساب دینا پڑے، اب مکان کے کواڑ بند کر دو اور میرے مرنے تک کسی کو میرے پاس آنے کی اجازت نہ دینا۔

اور یہ سن لو کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے جس میں میراث تقسیم ہو بجز اس چادر کے اور اس ٹاٹ کے اور اس وضو کے لوٹے کے اور میری کتابوں کے۔ اور سنو! اس تھیلی میں تیس درم ہیں، یہ میرے نہیں ہیں بلکہ میرے بیٹے کے ہیں، اس کے ایک رشتہ دار نے اس کو دئے ہیں اور اس سے زیادہ حلال چیز میرے لئے کیا ہوگی، جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ (لہذا یہ بیٹے کا مال ہونے کی وجہ سے اس حدیث شریف کی بنا پر مجھے حلال ہے) اس میں سے میرے کفن کی اتنی مقدار خرید لینا جس سے میرا ستر ڈھک جائے، اس سے زیادہ اس میں سے نہ لینا، یعنی صرف لنگی اس میں سے خرید لینا اور یہ ٹاٹ اور یہ چادر کفن میں شامل کر لینا، کفن کے تین کپڑے پورے ہو جائیں گے، لنگی چادر اور تیسرا ٹاٹ ہو جائے گا، ان

تینوں میں مجھے لپیٹ دینا اور یہ وضو کا لوٹا کسی نمازی فقیر کو صدقہ کر دینا کہ وضو کرے گا۔'' یہ سب فرما کر چوتھے دن انتقال ہو گیا۔ (فضائل صدقات ص: ۴۸۵)

حسن بن حی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی کا واقعہ

حسن بن حی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے بھائی علی کا جس رات میں انتقال ہوا، انہوں نے مجھے آواز دے کر پانی مانگا۔ میری نماز کی نیت بندھ رہی تھی، میں سلام پھیر کر پانی لے کر گیا، وہ فرمانے لگے کہ ''میں تو پی چکا۔''

میں نے کہا آپ نے کہاں سے پی لیا، گھر میں تو میرے اور آپ کے سوا کوئی اور ہے نہیں؟ کہنے لگے کہ ''حضرت جبرئیل علیہ السلام ابھی پانی لائے تھے، وہ مجھے پانی پلا گئے اور فرما گئے کہ تو اور تیرا بھائی ان لوگوں میں ہیں جن پر حق تعالیٰ شانہ نے انعام فرما رکھا ہے'' (یہ قرآن پاک کی ایک آیت شریفہ کی طرف اشارہ ہے جو سورہ نساء کے نویں رکوع میں ہے۔ **وَمَنْ يُطِعِ اللّٰه وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ**...... **الخ** ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ شانہ نے انعام کر رکھا ہے، نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین میں سے) (فضائل صدقات ص: ۴۷۹)

ابو یعقوب نہر جوری رحمۃ اللہ علیہ

ابوالحسن مزنی کہتے ہیں کہ ابو یعقوب نہر جوری رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا، تو نزع کے وقت میں نے لا الہ الا اللہ تلقین کیا، تو میری طرف دیکھ کر ہنسے اور کہنے لگے ''مجھے تلقین کرتے ہو؟ اس ذات کی عزت کی قسم جس کو کبھی موت نہیں آئے گی، میرے اور اس کے درمیان صرف اس کی بڑائی اور عزت کا پردہ ہے اور بس۔'' یہ کہتے ہی روح پرواز کر گئی۔

مزنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ڈاڑھی پکڑ کر کہتے تھے ''مجھ جیسا حجام بھلا اولیاء کو تلقین کرے، کیسی

غیرت کی بات ہے۔'' اور جب اس واقعہ کو ذکر کرتے تو رویا کرتے۔ (فضائل صدقات ص:۴۸۳)

حضرت ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ

ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ فاطمہ کہتی ہیں کہ جب میرے بھائی کا انتقال ہونے لگا تو ان کا سر میری گود میں تھا۔ انہوں نے آنکھ کھولی اور کہنے لگے کہ'' آسمان کے دروازے کھل گئے اور جنت مزین کر دی گئی اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ 'ہم آپ کو ایسی جگہ پہنچائیں گے جو تمہارے دل میں بھی نہیں گزری۔ ابوعلی! اگرچہ تم اتنے اونچے درجہ کی خواہش نہیں کر رہے تھے، مگر ہم نے تمہیں اونچے درجہ پر پہنچا دیا کہ حوران بہشت تمہارے دیدار کی مشتاق ہیں، اور تم پر نثار ہوتی ہیں۔' مگر دل یہ کہتا ہے کہ قسم تیری، میں تیرے غیر کی طرف نظر نہیں کروں گا۔ عمرِ دراز انتظار میں بسر کی تو اب ایسا نہیں ہوسکتا کہ رشوت لے کر لُٹ جائیں۔''

پھر انہوں نے دو شعر پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے کہ'' تیرے حق کی قسم! میں نے کبھی تیرے سوا کسی کی طرف (محبت کی نگاہ سے) آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو مجھے اپنی بیمار آنکھوں سے بے چین کر رہا ہے اور ان رخساروں سے جو حیا کی وجہ سے سرخ ہو گئے ہیں۔'' یہ اشعار پڑھے اور وفات پا گئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ'' مجھے جنت اور اس کی نعمتیں نہیں چاہئیں، مجھے تو اے رب! تیری ذات چاہئے'' (کتاب العاقبہ)

حضرت ابوبکر بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ

ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب میرے استاذ ابوبکر بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہونے لگا، تو شاگردوں نے عرض کیا کہ کچھ وصیت فرما دیجئے۔ فرمایا'' تین چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔

(۱)اللہ کا خوف (۲) تنہائی میں اس کا مراقبہ اور (۳) جو چیز مجھے پیش آرہی ہے (یعنی موت) اس کا خوف رکھنا۔ مجھے اکسٹھ برس گزر گئے ہیں، لیکن (یہ ایسے جلدی گزرے ہیں کہ آج مجھے یوں لگتا ہے) گویا میں نے دنیا کو دیکھا ہی نہیں۔''

اس کے بعد ایک پاس بیٹھنے والے سے پوچھا دیکھو میری پیشانی پر پسینہ آ گیا یا نہیں؟ اس نے عرض کیا آ گیا۔ فرمایا ''اللہ کا شکر ہے کہ یہ ایمان پر موت کی علامت ہے'' (جیسا کہ حدیث میں وارد ہے) اور اس کے بعد انتقال فرمایا۔ (فضائل صدقات ص:۴۸۱)

حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ

ربیع بن خثیم کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے، ان کو خطاب کرکے فرماتے تھے لَوْ رَاٰکَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَأَحَبَّکَ. کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیکھتے تو خوش ہو جاتے۔

آپ کی وفات سن ۶۴ ہجری میں ہے۔

آپ کا معمول تھا کہ کَانَ لاَ یَنَامُ اللَّیْلَ کُلَّہُ، ساری رات عبادت میں مصروف رہتے۔

آپ کے شاگرد نقل کرتے ہیں کہ آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ فرات کے کنارہ چل رہے تھے۔ ایک آگ کی بڑی بھٹی پر گزر ہوا، تو اس کو دیکھ کر ربیع بن خثیم کانپ اٹھے اور یہ آیت پڑھنے لگے اِذَا رَأَتْھُمْ مِنْ مَّکَانٍ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَھَا تَغَیُّظًا وَزَفِیْرًا. وَ اِذَا أُلْقُوْا مِنْھَا مَکَانًا ضَیِّقًا مُقَرَّنِیْنَ دَعَوْا ھُنَالِکَ ثُبُوْرًا.

یہ آیت پڑھی اور بے ہوش ہو کر گر گئے۔ ہم انہیں گھر لے کر واپس آئے تو اس کے بعد ساری عمر موت کے منتظر رہے اور موت کی تیاری میں رہے۔

حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ کے مرض موت میں لوگوں نے ان سے کہا کہ ہم آپ کے لئے کسی طبیب کو نہ بلائیں؟ یہ سن کر وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ''کہاں

ہے قوم ثمود، قوم عاد؟ کہاں ہیں اصحاب الرس اور کہاں ہیں ان کے درمیان کے بہت سے قرن؟ حق تعالیٰ نے سب کے لئے مثالیں بیان کی تھیں، بہت سے طریقوں سے سمجھایا تھا مگر نہ مانے، آخر انجام یہ ہوا کہ خدا نے ان سب کو ہلاک کر دیا اور باوجودیکہ ان میں علاج کرنے والے بھی تھے اور طبیب بھی، وہ لوگ ہلاکت سے نہ بچ سکے اور سب کے سب ہلاک ہو گئے''۔

یہ فرما کر فرمایا کہ ''بخدا میں ہرگز اپنے لئے طبیب نہ بلاؤں گا''۔ (منہاج القاصدین)

جب آپ کا انتقال ہو رہا تھا تو ان کی بیٹی رونے لگیں۔ فرمایا ''بیٹی رونے کی بات نہیں ہے، یوں کہو کہ آج کا دن کس قدر خوشی کا ہے کہ میرے باپ کو آج بہت کچھ ملا'' (فضائل صدقات ص:۴۷۹)

ایک روایت میں ہے کہ وفات کے وقت آپ کی بیٹی رو رہی تھی۔ فرمانے لگے میری پیاری! قَدْ أَقْبَلَ عَلٰی أَبِیْکَ الْخَیْرُ. یہ فرمایا اور روح باری تعالی کے سپرد کر دی۔ (تہذیب التہذیب، حلیۃ الاولیاء، صفۃ الصفوۃ)

ہرم بن حیان ازدی عبدی رحمۃ اللہ علیہ

ہرم بن حیان ازدی عبدی کی وفات کا جب وقت آیا، تو آپ سے کہا گیا کہ وصیت فرما دیں۔ فرمانے لگے مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا وصیت کروں، لیکن میری یہ زرہ بیچ دینا، اور میرا قرض ادا کر دینا، پورا نہ ہو تو میرا گھوڑا بیچ کر قرض ادا کر دینا، پھر بھی پورا نہ ہو تو میرے غلام کو بیچ کر پورا کر دینا، اور میں تمہیں سورۂ نحل کی آخری آیات کی وصیت کرتا ہوں، اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ، وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ أَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ . وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصَّابِرِیْنَ. کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت اتری تو آپ نے ارشاد فرمایا بَلْ نَصْبِرُ۔

جب آپ کا انتقال ہوا تو حسنِ بصری فرماتے ہیں کہ ابھی ہم قبر کے پاس کھڑے تھے، ابھی ہاتھ ہم نے جھاڑے نہیں تھے کہ ایک بادل آیا اور وہ برسا اور اسی دن سبزہ اگ گیا۔ (صفۃ الصفوۃ)

حضرت قاضی ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاضی ایاس بن معاویہ مزنی، آپ بصرہ کے قاضی تھے۔ ابوشوذب سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ **كَانَ يُقَالُ فِيْ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ يُوْلَدُ رَجُلٌ تَامُّ الْعَقْلِ فَكَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّ اِيَاسَ بْنَ مُعَاوِيَةَ مِنْهُمْ،** کہ ہر سو سال کے ختم پر ایک تام العقل شخص پیدا ہوتا ہے تو سب کی رائے یہ ہے کہ ایاس بن معاویہ اس صدی کے تام العقل انسان پیدا کئے گئے۔ (الجرح والتعدیل)

ایاس بن معاویہ نے، جب آپ کی عمر ۷۶ سال کو پہنچی تو خواب میں دیکھا کہ وہ خود ایک گھوڑے پر سوار ہیں اور ان کے ابا ایک گھوڑے پر سوار ہیں، اور دونوں گھوڑے دوڑ رہے ہیں اور دونوں میں سے کوئی ایک گھوڑا دوسرے سے نہ ایک قدم آگے جاتا ہے نہ پیچھے، بالکل ساتھ ساتھ ہیں۔

ان کے والد کی وفات ۷۶ برس کی عمر میں ہوئی تھی۔ ایک رات ایاس اپنے بستر پر گھر والوں سے فرمانے لگے کہ جانتے ہو یہ کونسی رات ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اس رات میں میرے ابا نے اپنی عمر پوری کر لی تھی۔ چنانچہ ان کا بھی ۷۶ سال پورا ہونے پر اسی رات میں انتقال ہو گیا۔

رَحِمَ اللّٰهُ اِيَاساً فَقَدْ كَانَ نَادِرَةً مِنْ نَوَادِرِ الزَّمَانِ، وَاُعْجُوْبَةً مِنْ اَعَاجِيْبِ الدَّهْرِ فِى الْفِطْنَةِ وَالذَّكَاءِ، وَالْبَحْثِ عَنِ الْحَقِّ وَالْوُصُوْلِ اِلَيْهِ. (وفیات الاعیان)

سلمہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

سلمہ بن دینار کی وفات کے وقت خدام اور ساتھی آپ سے پوچھنے لگے کہ کَیْفَ تَجِدُکَ یَا اَبَاحَازِمٍ؟ تو یہ آیت پڑھنے لگے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا. اور وفات تک اس آیت کو برابر دہراتے رہے۔ (طبقات خلیفہ، تاریخ البخاری، التاریخ الصغیر، الجرح والتعدیل)

حضرت طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ

طاؤس بن کیسان سے مجاہد نے کہا کہ اے ابو عبد الرحمٰن! میں نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کعبہ میں نماز پڑھ رہے ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے دروازہ پر ہیں اور آپ کو فرما رہے ہیں اِکْشِفْ قِنَاعَکَ وَ بَیِّنْ قِرَاءَ تَکَ یَا طَاوُوسُ.

عبد المنعم بن ادریس اپنے ابا سے نقل کرتے ہیں کہ وہب بن منبہ اور طاؤس یمانی نے چالیس سال تک دونوں نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے۔

احمد بن ابی الحواری فرماتے ہیں کہ ابو سلیمان فرماتے تھے کہ میں نے طاؤس کو دیکھا کہ وہ اپنے بستر پر کروٹیں بدلتے تھے اور پھر کود کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اور فرماتے طَیَّرَ ذِکْرُ جَهَنَّمَ نَوْمَ الْعَابِدِیْنَ کہ جہنم کی یاد نے عابدین کی نیند اڑا دی۔

سنہ ۱۰۶ میں دسویں ذی الحجہ کو چالیسویں مرتبہ مزدلفہ میں آپ حج کرتے ہوئے پہنچے اور عشاء اور مغرب ساتھ پڑھی اور زمین پر لیٹے اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (الطبقات الکبری، طبقات خلیفہ، التاریخ الکبیر، تاریخ الفسوی، الجرح والتعدیل)

قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رحمۃ اللہ علیہ

قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ مدنی فقہاءِ سبعہ میں سے ہیں اور اکابر تابعین

میں سے ہیں۔ جن کے متعلق حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرا خلافت کے معاملہ میں کوئی اختیار ہوتا، لَوْ كَانَ لِیْ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ لَوَلَّيْتُ الْقَاسِمَ الْخِلافَةَ تو میں قاسم بن محمد کو خلیفہ بناتا۔

۷۲ سال سے زائد آپ کی عمر تھی، بینائی چلی گئی تھی، پھر بھی مکہ مکرمہ حج کا سفر جاری تھا اور راستہ ہی میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

جب آپ نے محسوس کیا کہ یہ آخری وقت ہے، تو آپ نے اپنے بیٹے کو خطاب کیا اور فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو جن کپڑوں میں میں نماز پڑھتا تھا، میرا قمیص اور میری ازار، پائجامہ اور میری چادر، ان تین میں مجھے کفنا دینا، کہ یہی تمہارے جدِ امجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کفن رہا ہے۔ اس کے بعد میری قبر کو برابر کر کے گھر والوں کے پاس چلے جانا۔ میری قبر پر کھڑے ہو کر یہ نہ کہنا، كَانَ كَذَا وَ كَذَا، وہ ایسا تھا، ایسا تھا، اس لئے کہ فَمَا كُنْتُ شَيْئاً میں تو کچھ بھی نہ تھا۔ (حلیۃ الاولیاء، صفۃ الصفوۃ، الطبقات الکبری)

رفیع بن مہران رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام تھا ابوالعالیہ، رفیع بن مہران الریاحی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دو سال بعد آپ نے اسلام قبول کیا اور آپ نے شوال میں سن ۹۳ ہجری میں وفات پائی۔

کسی ضرورت سے، کسی مرض کی وجہ سے آپ کا پیر کاٹنے کی نوبت آئی، تو طبیب اپنے آلات کو لے کر پہنچا اور عرض کیا کہ کیا ہم آپ کو کوئی مخدِّر دوا پلا دیں کہ جس سے آپ کو کٹنے کی تکلیف کا احساس نہ ہو؟ ارشاد فرمایا کہ بلکہ اس سے بہتر چیز ایک اور ہے۔

طبیب نے پوچھا وہ کیا؟ تو فرمایا کہ کسی اچھے قاری کو لے آؤ، اور وہ قرآن کی آیات میرے سامنے پڑھتا رہے۔ جب تم مجھے دیکھو کہ میرا چہرہ اب سرخ ہونے لگا، نگاہ آسمان کی طرف کھلی رہ گئی، تو اس کے ساتھ جو چاہے میرے ساتھ کرتے رہنا۔ تو انہوں نے ایسا ہی کیا اور اپنا آپریشن

مکمل کیا۔ انہیں کسی قسم کی تکلیف کا کوئی احساس نہیں ہوا۔

طبیب نے پوچھا کہ كَأَنَّکَ لَمْ تَشْعُرْ بِآلاَمِ الشَّقِّ وَ الْبَتْرِ کہ کٹنے کا کوئی احساس نہیں ہوا؟ فرمایا لَقَدْ شَغَلَنِیْ بَرْدُ حُبِّ اللّٰهِ وَ حَلاَوَةُ مَا سَمِعْتُهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَنْ حَرَارَةِ الْمَنَاشِيْرِ.

پھر اپنا کٹا ہوا پیر اپنے ہاتھ میں لیا، اس کو دیکھتے رہے اور فرماتے جاتے تھے اِذَا لَقِيْتُ رَبِّیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ سَأَلَنِیْ هَلْ مَشَيْتُ بِکَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً اِلٰى مُحَرَّمٍ أَوْ مَسَسْتُ بِکَ غَيْرَ مُبَاحٍ لَأَقُوْلَنَّ لاَ، کہ چالیس سال تک کے عرصہ میں کسی حرام جگہ پر یا غیر مباح کے چھونے پر میں تجھے کسی جگہ پر لے کر چلا ہوں، یہ اللہ عزوجل مجھ سے پوچھے گا، تو میں عرض کروں گا کہ نہیں، اور یہ جو میں اللہ سے کہوں گا کہ میں کبھی حرام یا غیر مباح کی طرف اپنے اس پیر سے نہیں چلا وَاَنَا صَادِقٌ فِیْ مَا أَقُوْلُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

اپنا معمول تھا کہ ہر مہینہ میں ایک دفعہ اپنے کفن کو نکالتے اور پہنتے، پھر کفن اپنی جگہ پر رکھ دیتے۔ آپ نے سترہ دفعہ اپنی وصیت لکھوائی ہے، ہر مرتبہ میں اس میں ترمیم فرماتے، ۹۳ ہجری میں شوال کے مہینہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء، الطبقات الکبری، تہذیب التہذیب، المعارف لابن قتیبہ)

ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ

ابو زرعہ الرازی كَانَ اِمَامًا حَافِظًا مُتْقِنًا ثِقَةً عَالِمًا بِالْحَدِيْثِ، عَارِفًا بِالْمَشَايِخِ وَ الْجَرْحِ وَ التَّعْدِيْلِ. سن ۲۰۰ ہجری میں آپ کی ولادت ہے اور ۲۶۴ ہجری میں ری میں آپ کی وفات ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ احادیث حفظ ہیں جیسا کہ کسی کو قُلْ هُوَ اللّٰه یاد ہوتی ہے۔

ابوبکر محمد بن عمر الرازی فرماتے ہیں کہ ابوزرعہ رازی سے بڑا حافظ اس امت میں پیدا نہیں ہوا کہ انہیں سات لاکھ احادیث حفظ تھیں، اور ایک لاکھ چالیس ہزار احادیث تفسیر اور قراءت کے باب کی حفظ تھیں، اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتابیں چالیس دن میں آپ نے حفظ کر لی تھیں، فَكَانَ يَسْرُدُهَا مِثْلَ الْمَاءِ جب وہ ان کتابوں کو سناتے تو جس طرح پانی بہتا ہے اس طرح تیزی کے ساتھ پڑھتے جاتے تھے۔

جعفر تستری فرماتے ہیں کہ میں ابوزرعہ رازی کی خدمت میں ماشہران میں حاضر تھا، وہ نزع کی حالت میں تھے اور آپ کے پاس علماء اور مشائخ کی جماعت موجود تھی، آپس میں ایک دوسرے کو اشارہ کرنے لگے کہ تلقین والی حدیث لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه تلقین کرنا چاہیئے، لیکن انہیں ابوزرعہ رازی سے حیا آتی تھی اور تلقین سے وہ گھبراتے اور ڈرتے تھے، تو وہ کہنے لگے کہ تَعَالَوْا نَذْكُرُ الْحَدِيْثَ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ صَالِحٍ اتنا وہ بول پائے تھے کہ زبان رک گئی اور آگے بڑھ نہیں سکے۔

ابوحاتم نے پڑھنا شروع کیا حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ صَالِحٍ یہاں پہنچ کر وہ بھی رک گئے پورا نہیں کر سکے حضرت ابوزرعہ کی ہیبت کے مارے، اور باقی لوگ چپ رہے۔

نزع کی حالت میں ابوزرعہ رازی نے خود پڑھنا شروع کیا حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِيْ غَرِيْبٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلاَمِهِ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ، اور اس حدیث کی قراءت سے فارغ نہیں ہوئے حَتّٰى تُوُفِّيَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

احمد مرادی نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا ابوزرعہ کیا ہوا؟ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کے

ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب دیا کہ لَقِیْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَ جَلَّ کہ میں اپنے رب سے ملا، تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ابو زرعۃ! میرے پاس کسی بچہ کو لایا جاتا ہے تو میں اس کے بارے میں جنت کا حکم دیتا ہوں فَکَیْفَ بِمَنْ حَفِظَ السُنَنَ عَلٰی عِبَادِیْ؟ تَبَوَّءْ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ شِئْتَ. تو پھر اس شخص کا کیا حال کہ جس نے میرے بندوں کو حدیثیں محفوظ کر کے پہنچائیں، اس لئے تم جنت میں جہاں چاہو رہ سکتے ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا أَلْحِقُوْا عُبَیْدَ اللّٰهِ بِأَصْحَابِهِ بِأَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ وَ أَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ وَ أَبِیْ عَبْدِ اللّٰه. کہ عبیداللہ کو تین ابی عبداللہ کے پاس پہنچادو، ابوعبداللہ سفیان ثوری، ابوعبداللہ مالک بن انس، ابوعبداللہ احمد بن حنبل۔ (تہذیب الکمال)

ابوالحسین بن المنادی فرماتے ہیں کہ ابوزرعہ رازی کا پیر کے دن انتقال ہوا ری میں اور منگل کے دن آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات سن ۲۶۴ ہجری میں ذی الحجہ کے مہینہ میں ہے، جب کہ آپ کی ولادت سن ۲۰۰ ہجری میں ہے۔

حضرت یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ

ابوعبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نزع کی حالت میں تھا۔ وہ کہہ رہے تھے "اے اللہ! میں ظاہر میں لوگوں کو نصیحت کرتا رہا اور باطن میں اپنے نفس کے ساتھ کھوٹا پن کرتا رہا۔ میں نے اپنے نفس کے ساتھ جو کھوٹ کیا اس کو اس کے بدلہ میں کہ تیری مخلوق کو نصیحت کرتا رہا، معاف کردے۔" یہی کہتے کہتے جان نکل گئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (فضائل صدقات ص: ۴۸۵)

کسی نے وفات کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا، تو پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا "بخش دیا" پوچھا کس سبب سے؟ فرمایا "اس کی برکت سے کہ میں نے اچھی باتوں

کے ساتھ کبھی ہزلیات کو مخلوط نہ کیا'' (ظہیرالاصفیاء، ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء ص:۳۰۴)

شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی وفات ۲۶/شعبان ۲۰۵ھ کو ہوئی۔ وفات کا وقت قریب آیا تو کسی نے پوچھا کہ اس وقت آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا کہ ''یہ تمنا ہے کہ مرنے سے ایک لحظہ پہلے اس کو پہچان لوں''۔ (احیاءالعلوم ترجمہ اردو ص:۶۷۹ ج:۴)

ابوجعفر اعور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں شیخ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا اور ان کے چند یار حاضر تھے اور طاعتِ جمادات کا بیان کر رہے تھے۔ وہاں ایک تخت رکھا تھا۔

شیخ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''جمادات اولیاء کی طاعت یوں کرتے ہیں کہ اگر میں اس وقت اس تخت سے کہہ دوں کہ اس گھر کے گرد گھوم تو حرکت کرنے لگے۔''

فوراً وہ تخت حرکت میں آیا اور اس گھر کے گرد پھر کر اپنی جگہ پر آ گیا۔ جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ اتنے روئے کہ جان دے دی اور اسی تخت پر آپ کو غسل دیا گیا۔ (ظہیرالاصفیاء ص:۱۱۸)

جب آپ کا وصال ہونے لگا تو کسی نے ان سے عرض کیا کہ کچھ وصیت فرما دیجئے۔ فرمانے لگے ''میں اس کی مہربانی کے کرشموں میں متعجب ہو رہا ہوں، اس وقت مجھے مشغول نہ کرو''۔ (فضائل صدقات ص:۴۸۳)

روایت ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو اس رات سات آدمیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں ''خدا کا دوست ذوالنون آنے والا ہے، میں اس کے استقبال کے لئے آیا ہوں۔''

جب آپ کا جنازہ لے جایا جا رہا تھا، تو پرندے اتنی کثرت سے اپنے پروں کو اس پر مار رہے تھے کہ ان کا سایہ سب کو گھیر لیتا تھا۔ اس قسم کے پرندے کسی نے نہیں دیکھے تھے، جیسے آپ کے جنازہ پر دیکھنے میں آئے۔ سینکڑوں آدمی جو آپ سے تعلق رکھتے تھے اپنے برے کاموں سے

تائب ہو گئے۔(سفینۃ الاولیاء ص:۱۶۷)

شیخ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی وفات چہارشنبہ ۱۰ محرم ۲۲۷ھ کو ہوئی، آپ کا مزار بغداد شہر کے بیرونی علاقہ میں واقع ہے۔

عباس بن دہقان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ”بشر بن حارث حافی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہ ہوگا کہ جس حالت میں دنیا میں آیا تھا یعنی خالی ہاتھ، ننگا بدن، ایسا ہی دنیا سے گیا ہو۔ بشر بن حارث حافی رحمۃ اللہ علیہ البتہ اس طرح گئے کہ وہ بیمار تھے، وصال کا وقت قریب تھا، ایک سائل آ گیا اور اپنی ضرورت کا حال ظاہر کیا۔ آپ نے جو کرتہ بدن پر تھا وہ نکال کر اس شخص کو بخش دیا اور خود تھوڑی دیر کے لئے دوسرے سے کرتہ مستعار مانگا اور اسی میں وصال فرمایا۔“ (فضائل صدقات)

(اس کے باوجود) جب نزع کی حالت طاری ہوئی تو بہت گھبرا رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ کیا آپ کو زندگی محبوب ہے جو موت سے اس قدر چیں بجبیں ہو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ”نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے پاس چلنا بہت مشکل کام ہے“۔(کتاب العاقبہ)

جب آپ کا وصال ہوا، تو آپ کے مکان سے جنوں کے رونے کی آواز لوگوں نے سنی۔ وصال کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا ”مغفرت کر دی، میری بھی اور ان کی بھی جو میرے جنازہ میں شریک تھے، اور ان کی بھی جو مجھے قیامت تک دوست رکھیں گے“۔(سفینۃ الاولیاء ص:۱۶۲)

ایک اور شخص نے وفات کے بعد آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ”عتاب کیا اور ارشاد فرمایا کہ دنیا میں تم اس قدر کیوں ڈرتے رہے؟ تمہیں معلوم نہیں تھا کہ کرم میری صفت ہے“۔

ایک اور شخص نے بشر کو خواب میں دیکھا تو سوال کیا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا کہ ''مجھے بخش دیا اور ارشاد فرمایا کہ ''كُـلْ يَا مَنْ لَايَا كُلُ، وَاشْرِبْ يَا مَنْ لَايَشْرَبُ'' کھا اے وہ شخص جس نے میرے واسطے نہ کھایا اور پی اے وہ شخص جس نے میرے لئے نہ پیا''۔

ایک دوسرے شخص نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ جواب دیا کہ ''بخش دیا اور نصف بہشت میرے لئے مباح کر دی اور فرمایا کہ ''اے بشر! اگر تم مجھے آگ میں سجدہ کرتے تو بھی اس کا شکریہ ادا نہ کر پاتے کہ بندوں کے دل میں میں نے تمہاری جگہ کر دی''۔

ایک اور شخص نے آپ کو خواب میں دیکھ کر یہی پوچھا تو جواب دیا کہ ''فرمان آیا مرحباً یا بشر'' جس وقت تمہاری جان نکلی تم سے زیادہ روئے زمین پر کوئی دوست نہ تھا''۔ (ظہیر الاصفیاء، ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء ص:۱۱۲)

عاصم جزری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے خواب میں بشر سے ملاقات کی اور پوچھا کہ ابونصر! آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ فرمایا ''علیین سے۔'' میں نے پوچھا احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں؟ فرمایا ''میں نے انہیں اس وقت عبدالوہاب وراق کے ہمراہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس چھوڑا ہے، دونوں کھاتے پیتے ہیں'' پوچھا اور آپ؟ فرمایا ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو معلوم تھا کہ مجھے کھانے پینے کی کچھ زیادہ رغبت نہیں، اس لئے اس نے اپنا دیدار مجھے مباح فرما دیا''۔

ابوجعفر سقاء رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خواب میں دیکھا جس کا واقعہ وہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے بشر کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ تو وہ کہنے لگے ''مجھ پر لطف وکرم اور ترحم فرمایا اور فرمایا ''اے بشر! اگر تم میرے لئے آگ کے انگاروں پر بھی سجدہ کرتے تو میں نے جو تمہاری محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے، اس کا شکر ادا نہ کر پاتے''۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میرے لئے آدھی جنت مباح کر دی ہے کہ میں اس میں جہاں چاہوں آرام سے کھاؤں پیوں، اور اس نے میرے جنازہ میں جو شریک تھے سب کو بخشنے کا وعدہ فرما لیا۔"

میں نے پوچھا ابونصر تمار کا کیا حال ہے؟ فرمایا "وہ اپنے صبر وفاقہ کی وجہ سے لوگوں کے اوپر ہیں"۔

عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "غالباً نصف جنت سے مراد جنت کی آدھی نعمتیں ہیں، کیوں کہ جنت کی نعمتوں کے دو حصے ہیں، آدھی روحانی ہیں اور آدھی جسمانی، جنتی عالم برزخ میں تو روحانی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور قیامت کے دن جب روحیں اپنے جسموں میں چلی جائیں گی تو ان روحانی نعمتوں پر جسمانی نعمتوں کا بھی اضافہ کر دیا جائے گا۔"

بعض کے نزدیک جنت کی نعمتیں علم وعمل پر مرتب ہوتی ہیں، لہذا بشر رحمۃ اللہ علیہ کا علمی نعمتوں کی بہ نسبت عملی نعمتوں میں زیادہ حصہ ہے۔ (کتاب الروح لابن القیم ص: ۳۰/۴۷)

شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی شہادت ۱۰/ جمادی الاولیٰ ۶۱۸ھ کو ہوئی، جب ہلاکو خوارزم میں پہنچا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ساٹھ سال سے زیادہ تھی۔

شیخ نے اپنے اصحاب مثلاً شیخ سعدالدین حموی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ رضی الدین علی لالا رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کو بلا کر فرمایا کہ "صبح سویرے اٹھ کر اپنے اپنے ملکوں کو چلے جاؤ، کیوں کہ مشرق سے ایک آگ اٹھے گی، جو مغرب تک سب کو جلا دے گی، اور مجھ کو یہیں ہونا ہے۔ یہ ایک بلائے مبرم ہے، جس کا کوئی علاج نہیں"۔

پھر جب کفار کا لشکر آن پہنچا، تو آپ نے نیزہ ہاتھ میں لیا اور کفار سے جنگ شروع کی اور دشمنوں سے قتال کرتے رہے، حتیٰ کہ آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

روایت ہے کہ شہادت کے وقت ایک کافر تاتاری کے بال آپ کے دست مبارک میں آ گئے اور کسی کو یہ مجال نہ ہوئی کہ آپ کے دست مبارک سے ان کو چھڑا سکے۔ آخر کار ان کو کاٹنا پڑا۔
(سفینۃ الاولیاء ص:۱۴۱-خزینۃ الاصفیاء ص:۲۰۹)

حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۱۸ھ کے اختتام میں صرف دو ماہ باقی تھے کہ بادشاہ کی طبیعت بہت زیادہ ناساز ہوگئی۔ احکام شریعت کی پابندی کچھ اس طرح طبیعت میں رچ گئی تھی کہ شدت مرض اور کمال نقاہت کے باوجود آخر تک پنج وقتہ نمازیں جماعت کے ساتھ ادا فرماتے رہے۔ مرض خوفناک صورت اختیار کرنے لگا، تو مخلص وفادار حمید الدین خان نے درخواست پیش کی کہ ایک ہاتھی اور بیش قیمت دانہ الماس کے صدقہ کی اجازت دی جائے، درخواست پر قلم خاص سے تحریر ہوا۔
''فیل تصدق برآوردن طریقہ اہل ہنود واختر پرستاں است، چہار ہزار روپیہ نزد قاضی القضاۃ بفرستید کہ بمستحقاں رساند'' (یعنی ہاتھی صدقہ کرنا ہندوؤں اور ستاروں کی پوجا کرنے والے لوگوں کا طریقہ ہے، قاضی القضاۃ کے پاس چار ہزار روپے بھیج دو تا کہ وہ مستحقوں میں تقسیم کر دیئے جائیں)

اس عرضی پر یہ بھی تحریر فرمایا ''ایں خاکسار را زود بمنزل رسانیدہ بخاک سپارند، بتربیت تابوت نہ پردازند'' (یعنی اس عاجز کو منزل مقصود پر پہنچا کر خاک کے سپرد کر دیں، صندوق نہ بنائیں)

ایک مفصل وصیت نامہ تیار کیا، تجہیز و تکفین کے متعلق ایک مختصر وصیت یہ تھی ''چار روپیہ دو آنے جو ٹوپیوں کی سلائی سے حاصل ہوئے تھے، یہ بیگم محل دار کے پاس ہیں، ان میں تجہیز و تکفین ہو، تین سو پانچ روپیہ کتابت قرآن کی اجرت کے ''صرف خاص'' کی مد میں محفوظ ہیں، وفات کے روز مساکین میں تقسیم ہوں، چونکہ فرقہ شیعہ کے نزدیک کتابت قرآن کی اجرت حرام ہے،

لہذا اس کو تجہیز و تکفین میں صرف نہ کریں"۔

۲۸؍ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ کو جمعہ کا دن تھا، نماز صبح کے بعد کلمہ توحید کا ذکر شروع کیا اور ایک پہر دن چڑھے کشاکش دنیا سے نجات پائی، رحمہ اللّٰہ تعالیٰ وتغمدہ بآلائہ۔

کل مدت عمر اکیانوے سال تیرہ روز تھی۔

خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

جب ۱۰۷۹ھ ربیع الاول کا چاند نظر آیا تو آپ نے ایک روز فرمایا کہ طبیعت چاہتی ہے کہ ماہ ربیع الاول میں رسالت پناہ قبلہ رشد وہدایت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوؤں۔ اس کے بعد حضرت پر مرض کا غلبہ ہوا۔ کسر نفس، خشیت اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ نے قرب وجوار کے تمام بزرگوں کو لکھ کر بھیجا "فقیر محمد معصوم از دنیا میرود، باید کہ بدعاء خیریت خاتمہ ممد ومعاون باشند" یعنی فقیر محمد معصوم دنیا سے جاتا ہے، چاہئے کہ آپ دعائے خیر سے مدد فرمائیں۔

سید مرزا نامی ایک بزرگ نے جواب میں لکھا:

در ہر پیر زن مے زد پیمبر — کہ اے زن درد وعالم یاد آور
یقین میدان کہ شیران شکاری — دریں راہ خواستند از مور یاری

ترجمہ: ہر بڑھیا کو یہ پیغام ملتا ہے کہ اے بڑھیا! یقین جان کہ دونوں جہاں میں شیروں کو شکار کرنے والے اس راہ میں چیونٹیوں سے یاری لگانا چاہتے ہیں۔

۸؍ربیع الاول ۱۰۷۹ھ جمعہ کا دن تھا، آپ نماز جمعہ کے لئے مسجد جامع میں تشریف لے گئے۔ یہ شوق نماز کا جذبہ تھا، ورنہ طاقت ختم ہو چکی تھی۔ آپ نے وہیں اندازہ کر لیا اور فرمایا "توقع نہیں کہ کل اس وقت تک دنیا میں رہوں گا۔"

۹؍ربیع الاول کا آفتاب طلوع ہوا تو آپ اطمینان وسکون کے ساتھ صبح کی نماز سے فارغ

ہونے کے بعد مصلیٰ پر مراقبہ میں مشغول تھے۔ ایک حیرت انگیز روحانی طاقت تھی جو ادائے عبادت و معمولات کے لئے انجکشنوں کا کام دیتی رہی۔ مراقبہ سے فراغت کے بعد نوافل اشراق ادا کئے، پھر بستر پر تشریف لائے، سانس ٹوٹ گیا مگر لب متحرک تھے۔ کان لگا کر سنا گیا تو سورۂ یٰسین کی تلاوت ہو رہی تھی۔ (علمائے ہند کا شاندار ماضی ص: ۲۷۵)

خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ

عمر بھر درس و تدریس میں مشغول رہے اور خرقہ خلافت حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آغوش عطوفت میں رہ کر حاصل کیا۔ چند کتابوں کے حواشی مرتب فرمائے اور پھر بڑے بھائی سے تقریباً ایک سال بعد والد صاحب کی وفات کی تاریخ یعنی پنج جمادی الاخریٰ ۱۰۷۵ھ کو انتقال فرمایا۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہما فرمایا کرتے تھے کہ محلّہ کوشک نر کے ایک آدمی نے حضرت خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں التماس کیا کہ توجہ فرمایئے تاکہ حصول علم سے جلد فراغت نصیب ہو۔ فرمایا ''ہم جواب دیں گے۔''

جب گھر واپس آئے تو ایک آدمی کے ہاتھ اس کو رقعہ بھجوایا، جس میں لکھا تھا کہ ''کل ان شاء اللہ تمام علوم سے فارغ ہو جاؤ گے۔'' یہ مژدہ سن کر وہ متعجب ہوا اور دوسری صبح بغیر کسی ظاہری سبب کے سوتے میں ہی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ (انفاس العارفین ص: ۶۱/۶۲)

شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ نے آخر عمر میں مجھ سے فرمایا تھا کہ ''رشتہ فرزندی کا لحاظ کر کے مجھے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے برابر نہ دفن کیا جائے بلکہ اس جگہ دفن کیا جائے جہاں جوتے نکالے جاتے ہیں، میں اسی جگہ کے لائق ہوں۔'' میں نے عرض کیا کہ دفن کرنے کے متعلق مجھے کیا اختیار، یہ کام آپ کے وارثوں کا ہوگا۔ فرمایا ''تم کہہ دینا۔''

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''گفتم کہ وصیت خواجہ ایں است، گوش نہ کردند'' یعنی میں نے وارثوں کو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس وصیت کی اطلاع کی تھی مگر کسی نے اس پر کان نہ دھرے۔(انفاس العارفین ص:۹۱-علماء ہند کا شاندار ماضی ص:۳۱۰)

شیخ امان پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

حکایت ہے کہ شیخ امان رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوستوں سے ملنے دہلی آیا کرتے تھے۔آخری مرتبہ جب دہلی سے جانے لگے تو اپنے دوستوں سے کہا کہ اس مرتبہ لمبا سفر کرنا ہے۔اس پر آپ کے مخصوص دوست شیخ زکریا اجودھنی نے کہا کہ ہم بھی آپ کے ساتھ سفر میں رہیں گے۔آپ نے جواب میں فرمایا کہ ''اگر ظاہری سفر ہوتا تو آپ ساتھ ہوتے، لیکن یہ دوسرا سفر ہے،اس لئے میں آپ کو اللہ کی حفاظت میں دے کر جا رہا ہوں۔''

پھر بعد میں گھر جا کر آپ نے ہر چیز کو دیکھا اور اس سے رخصت ہوئے۔قرآن شریف کو کھول کر دیکھا اور فرمایا ''اے کتاب کریم! میں نے تجھ سے استفادہ کر کے بے حد فائدے اٹھائے۔'' اسی طرح کمرہ اور کمرہ کی ہر چیز کو الوداع کہا۔اسی حالت میں آپ کو بخار چڑھ گیا تو آپ نے فرمایا بہت سا پانی گرم کرو اور نئے لوٹے لے آؤ تا کہ عمر بھر کے وسوسے دور ہو جائیں۔

۱۲/ربیع الثانی کو آپ پر سکرات کا غلبہ ہوا تو آپ نے اسی حالت میں فرمایا کہ ''مشائخ طریقت کھڑے ہیں اور فتوائے توحید طلب کر رہے ہیں'' چنانچہ کلمات توحید آپ کی زبان پر جاری تھے کہ آپ نے انتقال فرمایا۔(اخبار الاخیار ص:۴۹۸)

شیخ سدید اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ میر سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور خلیفہ تھے۔آپ کی ولادت ۸۱۱ھ میں اور وفات ۸۴۹ھ میں ہوئی۔عشق ومحبت آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔

منقول ہے کہ ابھی آپ بچے ہی تھے کہ ایک روز سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کرتے

ہوئے سر کا مسح کرتے وقت اپنی ٹوپی اتار کر ایک جگہ رکھ دی۔ اسی اثناء میں سدید اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس طرف آئے، اور ٹوپی کو دیکھ کر بچوں کی طرح اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ یہ دیکھ کر میر سید محمد گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''یہ خلعت ہے اور الحمد للہ کہ امانت اس کے حقدار اور اہل کو مل گئی ہے''۔ اس کے بعد سید گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ جس کو مرید کرتے اس کو سدید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیتے، البتہ ذکر وغیرہ خود تلقین فرما دیا کرتے تھے۔

مشہور ہے کہ سدید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک عورت سے عشق ہو گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے دل پر کنٹرول کیا اور اس کی الفت کو صیغۂ راز میں رکھا۔ بالآخر اس سے نکاح کر لیا، وہاں کے علاقہ کے رواج کے موافق ان کی صبح کو ملاقات ہوئی۔ شیخ سدید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اہلیہ کے جمال پر ایک نظر کی ہی تھی کہ اس اللہ کی بندی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور عالم پائیدار کی جانب روانہ ہو گئیں اور شادی کی مجلس، مجلس غم میں تبدیل ہو گئی۔ شیخ سدید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑا اور اس کے پاس بیٹھنے سے پہلے آپ نے بھی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ چنانچہ لوگوں نے دونوں کو ایک دوسرے کے پہلو میں دفن کر دیا۔ (اخبار الاخیار ص:۳۷۲،۳۷۱)

خواجہ ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ

منقول ہے کہ خواجہ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرض موت کے وقت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ان کے یہاں عیادت کے لئے تشریف لے گئے، تو مولانا نے اپنے خادموں کو اپنی دستار دی کہ اسے خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کے نیچے بچھایا جائے اور وہ اس کے اوپر چل کر آئیں، مگر خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے وہ دستار اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگائی۔ پھر جب خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ مولانا کے سامنے بیٹھ گئے، تو مولانا نے آنکھیں چار نہ کیں۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے باہر تشریف لانے کے بعد اندر سے رونے کی آواز آئی کہ

خواجہ سنامی رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما گئے۔ شیخ نے نہایت افسردہ اور آبدیدہ ہو کر فرمایا ''شریعت کا حامی ایک ہی مرد مجاہد تھا، افسوس کہ آج وہ بھی نہ رہا''۔ اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے۔ (اخبار الاخیار ص: ۲۳۵)

شیخ شہاب الدین خطیب ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے متعلق شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''وہ ہر دلعزیز تھے اور ہمیشہ رات کو سورۂ بقرہ پڑھ کر سویا کرتے تھے۔'' انہی کی زبانی ایک حکایت ہے، فرماتے ہیں کہ ''ایک رات میں سورۂ بقرہ پڑھ رہا تھا کہ گھر کی جانب سے آواز آئی۔

ما دوست کشیم وتو نداری سر ما　　　داری سر ما وگرنہ دور از بر ما

(یعنی تو ہمارا سر حاصل کرنے کے لئے آجاتا ہے ورنہ تو تو ہم سے دور ہی رہتا، ہم تو تجھے دوست رکھتے ہیں اور تو ہمارے سر سے ناآشنا ہے)

جس وقت یہ آواز آئی تھی اس وقت تمام گھر والے سو رہے تھے۔ میں ششدر و حیران رہ گیا کہ یہ ندا کہاں سے آرہی ہے؟ اور گھر والوں میں سے کسی سے امید نہ تھی، کہ وہ اس قسم کے مضمون کی بات کرتا۔''

شیخ نے پھر دوبارہ یہ آواز سنی تو عرض کیا ''اے میرے اللہ! میں نے تیرے اکثر و بیشتر احکام کی حتی المقدور تعمیل کی ہے، مجھے امید ہے کہ تو بھی میرے ساتھ ایفائے عہد کرے گا کہ جب میرا انتقال ہو تو اس وقت عزرائیل یا اور کوئی تیرا فرشتہ میرے پاس نہ ہو، فقط میں ہوں اور تیری ذات'' اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے۔ (اخبار الاخیار ص: ۱۷۴)

شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

بڑی لمبی عمر پائی۔ فرمایا کرتے تھے کہ ''مجھے ایک بیٹے کی آرزو ہے، جب پیدا ہوگا پھر میں اس دنیا سے جاؤں گا۔''

نہایت کبر سنی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک بیٹا دیا، بیٹے کی پیدائش کے بعد اپنی خادمہ کو بلا کر فرمایا کہ "گھر میں جو کچھ ہے لے آؤ" خادمہ نے کہا کہ آپ کے گھر میں کب کوئی چیز رہتی ہے جو لے آؤں۔ فرمایا "آج جو کچھ ملتا ہے لے آؤ" خادمہ دو سیر غلہ اور دو کپڑے لائی۔ آپ نے دونوں چیزیں فقراء کے حوالہ کر دیں، پھر فرمانے لگے "آج سماع کو جی چاہتا ہے کسی قوال کو بلا لاؤ" خادمہ نے کہا کہ آپ کے پاس کیا ہے جو قوال کو دیں گے؟ آپ نے فرمایا "بلا لاؤ"۔ میں اسے اپنی پگڑی اور چادر دے کر خوش کر لوں گا۔"

اسی اثنا میں اپنے ایک دوست کے گھر چلے گے، وہاں مجلس سماع برپا تھی۔ شریک ہوئے تو وجد میں آئے اور رونے لگے۔ بے اختیاری کے عالم میں وہاں سے اپنے گھر آ گئے اور فرمایا "آج جمعہ کا دن ہے حجام کو بلاؤ" حجامت کرائی، غسل کیا، دوستوں کو ایک ایک کر کے الوداع کہا، قرآن پاک کی ایک منزل پڑھی اور جان جان آفریں کو سپرد کر دی، آپ کی وفات ۹۹۹ھ میں ہوئی۔ (خزینۃ الاصفیاء ص: ۳۷۷)

شاہ جلال الدین گجراتی قدس سرہ

آپ شیخ پیارا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم ہیں، بڑے صاحب تصرف اور کامل شیخ طریقت تھے، آپ کا وطن گجرات تھا، مگر بنگال میں زندگی بسر کی۔

اخبار الاخیار اور معارج الولایت میں لکھا ہے کہ آپ اپنی خانقاہ میں ایک شاہانہ تخت پر بادشاہوں کی طرح بیٹھتے تھے اور اپنے مریدوں اور خادموں کے نام بادشاہوں کی طرح فرمان جاری کیا کرتے۔ آخر ایک بد باطن شخص نے بادشاہ وقت کے کان بھرے کہ شاہ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کی سلطنت کے اندر ایک متبادل سلطنت چلا رہا ہے، یہ سلسلہ قائم رہا تو ایک دن آپ کو اپنی سلطنت سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

بادشاہ اس کی باتوں میں آ گیا اور فوج کو حکم دیا کہ شاہ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے

مریدوں کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ فوج نے بڑھ کر خانقاہ پر حملہ کر کے آپ کو مریدوں سمیت قتل کر دیا۔فوج خانقاہ میں آپ کے مریدوں کو تہہ تیغ کر رہی تھی تو شاہ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ ''یا قہار، یا قہار'' کا نعرہ لگا رہے تھے،مگر جب آپ پر تلوار چلائی گئی تو آپ نے تین بار ''یا رحمٰن، یا رحمٰن، یا رحمٰن'' کا نعرہ مارا اور اس حال میں کہ آپ کا سر تن سے جدا ہو کر گر چکا تھا، آپ کے سر سے اللہ، اللہ، اللہ کی آواز آ رہی تھی۔ آپ کی شہادت کا یہ واقعہ ۱۸۸ھ میں پیش آیا۔

خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مادر زاد ولی تھے۔ سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور سولہ سال کی عمر میں علوم دینیہ سے فارغ ہو گئے۔ آپ کی تصانیف میں منہاج العارفین اور خلاصۃ الشرقیہ مشہور ہیں۔ خرقہ خلافت اپنے والد ماجد سے حاصل کیا۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ مرض موت میں صاحب فراش ہوئے، تو روز بروز مرض بڑھتا چلا گیا۔ وفات کے دن بار بار دروازہ کی طرف دیکھتے تھے، ہر بار سرہانے سے سر اٹھاتے جیسے کسی بڑے پیارے کے آنے کا انتظار ہو۔ اسی اثناء میں ایک شخص نورانی چہرہ اور پاکیزہ لباس کے ساتھ اندر آیا اور سلام کرنے کے بعد ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا پیش کیا جس پر چند سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ حضرت خواجہ نے اس کپڑے کو ایک نظر دیکھا اور اپنی آنکھوں پر رکھا اور جان اللہ کے حوالہ کر دی۔

تجہیز و تکفین کے بعد لوگ نماز جنازہ ادا کرنے لگے، تو ایک ہیبت ناک آواز آئی، جس کی دہشت سے لوگ درہم برہم ہو گئے۔ بہت سے رجال الغیب پہنچے، پہلے انہوں نے نماز جنازہ ادا کی، ان کے بعد جن اور دیو آنے لگے، پھر ہزاروں پری زاد پہنچنے شروع ہوئے، وہ نماز جنازہ پڑھتے جاتے۔ اس کے بعد آپ کے بے شمار مرید و خلفاء چھوٹے بڑے نمازِ جنازہ ادا کرتے رہے۔

جب سب لوگ فارغ ہوئے تو جنازہ کا تابوت خود بخود اٹھا اور قبر تک جا پہنچا۔اس کرامت کو دیکھ کر دس ہزار ایسے لوگ جو اسلام سے بیگانہ تھے، مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضرت خواجہ مودود رحمۃ اللہ علیہ ۴۳۰ھ میں پیدا ہوئے اور یکم رجب المرجب ۵۲۵ھ کو وفات پائی۔(خزینۃ الاصفیاء ص:۵۳)

شیخ مسعود غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ

شیخ مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۲۱/رجب المرجب ۴۰۵ھ کو اجمیر میں ہوئی، آپ علوی سادات عظام میں سے تھے۔آپ کے والد ماجد میر ساہو علوی سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی فوج کے سپہ سالار تھے۔

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور حملہ سومنات میں کئی ہزار جوانوں پر مشتمل لشکر کے ایک حصہ کی کمان شیخ مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھی، جو ابھی نوخیز جوان تھے۔سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حسن انتظام سے بے حد متأثر ہوا۔

بت شکن یا بت فروش؟

فتح سومنات کے بعد سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سومنات کے مشہور بت کو اپنے ساتھ اٹھا لائے تھے۔ان کا ارادہ یہ تھا کہ اس بت کو مسجد غزنی کے سامنے پھینک دیا جائے تا کہ اس کے بعد ہندو اپنی بت پرستی سے باز آ جائیں۔

جب ہندوؤں کو سلطان کے ارادہ کا علم ہوا تو انہوں نے اپنا وفد سلطان کے وزیر اعلیٰ خواجہ حسن مہمندی کے پاس بھیجا تا کہ وہ سلطان کو اس بات پر آمادہ کریں کہ سلطان ان کے معبود کو اس طرح ذلیل نہ کرے، بلکہ اسے واپس لوٹا دے۔اس کے بدلہ میں انہوں نے سلطان کو اس بت کے وزن کے برابر خالص سونا دینے کی پیشکش کی۔خواجہ حسن مہمندی اس خطیر معاوضہ پر راضی ہو گئے اور سلطان کی خدمت میں گزارش کے لئے اندر گئے۔

اتفاق سے میر مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس وقت دربار میں موجود تھے۔آپ نے جب اس پیشکش کو سنا تو بھرے دربار میں نہایت جرأت سے اٹھے اور فرمایا ''کیا وزیراعظم چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن آزر کو بت تراش پکارا جائے اور محمود غزنوی کو بت فروش کہا جائے؟ آج تک سارے عالم اسلام اور ہندوستان میں سلطان غزنوی کی شہرت ''بت شکن'' کی حیثیت سے ہے، پھر لوگ سلطان کو ''بت فروش'' کہہ کر پکارا کریں گے''۔

اس نوخیز جوان کے ان جرأت آموز جملوں کا سلطان اور پورے دربار پر بہت اثر ہوا اور ہندوؤں کی اسکیم پوری نہ ہوسکی۔

ہندوستان واپسی

کچھ عرصہ غزنی میں گزارنے کے بعد آپ ہندوستان واپس تشریف لے آئے اور یہاں پہنچ کر کئی ہزار کا لشکر تیار کیا۔اس کے بعد آپ ملتان کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہاں اسلامی حکومت کو مضبوط کرنے کے بعد آپ نے دہلی کو فتح کیا جو اس وقت راجہ ہیسپال کے زیرنگیں تھی۔آپ نے پوری عمر جہاد میں گزاردی۔

مرآۃ سکندری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مادرزاد ولی پیدا کیا تھا، ظاہر معاملات میں مصروف ہونے کے باوجود آپ باطنی تزکیہ سے کبھی غافل نہ ہوئے۔

شہادت

جب سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر ہندوستان میں پہنچی تو کافروں کے حوصلے بلند ہو گئے اور بڑی شدت کے ساتھ وہ اسلامی لشکروں اور چھاؤنیوں پر ٹوٹ پڑے۔ میر مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد کے ساتھ مل کر اس شورش پر قابو پانے میں مصروف تھے کہ اسی دوران آپ کے والد ماجد ۲۴ رشوال ۴۲۳ھ کو سر درد کی شدت سے انتقال فرما گئے۔

ہندوؤں کو جب یہ خبر ملی تو ان کے ٹوٹتے ہوئے حوصلوں کو ایک بار پھر جلاء مل گئی۔انہوں نے

پھر شورش کر دی اور چاروں طرف سے اسلامی لشکر پر حملے ہونا شروع ہو گئے۔ میر مسعود رحمۃ اللہ علیہ بڑی جرأت کے ساتھ ان حالات پر قابو پانے میں مشغول ہو گئے۔

جنگی کاروائیوں کی نگرانی آپ خود کر رہے تھے۔ انہی جنگوں میں آپ کے اکثر ساتھی جن میں سید نصر اللہ، میاں رجب کوتوال اور سالار سیف الدین شامل ہیں، شہادت کے رتبہ پر سرفراز ہوئے۔ بعضے دفن ہوئے اور بعضے سورخ کند کے حوض میں ڈال دیئے گئے۔ بعض کو انہی کپڑوں میں لپیٹ کر خاک بوس کر دیا گیا۔

تیرہ رجب المرجب کو رات کے آخری حصہ میں جب کہ آپ بہرائچ شہر سے دس کوس کے فاصلہ پر موضع جوگی میں تھے، ہندوؤں نے ایک شدید حملہ کیا۔ اگلے روز علی الصباح آپ نے سالار سیف الدین کو ایک لشکر دے کر تمام سپاہیوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ خود آپ نے غسل کر کے عمدہ پوشاک زیب تن کی، شمشیر اور خنجر سے مسلح ہوئے اور خوش و خرم باہر نکلے۔ فوجوں کو ترتیب دے کر میدان جہاد کی طرف روانہ کیا۔

آپ کو اطلاع ملی کہ دشمن سیف الدین پر غالب آ رہا ہے، چنانچہ حضرت میر مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ بنفس نفیس میدان جنگ میں تشریف لے گئے۔ میدان جنگ میں پہنچ کر آپ گھوڑے سے اترے، تازہ وضو کیا اور شہداء کی جنازہ ادا کی۔ فاتحہ خوانی کے بعد اپنی جنگی گھوڑی پر سوار ہوئے، بقیۃ السیف ساتھیوں کو ساتھ لے کر دوبارہ میدان جنگ میں اترے۔

آپ کی جرأت دیکھ کر کافروں کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ آپ اپنے باغ میں رک گئے اور اپنے ساتھیوں کو جمع کرنے لگے۔ دشمنوں نے پھر اپنے قدم جما لئے اور لوٹ آئے۔ اس میدان جنگ میں حد نگاہ تک کشتوں کے پشتے دکھائی دیتے تھے۔

مورخہ چودہ رجب المرجب ۴۲۴ھ بروز اتوار عصر کے وقت قضاء سے چار تیر بیک وقت آپ کے گلہ میں آ پیوست ہوئے، کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے آپ گھوڑی کی پشت سے نیچے گرے۔ سکندر دیوالہ اور دوسرے خدمت گزاروں نے آپ کو چبوترہ پر ایک بستر پر لٹا دیا۔ سکندر دیوالہ نے

آپ کے سر کو اپنے پہلو میں رکھا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی نہر جاری تھی، وہ زار زار رو رہا تھا۔ سلطان الشہید نے ایک بار آنکھ کھولی، تھوڑے سے مسکرائے اور ''کلمۂ ہو'' زبان پر لائے اور جان جانِ آفریں کو سپرد کر دی۔ (خزینۃ الاصفیاء ص:۱۵۹)

حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

معروف کرخی بغداد کی طرف منسوب ہیں، خاندانی طور پر نصرانی مذہب کے پیروکار تھے۔ بچپن میں وہ اور ان کے بھائی عیسیٰ کو نصرانی معلم کے پاس پڑھنے کے لئے بھیجا جاتا۔ ان کے بھائی عیسیٰ کا بیان ہے کہ معلم سکھاتا نصاریٰ کے عقیدہ کے مطابق کہ اَب اور اِبن حضرت عیسیٰ، تو جب معلم اَب اور اِبن کہتا، تو میرے بھائی معروف اونچی آواز سے چلا کر کہتے أحَــدَ، أحَــدَ، أحَــدَ، تو معلم آپ کو پیٹتا یہاں تک کہ ایک دفعہ بہت زیادہ پیٹا، تو آپ نکل کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

عرصہ تک ماں روتی رہی اور یاد کرتی اور کہتی تھی کہ اللہ میرے بیٹے معروف کو واپس لوٹا دے، تو میں اس پر اصرار نہیں کروں گی، اس کو اختیار ہے جونسے دین پر چاہے وہ رہے۔

سالوں بعد معروف واپس پہنچے۔ ماں نے پوچھا کہ بیٹے تم کس دین پر ہو؟

معروف کرخی کہنے لگے عَـلٰـی دِیْنِ الْاِسْلَامِ تو ماں نے بھی کلمہ شہادت پڑھا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰهُ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، فرماتے ہیں کہ میری ماں کے ساتھ ہمارا سارا گھرانہ اسلام میں داخل ہوا۔

ایک روز شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ روزہ سے تھے۔ نماز عصر کے بعد بازار سے گذر رہے تھے کہ ایک سقہ نے آواز دی ''رَحْـمَةُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ یَشْرَبُ مِنْ هٰذَا الْمَاءِ'' یعنی اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے جو اس پانی کو پیئے۔

شیخ معروف نے یہ آواز سنتے ہی پانی کا پیالہ اٹھا کر پی لیا۔ ساتھیوں نے پوچھا کیا آپ

روزے سے نہ تھے؟ فرمایا ''ہاں، کیوں نہیں۔لیکن میں دعائے رحمت سن کر پانی پی گیا''۔

وفات کے بعد ایک شخص نے شیخ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ آپ سے خدا تعالیٰ نے کیا سلوک کیا؟ فرمایا کہ ''سقہ کی اس دعائے رحمت پر مجھے بخش دیا جس نے اس کی طرف ترغیب دی تھی۔''

آپ کا ارشاد ہے کہ ''جوانمردوں کی علامت تین چیزیں ہیں، ایک وفاداری جس میں بے وفائی کا شائبہ نہ ہو، دوسرے ستائش بے جود، تیسرے بے مانگے داد ودہش۔''

وفات کے وقت معروف کرخی سے درخواست کی گئی کہ اَوْصِ کچھ وصیت کیجئے، تو فرمانے لگے جب میں مرجاؤں تو میری یہ قمیص صدقہ کر دینا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس دنیا سے عریانی کی حالت میں نکلوں جیسا کہ میں اس دنیا میں عریانی کی حالت میں داخل ہوا تھا۔

۸ر محرم ۲۰۰ھ میں وفات پائی، بعض مؤرخ ۲۰۶ھ بیان کرتے ہیں، مگر صاحب نفحات الانس اور شہزادہ دارا شکوہ، صاحب سفینۃ الاولیاء پہلے قول ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔(خزینۃ الاصفیاء ص:۱۳۰) بغداد میں آپ کی قبر ہے۔(صفۃ الصفوۃ)

ایک سقاء ابوجعفر رفیق بشر بن حارث نے ایک مرتبہ آپ کو خواب میں دیکھا کہ جیسے کہیں سے آرہے ہیں۔انہوں نے پوچھا کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ تو فرمایا ''جنۃ الفردوس میں کلیم اللہ سے ملاقات کر کے آرہا ہوں''۔(کتاب الروح لابن القیم ص:۷۳)

حضرت عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن ادریس کی وفات کے وقت آپ کی بیٹی رونے لگی، تو فرمانے لگے میری بچی! مت رو کہ میں نے اس حجرہ میں چار ہزار قرآن شریف ختم کئے ہیں۔

آپ کی وفات سن ۱۹۲ ہجری میں ہے۔(صفۃ الصفوۃ)

حضرت عبد اللہ بن عبد العزیز عمری رحمۃ اللہ علیہ

آپ انسانوں سے بھاگتے، قبرستان میں دیکھے جاتے، کتاب ہاتھ میں ہوتی۔

پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟

فرمانے لگے کہ لَمْ أرَأوْعَظَ مِنْ قَبْرٍ وَ لاَ آنَسَ مِنْ کِتَابٍ وَ لاَ أسْلَمَ مِنَ الْوَحْدَةِ، کہ قبر سے زیادہ نصیحت دینے والا اور تذکیر کرنے والا میں نے کسی کو نہیں پایا اور کتاب سے زیادہ انس پہنچانے والا کسی کو نہیں پایا اور تنہائی سے زیادہ سلامتی کی چیز میں نے نہیں پائی۔

درخت سے آپ نے جو رسی بٹ کر بنائی تھی اور اس کے سات درہم تھے، وفات کے وقت فرمایا کہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ صرف میری ملک ہے اور تحدیث بالنعمۃ کے طور پر میں بتا رہا ہوں کہ اگر دنیا ساری کی ساری میرے قدم کے نیچے ہوتی اور میں پیر ہٹا کر اسے لے سکتا ہوتا، تو میں اپنا پیر نہ ہٹاتا۔ (صفۃ الصفوۃ)

حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ سری رحمۃ اللہ علیہ مرض الموت میں تھے۔ میں نے عیادت کے لئے پوچھا کَیْفَ تَجِدُکَ؟ کیا حال ہے؟ تو شعر پڑھا:

کَیْفَ أشْکُوْ اِلٰی طَبِیْبِیْ مَا بِیْ؟ وَالَّذِیْ بِیْ أصَابَنِیْ مِنْ طَبِیْبِیْ

یعنی میں طبیب سے اپنے حال کی شکایت کس طرح کروں، اس لئے کہ مجھ پر جو گذری، اسی کی طرف سے ہے۔

میں نے پنکھا لے کر جھلنا شروع کیا۔ فرمانے لگے کہ پنکھا جھلنے سے اس شخص کو کیا فائدہ ہوگا کہ مَنْ جَوْفُهُ یَحْتَرِقُ مِنْ دَاخِلٍ کہ جس کا اندرون جل رہا ہو، پھر فرمایا ''جنید پنکھا ہاتھ سے رکھ دے، مجھے ہوا نہ دے، ہوا سے آگ تیز تر ہوتی ہے'' پھر اشعار پڑھنے لگے:

أَلْقَلْبُ مُحْتَرِقٌ وَ الدَّمْعُ مُسْتَبِقٌ وَالْکَرْبُ مُجْتَمِعٌ وَ الصَّبْرُ مُفْتَرِقٌ

كَيْفَ الْقَرَارُ عَلٰى مَنْ لاَ قَرَارَ لَهُ مِمَّا جَنَاهُ الْهَوٰى وَ الشَّوْقُ وَ الْقَلَقُ؟
يَا رَبِّ اِنْ كَانَ شَيْءٌ فِيْهِ لِيْ فَرَجٌ فَامْنُنْ عَلَيَّ بِهِ مَا دَامَ بِيْ رَمَقٌ

جن کا مطلب یہ ہے:

آنکھ سے آنسو چلے آتے ہیں دل میں آگ ہے
کرب تو ہے پاس میرے صبر ہے مجھ سے بعید
کیسے راحت ہو اسے جس کو کہ ہووے اضطراب
شوق سے ہوناک میں دم اور قلق ہووے مزید
یا الٰہی گر کشائش ہے کسی شئی میں میری
جب تلک مجھ میں رمق ہے کر اسے مجھ پر مدید

میں نے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ فرمایا کہ ''خلق کے ساتھ مشغول اور خالق کے ساتھ شاغل رہ''

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہونے لگا، نزع کی حالت تھی، میں سرہانے بیٹھا تھا۔ آپ کے سر کے پاس بیٹھ کر اپنا رخسار ان کے رخسار پر رکھ کر رونے لگا، میرے آنسو آپ کے رخسار پر گرے، تو پوچھنے لگے تم کون ہو؟

میں نے کہا میں آپ کا خادم جنید ہوں۔

فرمایا مرحبا! (بہت اچھا کیا کہ آئے)

میں نے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا کہ اِيَّاكَ وَ مُصَاحَبَةَ الْأَشْرَارِ وَاَنْ تَنْقَطِعَ عَنِ اللّٰهِ بِصُحْبَةِ الْأَخْيَارِ. (بروں کی صحبت سے اپنے کو بچانا اور ایسا نہ ہو کہ غیروں کی صحبت اللہ تعالیٰ شانہ سے تجھے جدا کردے) (صفة الصفوة)

حضرت سری سقطی کے متعلق جنید بن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے سری سقطی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لَوْ لاَ الْجُمُعَةُ وَ الْجَمَاعَةُ لَسَدَدْتُ عَلٰى نَفْسِي الْبَابَ وَلَمْ أَخْرُجْ کہ جمعہ اور

جماعت کا میں مأمور نہ ہوتا تو میں گھر کے دروازہ سے کبھی نہ نکلتا۔

آپ کا فرمان ہے کہ ''مرد وہ ہے جو بازار میں بھی ذکر حق میں مشغول رہے، خرید وفروخت بھی کرے لیکن یادالٰہی سے بھی غافل نہ رہے''۔

فرمایا ''بہادر وہ ہے جو اپنے نفس امارہ پر غالب آئے''

فرمایا ''ادب دل کا ترجمان ہے، جو شخص اپنے نفس کی تربیت وتادیب سے عاجز ہے، وہ دوسروں کو کیا ادب سکھا سکتا ہے''۔

فرمایا ''پانچ چیزیں دل میں نہیں رہتیں، اگر دل میں دوسری چیز موجود ہو۔

(۱)خدا کا خوف (۲)رجاء (۳)محبت (۴)حیا (۵)خلق سے شفقت

فرمایا ''خلق خدا وہ ہے جس سے مخلوق کو تکلیف وآزار نہ پہنچے۔''

۳ رمضان ۲۵۰ھ کو وفات پائی۔ مرقد گورستان شونیز بغداد میں زیارت گاہ خلق ہے۔

ابی عبید بن حربویہ فرماتے ہیں کہ میں سری سقطی کے جنازہ میں شریک تھا، تو کسی نے خواب میں آپ کو دیکھا، تو پوچھا مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ؟ فرمانے لگے کہ مجھے بھی بخش دیا اور جو میرے جنازہ میں حاضر ہوئے اور جنہوں نے میری نمازِ جنازہ پڑھی ان سب کو بخش دیا۔

میں نے عرض کیا کہ میں بھی آپ کی جنازہ میں حاضر ہوا تھا اور میں نے بھی نمازِ جنازہ پڑھی ہے، تو آپ نے ایک تحریر نکالی، اس میں دیکھا تو میرا کہیں نام نہیں تھا۔

میں نے عرض کیا کہ میں نے تو نمازِ جنازہ آپ کی پڑھی ہے۔ دوبارہ انہوں نے دیکھا تو میرا نام حاشیہ پر لکھا ہوا تھا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانی تبلیغی جماعت

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''اپریل کے مہینہ میں جس روز آپ پر

شدید دورہ پڑا، اس دن آپ پر قریب دو گھنٹے کے غشی کی سی کیفیت طاری رہی۔ آنکھیں بند تھیں، دیر کے بعد یکایک آنکھیں کھولیں اور زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے، ’’اَلْحَقُّ یَعْلُوْ، اَلْحَقُّ یَعْلُوْ، اَلْحَقُّ یَعْلُوْ، وَلا یُعْلیٰ‘‘ پھر ایک وجد کی سی کیفیت میں ایک گونہ ترنم کی ساتھ (جو عام عادت نہ تھی) تین دفعہ یہ آیت تلاوت فرمائی ’’وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْن‘‘ (ایمان والوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ حق ہے)

جس وقت بلند آواز سے آپ نے یہ آیت تلاوت فرمانی شروع کی، میں صحن مسجد میں تھا، آواز سن کر حضرت کے حجرہ کے دروازہ پر جا کھڑا ہوا۔ جو خاص خادم اندر تھے ان سے میرا نام لے کر ارشاد فرمایا کہ وہ کہاں ہے؟ میں سنتے ہی اندر حاضر ہو گیا، ارشاد فرمایا ’’مولوی صاحب! اللہ کا وعدہ ہے کہ یہ کام ہوگا اور اللہ کی مدد اس کو اتمام تک پہنچائے گی، مگر شرط یہ ہے کہ اس کے اس وعدہ نصرت پر کامل یقین اور بھروسہ کے ساتھ اس سے نصرت کو مانگتے رہو اور اپنی امکانی کوششوں میں کمی نہ کرو‘‘۔

یہ فرمانے کے بعد پھر آنکھیں بند ہو گئیں، تھوڑی دیر کی گہری خاموشی کے بعد صرف اتنا فرمایا ’’کاش علماء اس کام کو سنبھال لیتے اور پھر ہم چلے جاتے‘‘ (الفرقان وفیات نمبر ص: ۳۳/۳۴)

شاہ محمد یعقوب صاحب بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ

آخری اتوار (۷ امئی ۱۹۷۰ء) کو مجلس کافی طویل ہوئی۔ اس دن بار بار اس کا اظہار فرمایا کہ میرا وقت بالکل قریب آ گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک خاص والہانہ کیفیت کے ساتھ عارف رومی کے یہ اشعار بھی پڑھے:

ایں چہ خوش باشد کہ سوئے شہ روم　　واصل درگاہ آں بیچوں شوم
وقت آمد از جہاں بے کسی　　پارے کو باں سوئے بام اورسی

یعنی یہ کتنا اچھا ہے کہ بادشاہ کی طرف جا رہا ہوں، اس بے مثل کی بارگاہ میں پہنچ جاؤں گا،

وقت آچکا ہے کہ بے کس کی دنیا ریزہ ریزہ ہوکر اس کے محل کی طرف جا پہنچے۔

اس کے بعد پیر اور منگل کو بھی بالکل اپنے معمول کے مطابق مجلس ہوئی۔ بدھ کے دن بھی (جو حضرت کے وصال کا دن ہے) روزمرہ کی طرح مجلس ہوئی بلکہ اس دن صبح کو قرآن مجید روزمرہ کے معمول سے بہت زیادہ قریباً دوگنا سنایا۔ دوسرے معمولات ترجمہ قرآن، تفسیر وحدیث شریف میں بھی کچھ زیادتی رہی اور حضرت گیارہ بجے کے بعد خانقاہ سے اٹھ کر اندر تشریف لے گئے، بہت خفیف سا کھانا تناول فرمایا۔

گھر میں ایک الماری ہے جس میں حضرت اپنی کچھ خاص پسندیدہ چیزیں محفوظ رکھتے تھے اور وہ ہمیشہ بند رہتی تھی۔ سب سے چھوٹی صاحبزادی صاحبہ کو بلایا اور الماری کھلوائی، ان سے فرمایا ''جو چیزیں تم ان میں سے لینا چاہو لے لو'' انہوں نے کچھ چیزیں نکال لیں اور معمول کے مطابق الماری کو بند کرنا چاہا تو فرمایا ''اب اس کو بند نہ کرو کھلی رہنے دو''۔

پھر صاحبزادے سعید میاں اور میاں مصباح الحسن سے کچھ باتیں فرماتے رہے۔ پھر قیلولہ کی نیت سے لیٹ گئے۔ دو ڈھائی بجے کے قریب اٹھ کر ظہر کی نماز ادا فرمائی اور پھر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا طبیعت پر گھبراہٹ ہے۔ پھر اٹھ کر غسل خانہ تشریف لے گئے، وہاں چکر آ گیا۔ چھوٹی صاحبزادی صاحبہ کو احساس ہو گیا، وہ اور ان کی والدہ پہنچیں، وہاں سے اٹھا کر لایا گیا اور لٹا دیا۔ اس وقت غشی کی سی کیفیت تھی، قریباً دس منٹ میں ہوش آ گیا۔

ڈاکٹر قریشی صاحب کو بلایا گیا تھا، وہ فوراً پہنچ گئے۔ حضرت نے ان سے فرمایا کہ ''کچھ نہیں بس چکر آ گیا تھا'' اس کے بعد کچھ پڑھنے میں مشغول ہو گئے، لیکن سنا نہیں جا سکا کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ بڑے صاحبزادہ نے صرف یہ آیت سنی ''**وَكَأَيِّنْ مِّنْ دَابَّةٍ لَاتَحْمِلُ رِزْقَهَا أَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ**'' اسی حالت میں پیٹ میں یا سینہ میں تکلیف شروع ہوئی، شدت کرب کی وجہ سے بار بار اٹھانے کو اور لٹانے کو فرماتے۔ ڈاکٹر قریشی صاحب نے انجکشن تیار کیا اور عرض کیا کہ اسے لگوا لیجئے، ان شاء اللہ ابھی سکون ہو جائے گا۔ فرمایا ''اچھا لگا

دیجئے‘‘ اور پھر کچھ پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔

صاحبزادگان اور صاحبزادیاں اور اہلیہ محترمہ قریب تھیں۔ فرمایا کہ ’’تم سب کلمہ شریف پڑھو، کلمہ شہادت پڑھو، یٰسین شریف پڑھو‘‘ بڑے صاحبزادہ محمد سعید صاحب نے یٰسین شریف شروع کر دی، دوسرے حضرات کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پڑھنے لگے۔ فرمایا ’’اب میں رخصت ہو رہا ہوں، گھٹنوں تک جان نکل چکی ہے۔‘‘ پھر کچھ پڑھنے میں مشغول ہو گئے جو سنا نہیں جا سکا۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا ’’اب ہاتھوں کی جان نکل چکی ہے۔‘‘ پھر موجودین کو مخاطب کر کے فرمایا ’’تم سب گواہ رہنا‘‘ اور پھر بلند آواز سے ایک دفعہ کلمہ شہادت پڑھا، پھر قریباً ایک منٹ کے بعد بلند آواز سے فرمایا ’’السلام علیکم‘‘ اور روح واصل بحق ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (الفرقان، وفیات نمبر ص: ۱۶۹/۱۷۰)

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

سیر الاولیاء، اخبار الاخیار، جواہر فریدی اور سفینۃ الاولیاء میں تاریخ وفات ۵ محرم روز سہ شنبہ ۶۶۴ھ ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے، وفات سے کچھ روز پہلے شمس دبیر شاعر نے خواجہ نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل مثنوی سنائی:

جہاں چیست بگزر ز نیرنگ او — رہائی بچنگ آر از چنگ او
مقیمے نہ بینی دریں باغ کس — تماشا کند ہر یکے ہر نفس
دریں چارسو ہیچ بے گانہ نیست — کہ کیسہ بر مرد خود کامہ نیست
کرد ہر وے از نو برمے می رسد — یکے می رود دیگرے می رسد
جہاں گرچہ آرامگاہے خوش است — شتابندہ را فعل در آتش است
دو در دارد ایں باغ آراستہ — درد بند ایں ہر دو برخاستہ
در آ از درے باغ بنگر تمام — ز دیگر درے باغ بیروں خرام

اگر زیرِ کی باگلے خومگیر | کہ باشد بجا ماندنش ماگزیر
دریں دم کہ داری بشادی بسیچ | کہ آئندہ در زیر پچست وپیچ
یکے را در آرد بہ ہنگامہ تیز | دگر را زہنگامہ گوید کہ خیز
نظامی سبک باش یاراں شدند | تو ماندی بہ غم غمگساراں شدند

(بزم صوفیہ ص:۱۷۴/۱۷۵)

(۱) یعنی دنیا کیا چیز ہے، اس کی عیش وعشرت چھوڑ، اس کے چنگل سے رہائی حاصل کر۔
(۲) اس گلستان میں کوئی رہنے والا نہیں ہے۔ ہر کوئی ہر وقت ایک کھیل میں مشغول ہے۔
(۳) اس جہاں میں کوئی انجان نہیں کہ آدمی کو روزی خود بہ خود نہیں مل رہی۔
(۴) جو نیا پھل ملا کھالیا۔ ایک آتا ہے اور ایک جاتا ہے۔
(۵) دنیا اگرچہ اچھی آرام گاہ ہے، مگر اس میں تیرنا آدمی کے لئے آگ میں کھیلنا ہے۔
(۶) اس سجائے ہوئے باغ کے دو دروازے ہیں، ان دونوں کا درد بند کرنے والا اٹھ گیا۔
(۷) باغ کے ایک دروازہ سے اندر آ اور دوسرے دروازے سے باہر چلا جا۔
(۸) اگر تو عقل مند ہے تو کسی پھول سے دل نہ لگا اس لئے کہ وہ تو وہیں رہ جائے گا۔
(۹) یہ وقت جو تیرے پاس ہے اس سے خوش رہ کہ آنے والا دروازہ بڑا کٹھن ہے۔
(۱۰) ایک تیزی سے اندر لاتے ہیں، دوسرے اچانک کہتے ہیں کہ ''اٹھ''۔
(۱۱) نظامی ٹھہر جا کہ دوست ہوں گے تو اگر تو غمگین ہوگا تو غمگسار ہوں گے۔

مرض الموت کا حال بیان کرتے ہوئے صاحب سیر الاولیاء بروایت حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''محرم کی پانچ تاریخ کو بیماری میں شدت ہوئی، عشاء کی نماز جماعت سے ادا کی، نماز کے بعد بیہوشی طاری ہوگئی۔ ایک گھڑی کے بعد ہوش آیا تو دریافت کیا کہ ''میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی؟'' لوگوں نے عرض کیا کہ پڑھ لی ہے۔ فرمایا کہ ''دوبارہ پڑھ لوں، کیا خبر کیا ہو؟'' دوبارہ نماز پڑھی اور پھر بیہوش ہو گئے۔ اس مرتبہ بیہوشی زیادہ سخت اور طویل

تھی۔ پھر ہوش آیا اور پوچھا کہ ''میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی؟'' عرض کیا گیا کہ دوبار پڑھ چکے ہیں۔ فرمایا کہ ''ایک بار اور پڑھ لوں، نہ جانے کیا ہو'' تیسری مرتبہ پھر پڑھی، اس کے بعد واصل بحق ہوئے''۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ص: ۴۵/۴۴)

تاریخ وفات ۵/محرم ۶۶۴ھ بروز سہ شنبہ ہے، اجودھن (پاک پٹن) میں مدفون ہوئے، بعد میں سلطان محمد تغلق نے گنبد تعمیر کیا۔

ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ

جب حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ پر حالت نزع طاری ہوئی، تو ان کے یاران طریقت ان کے پاس آئے اور کہا کہ مژدہ ہو کہ آپ رب غفور الرحیم کے پاس جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ''یوں کیوں نہیں کہتے کہ ڈرو، اس لئے کہ اب ایسے پروردگار کے پاس جاتے ہو کہ جو چھوٹے گناہوں کا حساب لے گا اور بڑے گناہوں پر عذاب دے گا''۔

وفات کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا، تو پوچھا خدائے عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ''رحمت وعنایت کی، لیکن اس قوم کے اشارہ نے مجھے بہت نقصان دیا'' یعنی میں اہل دین میں انگشت نما تھا۔ (ظہیر الاصفیاء ص: ۲۱۹)

سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ

سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ کی وفات ماہ محرم ۲۸۳ھ میں بعمر ۸۰ سال ہوئی۔ (صفحہ ۱۷۵)

جب وفات قریب ہوئی تو اس وقت آپ کے چارسو مرید تھے، جو آپ کے سرہانے بیٹھے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا شیخ! آپ کی جگہ کون بیٹھے اور آپ کے منبر پر کون بیان کرے؟ ایک گبر (یعنی آتش پرست) تھا، جسے شاددل کہتے تھے۔ شیخ نے آنکھ کھول کر فرمایا ''میری جگہ شاددل بیٹھے گا۔''

لوگ یہ سن کر آپس میں کہنے لگے کہ شاید حالت نزع میں شیخ کی عقل کچھ کم ہوگئی ہے کہ جس کے چار سو عالم مرید ہوں وہ اپنی جگہ ایک گبر کو مقرر کرے۔

شیخ نے فرمایا ''شور کم کرو اور جا کر شادل کو بلا لاؤ۔'' لوگ جا کر اسے لے آئے۔ شیخ نے اس کو دیکھا تو فرمایا ''جب میری وفات کو تین روز گزر جائیں، تو نماز کے بعد منبر پر جا کر خلق کو نصیحت کرنا۔'' یہ کہہ کر وفات پائی۔

دوسرے روز نماز کے بعد لوگ جمع ہوئے۔ شادل آیا اور کلاہ گبری سر پر رکھے، زنار کمر میں ڈالے ہوئے منبر پر گیا اور کہا کہ ''تمہارے اس سردار نے مجھے تمہارے پاس قاصد بنا کر بھیجا ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ اے شادل، وہ وقت آ گیا کہ تو زنار کو توڑ ڈالے۔ اب میں توڑتا ہوں۔'' اور چاقو سے اس کو کاٹ ڈالا، ٹوپی اتار ڈالی اور کہا ''اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمداً رسول اللہ۔

پھر کہا کہ ''شیخ نے فرمایا ہے کہ یہ کہنا کہ جو تمہارے پیر واستاذ تھے انہوں نے یہ نصیحت کی ہے، اور استاذ کی نصیحت قبول کرنا شرط ہے کہ شادل نے ظاہر کی زنار کاٹ ڈالی، ہم کو دیکھنا چاہتے ہو تو جوانمردی سے تم کو باطن کی زنار کاٹ ڈالنا چاہئے۔'' یہ کہا تو خلق میں قیامت برپا ہوگئی اور عجیب حالات ظاہر ہوئے۔

جس روز شیخ کا جنازہ اٹھایا گیا تو بہت سے لوگ جمع تھے اور فریاد کرتے تھے۔ ایک ستر سالہ یہودی نے جب یہ شور سنا تو باہر نکلا کہ دیکھوں کیا بات ہے۔ جب جنازہ کے پاس آیا تو آواز دی کہ اے لوگو! جو میں دیکھتا ہوں تم دیکھتے ہو؟ پوچھا تو کیا دیکھتا ہے؟ کہا ''فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور اپنے آپ کو ان کے جنازے پر ملتے ہیں'' اور اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ (ظہیر الاصفیاء ترجمہ تذکرۃ الاولیاء ص:۲۵۴)

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

خلدی سے مروی ہے کہ روزانہ کا آپ کا معمول تین سو رکعت کا تھا اور تیس ہزار تسبیح پڑھتے تھے۔

فرماتے تھے اَلطَّرِیْقُ اِلَی اللّٰہِ مَسْدُوْدٌ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ اِلَّا عَلٰی الْمُقْتَفِیْنَ آثَارَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ التَّابِعِیْنَ لِسُنَّتِہٖ، کَمَا قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ أُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِمَنْ کَانَ یَرْجُو اللّٰہَ وَ الْیَوْمَ الآخِرَ،وَ ذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا.

کسی نے پوچھا کہ کَیْفَ الطَّرِیْقُ اِلَی اللّٰہِ تو فرمایا؟ تَوْبَۃٌ تُحِلُّ الْاِصْرَارَ وَ خَوْفٌ یُزِیْلُ الْغِرَّۃَ وَرَجَاءٌ مُزْعِجٌ اِلٰی طَرِیْقِ الْخَیْرَاتِ وَ مُرَاقَبَۃُ اللّٰہِ فِیْ خَوَاطِرِ الْقُلُوْبِ.

فرماتے تھے کہ مروءۃ یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کی لغزشوں کو برداشت کیا جائے۔

فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص، کوئی بندہ اللہ عز وجل کی طرف کروڑوں سال متوجہ رہے، ٹکٹکی باندھے رہے، پھر ایک لحظہ کے لئے اعراض کر لے، تو جو اس نے کھویا وہ زیادہ ہے اور پایا وہ کم ہے۔

اسماعیل بن نجید کہتے ہیں کہ ابو العباس بن عطاء نزع کی حالت میں حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں پہنچے۔ سلام کیا، جواب نہیں ملا۔ پھر دوبارہ تھوڑی دیر کے بعد سلام کا جواب دیا اور معذرت چاہی کہ میں اپنے ورد میں مشغول تھا۔ پھر خود ہی اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کر لیا اور اللہ اکبر کہہ کر جان جان پیدا کرنے والے کے سپرد کر دی۔

ابو محمد حریری کا بیان ہے کہ میں جنید بغدادی کے سرہانے کھڑا تھا آپ کی وفات کے وقت۔ جمعہ کا دن تھا اور وہ نزع کی حالت میں جو قرآن برابر پڑھ رہے تھے، تو میں نے عرض کیا کہ اس حال میں تو اپنی جان پر رحم کھایئے۔

فرمانے لگے کہ جتنا محتاج میں اس وقت ہوں اتنا کسی وقت بھی نہیں تھا کہ اس وقت میرا صحیفہ بند کیا جا رہا ہے، لپیٹا جا رہا ہے۔

وفات سے چند گھڑی پہلے برابر وہ سجدہ کی حالت میں روتے رہے اور اسی حالت میں وفات پائی۔

جب آپ کی وفات نزدیک ہوئی، تو فرمایا ''سات دسترخوان رکھو تا کہ سب دوستوں کے سامنے جان دوں۔'' جب حالت تنگ ہوئی تو فرمایا ''مجھے وضو کرا دو۔'' مگر لوگ وضو میں انگلیوں کا خلال کرانا بھول گئے۔ آپ نے فرمایا تو خلال کرایا گیا۔

فارس بن محمد کا بیان ہے کہ وفات کے وقت ہم نے جنید کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ ان سے کہا گیا کہ اپنی جان پر رحم کھایئے تو ارشاد فرمایا طَرِیْقٌ وَصَلْتُ بِهِ اِلَی اللّٰهِ لاَ أَقْطَعُهُ۔ کہ اسی طریق کے ذریعہ میں اللہ تک پہنچ چکا ہوں، اور میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ''جنید اس وقت سے زیادہ کسی وقت محتاج نہ تھا۔'' اور اسی وقت قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ ایک مرید نے کہا آپ اس وقت قرآن پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ''اس سے بہتر میرے لئے کیا ہوگا کہ اس وقت میرا نامۂ اعمال تہہ کیا جا رہا ہے، اپنی ستر سال کی طاعت کو ہوا میں ایک تار بال میں لٹکا ہوا پاتا ہوں اور ہوا اسے حرکت دیتی ہے، نہ معلوم وہ فراق کی ہوا ہے یا وصل کی، ایک جانب پل صراط ہے اور دوسری جانب ملک الموت۔ قاضی جس کی صفت عدل ہے وہ خلاف عدل نہ کرے گا۔ راہ میرے سامنے ہے مگر نہ معلوم کس راہ سے مجھے لے جائیں گے۔''

پس قرآن ختم کیا اور سورہ بقرہ کی ستر آیتیں پڑھیں۔ حال بہت تنگ ہوا تو لوگوں نے کہا اللہ اللہ کہئے۔ فرمایا ''میں بھولا نہیں ہوں جو تم یاد دلاتے ہو۔'' پھر تسبیح پڑھنا شروع کر دی اور انگشت سے گنتے جاتے تھے، یہاں تک کہ چار انگشت سے گناہ اور کلمہ کی انگلی کو نیچے ڈال کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کہا اور آنکھیں کھول کر (دیکھا اور) جان دے دی۔

۲۹۸ ہجری شوال میں سنیچر کے دن آپ کی وفات ہے۔
جب غسل دینے والے نے آنکھوں میں پانی پہنچانا چاہا تو ہاتف نے آواز دی کہ ''ہمارے دوست کی آنکھ سے ہاتھ ہٹالے، کیوں کہ جو آنکھ ہمارے ذکر میں بند ہوئی ہے وہ ہمارے دیدار کے لئے ہی کھلے گی۔''غسل دینے والے نے بہت کوشش کی کہ انگشت جو تسبیح کے لئے بند کر لی تھی اسے کھول دے مگر نہ کھول سکا، اور ایک آواز سنی کہ ''جو ہاتھ ہمارے نام پر بند ہوا ہے وہ بغیر ہمارے فرمان کے نہ کھلے گا۔''
جب جنازہ اٹھایا گیا تو ایک سفید کبوتر آپ کے جنازہ کے ایک گوشہ پر آکر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے بہت کوشش کی کہ اڑ جائے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، یہاں تک کہ اس نے آواز دی کہ ''مجھ کو اور اپنے آپ کو تکلیف نہ دو کہ میرا چنگل مسمار عشق سے ان کے جنازہ میں سلا ہوا ہے، تم رنج نہ کرو کہ آج جنید کا قالب کروبیوں (فرشتوں وغیرہ) کے نصیب میں ہے، اگر تمہارا شوروغوغا نہ ہوتا، تو ان کا جسم سپید باز کی طرح ہوا میں اڑ جاتا۔
ایک شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا آپ نے منکر ونکیر کو جواب کس طرح دیا؟ فرمایا جب وہ دو مقرب درگاہِ عزت سے بڑی ہیبت کے ساتھ میرے پاس آئے اور پوچھا مَنْ رَبُّکَ؟ (تمہارا رب کون ہے؟) تو میں ان کو دیکھ کر ہنسا اور کہا کہ جس دن مجھ سے خود اس نے فرمایا تھا ''أَلَسْتُ بِرَ بِّکُم''تو میں نے کہا تھا ''بَلیٰ'' اب تم پوچھنے آئے ہو کہ تمہارا خدا کون ہے؟ جس نے بادشاہ کو جواب دیا ہو وہ غلام سے کب ڈرے گا۔ آج بھی میں اس کی زبان سے کہتا ہوں ''الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَھُوَ یَھْدِیْنِ'' (جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھ کو ہدایت کرتا ہے) بس، وہ آہستہ سے میرے پاس سے چلے گئے اور کہا کہ یہ ابھی محبت کے نشہ میں ہیں''۔
جعفر خلدی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ **رَأَیْتُ الْجُنَیْدَ فِی النَّوْمِ فَقُلْتُ لَهُ مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِکَ؟ قَالَ طَاحَتْ تِلْکَ الْاِشَارَاتُ، وَ غَابَتْ تِلْکَ الْعِبَارَاتُ وَ فَنِیَتْ تِلْکَ الْعُلُوْمُ وَ نَفَدَتْ تِلْکَ الرُّسُوْمُ وَ مَا نَفَعَنَا اِلَّا رُکَیْعَاتٌ کُنَّا نَرْکَعُهَا فِی السَّحَرِ.**

ایک روایت میں ہے کہ آپ کوخواب میں دیکھا گیا تو پوچھا خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ''رحمت کی اور ان تمام اشارات وعبارات کو بیکار کر دیا، ہماری حالت اس اعتبار وقیاس سے نہ ہوئی جو ہم سمجھتے تھے، ہزار ہا نقطہ نبوت سر نیچے ڈالے ہوئے خاموش ہیں، ہم بھی خاموش ہو گئے کہ دیکھئے کیا حالت ہوتی ہے؟''۔

حریری کہتے ہیں میں نے جنید کوخواب میں دیکھا۔ پوچھا خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ''رحمت کی اور بخش دیا اور سوائے ان دو رکعتوں کے جو میں آدھی رات کو پڑھا کرتا تھا کسی چیز سے فائدہ نہ ہوا''۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ کسی نے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے جواب نہ دیا اور فرمایا۔

اِنِّیْ لَاسْتَحْیَیْتُہُ فِی التُّرَابِ بَیْنَنَا   کَمَا کُنْتُ اسْتَحْیَیْتُہُ وَھُوَ یَرَانِیْ

مطلب یہ کہ بزرگوں کی حالت حیات وفات یکساں ہیں، مجھے شرم آتی ہے کہ ان کی قبر کے سامنے جواب دوں جس طرح حالت حیات میں میں ان سے شرم رکھتا تھا۔ (ظہیر الاصفیاء ص:۳۵۰/۳۴۹)

محمد بن سماک

حضرت ابوجعفر ربعی فرماتے ہیں کہ میں آخری سکرات کی گھڑی میں محمد بن سماک کے پاس پہنچا تھا، تو یہ مناجات وہ کر رہے تھے، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ، وَ اِنْ کُنْتُ أعْصِیْکَ لَقَدْ کُنْتُ أحِبُّ فِیْکَ مَنْ یُّطِیْعُکَ، اے اللہ! میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں بڑا گنہگار رہوں، لیکن تیرے نیک بندوں کے ساتھ تیری وجہ سے مجھے محبت تھی۔

سن ۱۸۳ میں آپ کی وفات ہے۔ (صفۃ الصفوۃ)

شیخ علی بن سہل اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ علی بن سہل اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں بھی اسی طرح مروں گا جس طرح اور لوگ مرتے ہیں کہ بیماری، عیادت (سو دھندے ہو جاتے ہیں)۔ میں تو اس طرح مروں گا کہ کہا جائے گا "اے علی!" اور میں چل دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک دن کہیں چلے جا رہے تھے، چلتے چلتے کہنے لگے "لبیک" (حاضر ہوں) اور وہیں وفات پائی۔

شیخ ابوالحسن مزنی رحمۃ اللہ علیہ (جو غالباً) ان کے ہمراہ تھے، کہتے ہیں کہ میں نے کہا "اشہدان لا الہ الا اللہ" کہیے، تو تبسم کر کے فرمایا "تم مجھ سے کہتے ہو کہ کلمہ کہو۔ قسم اس کی عزت کی، میرے اور اس کے درمیان میں حجاب عزت کے سوا کچھ نہیں۔" اور جان دے دی۔ اس کے بعد ابوالحسن نے اپنی ڈاڑھی پکڑ کر کہا کہ مجھ جیسا حجام اولیاء خدا کو شہادت کی تلقین کرے، افسوس!" اور زار زار رونے لگے۔ (ظہیر الاصفیاء ص: ۴۱۱)

شیخ حسین بن منصور الحلاج رحمۃ اللہ علیہ

قید خانہ میں

نقل ہے کہ جب آپ کو قید کیا گیا تو پہلی رات کو پہرے داروں نے آ کر دیکھا۔ تمام قید خانہ میں پھرے مگر کسی کو نہ پایا۔ دوسری رات کو آئے تو آپ کو پھر قید خانہ میں نہیں پایا۔ پوچھا اول شب کو کہاں تھے، دوسری شب کو تم نہ تھے نہ قید خانہ اور اب دونوں موجود ہو گئے؟ فرمایا "ہاں پہلی شب کو میں درگاہ میں تھا، دوسری شب کو یہیں دربار تھا، اس وجہ سے قید خانہ ظاہر نہ ہوا، اب مجھے واپس کر دیا گیا حفظ شریعت کے لئے۔ آؤ اور اپنا کام کرو۔"

شبانہ روز میں ہزار رکعتیں قید خانہ میں پڑھا کرتے تھے۔ لوگوں نے کہا آپ تو کہتے ہیں میں حق ہوں۔ یہ نماز کس لئے پڑھتے ہو؟ فرمایا "ہم ہی اپنی قدر جانتے ہیں۔"

ایک شب کو قید خانہ میں تین ہزار شخص قید تھے۔ فرمایا ''اے قیدیو! میں تمہیں آزاد کردوں؟'' انہوں نے کہا تم کیسے آزاد کرو گے؟ اگر کرسکتے ہو تو اپنے آپ کو تو کرلو۔ فرمایا ''ہم خدا کی قید میں ہیں اور اسرار شریعت کا پاس کرتے ہیں، اگر چاہیں تو ایک اشارہ میں تمام بیڑیاں توڑ ڈالیں۔'' یہ کہہ کر انگشت سے اشارہ کیا تو تمام بیڑیاں ٹوٹ گئیں۔ انہوں نے کہا اب نکلیں کہاں سے؟ قید خانہ کا دروازہ تو بند ہے؟ تو دوسرا اشارہ کیا کہ کھڑکیاں ظاہر ہوگئیں۔ فرمایا ''اپنی راہ دیکھو۔'' انہوں نے کہا آپ نہیں آئیں گے؟ فرمایا ہمارا اس کے ساتھ ایک سِر ہے، جو سَرِ دار ہی کہہ سکتے ہیں۔

دوسرے روز پوچھا گیا کہ قیدی کہاں ہیں؟ فرمایا ہم نے چھوڑ دیئے۔ کہا تم کیوں رہ گئے؟ فرمایا ''حق کا ہم پر عتاب ہے۔'' یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو اس نے کہا کہ یہ فتنہ اٹھائیں گے ان کو مار ڈالو، یا لکڑیاں مارو تاکہ اس بات سے باز آجائیں۔ چنانچہ باہر نکال کر تین ہزار لکڑیاں آپ کو ماری گئیں تاکہ اس سے باز آجائیں۔ مارنے والا کہتا ہے کہ جو لکڑی میں مارتا تھا ایک فصیح آواز سنتا تھا کہ ''یَاابْنَ مَنْصُوْر لَاتَخَفْ'' یعنی اے ابن منصور خوف نہ کرو۔

پیر عبدالجلیل صفار فرماتے ہیں کہ ''بہ نسبت حسین کے میرا اعتقاد اس مارنے والے کے ساتھ بہت زیادہ ہے کہ وہ کار شریعت میں کس قدر قوی تھا کہ ایسی آواز سنتا تھا مگر مارنے سے ہاتھ نہ روکتا تھا''۔

تختہ دار پر

پھر آپ کو لے جا کر دار پر لٹکایا گیا تو ہزاروں لوگوں کا ہجوم ہوگیا اور آپ آنکھ اٹھا کر فرماتے تھے ''حق، حق، حق، أنَاالْحَقُّ'' ایک درویش نے جا کر پوچھا عشق کیا ہے؟ فرمایا ''آج کل اور پرسوں دیکھ لو گے۔'' چنانچہ اس روز آپ کو مارا گیا، دوسرے روز جلایا گیا اور تیسرے روز خاک ہوا میں اڑائی گئی۔ یعنی عشق یہ ہے۔

خادم نے اس وقت وصیت چاہی تو فرمایا ''نفس کو کسی چیز میں مشغول رکھ ورنہ وہ تجھ کو کسی ایسی چیز میں مشغول کردے گا جو کرنی پڑے گی، کہ اپنے آپے میں رہنا قوی لوگوں کا کام ہے۔''

صاحبزادہ نے کہا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے، تو فرمایا'' جب اہل جہاں اعمال کی کوشش کریں تو تم ایسی چیز کی کوشش کرنا جس کا ایک ذرہ تمام جن وانس کے اعمال سے بہتر ہےاور وہ علم حقیقت ہے''۔

راہ میں خوب اکڑتے اور ہاتھ جھاڑتے چلتے تھےاور تیرہ بھاری بیڑیاں وغیرہ پڑی تھیں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ اکڑتے کیوں ہیں؟ فرمایا ''اس واسطے کہ میں خرگاہ کو جارہا ہوں'' اور نعرہ لگا کر فرماتے تھے:

ندیمی غیر منسوب الی شیئ من الحیف ☆ سقانی مثل ما یشرب کفعل الضیف بالضیف

فلما دارت الکأ س دعا بالنطع والسیف ☆ کذا من یضرب الراح من التنین بالصیف

(یعنی میرا حریف جفا کی طرف منسوب نہیں ہے، اس نے شراب دی جس طرح مہمان مہمان کو دیتا ہے۔ جب چند دور ہو گئے، تو اس نے شمشیر منگائی کہ جو شخص گرمیوں میں پرانی شراب اژدہے کے ساتھ پیئے اس کی یہی سزا ہے)

جب باب الطاق میں آپ کو دار کے نیچے لے گئے، تو آپ نے دار پر بوسہ دیا پھر سیڑھی پر قدم رکھا۔لوگوں نے پوچھا کیا حال ہے؟ فرمایا'' مردوں کی معراج سرِ دار ہے'' پھر آپ نے کمر باندھ کر چادر ڈال کر ہاتھ اٹھائے اور قبلہ مناجات کی طرف منہ کرکے جو چاہا تھا پایا۔

جب دار پر چڑھائے گئے تو جو لوگ آپ کے مرید تھے انہوں نے سوال کیا کہ آپ ہمارے حق میں کیا کہتے ہیں کہ ہم آپ کے مقربین ہیں اور منکروں کے حق میں کیا فرماتے ہیں جو آپ کو پتھر ماریں گے؟ فرمایا ''ان کو دو ثواب ہیں اور تم کو ایک ثواب، کیوں کہ تم کو میرے ساتھ حسن ظن ہی تو ہے اور وہ قوت توحید و سختی شریعت سے حرکت کرتے ہیں اور شرع میں توحید اصل ہے اور حسن ظن فرع ہے۔''

جوانی میں ایک عورت کی طرف دیکھا تھا، فرمایا ''آہ! کیا تھا وہ، جو مجھ سے ہوا تھا، جس کی سزا اتنے برسوں کے بعد دی جاتی ہے۔'' پھر سیڑھی کے نیچے دیکھ کر فرمایا ''جو شخص اس طرح اوپر دیکھتا ہے، یوں نیچے دیکھتا ہے۔'' پھر شبلی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے قریب آئے اور بلند آواز سے فرمایا ''أَوَ لَمْ نَنْهَکَ عَنِ الْعَالَمِیْنَ؟'' اور پوچھا تصوف کیا ہے؟ فرمایا ''کمتر درجہ یہ ہے کہ جو تم دیکھتے ہو۔'' پوچھا اعلیٰ درجہ کیا ہے؟'' فرمایا ''تمہیں وہاں تک راہ نہیں۔''

پھر ہر شخص نے آپ کو پتھر مارے اور شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے موافقت کے لئے ایک پھول مار دیا تو آہ کی۔ لوگوں نے پوچھا سب نے پتھر مارے تو آپ نے آہ نہ کی اور آپ اس پھول پر آہ کرتے ہیں؟ فرمایا ''وہ لوگ تو جانتے نہیں لہذا معذور ہیں مگر ان کا پھول بھی مجھے گراں ہے، کیوں کہ یہ جانتے ہیں کہ مارنا نہ چاہیئے۔''

پھر دار کی سیڑھی پر آپ کے ہاتھ علیحدہ کر دیئے گئے، تو ہنسے۔ لوگوں نے پوچھا ہنسی کس بات پر ہے؟ فرمایا ''نسبت آدم سے ہاتھ جدا کرنا آسان ہے، ایسے مرد چاہئیں جو ہمارے دست صفات کو کہ سر عرش سے بلند ہے، قطع کریں۔'' پھر پیر کاٹے تو بھی تبسم کیا اور فرمایا ''اگر میں نے زمین کا سفر ان پیروں سے کیا ہے تو اور بھی میرے قدم ہیں جن سے ہر دو عالم کا سفر کروں گا، ان کو کاٹ سکتے ہو تو کاٹو۔'' پھر دونوں ہاتھ جو خون میں بھرے تھے منہ پر مل لئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا ''میرا بہت سا خون نکل چکا ہے، سمجھتا ہوں چہرہ میرا زرد ہو گیا ہو گا اور تم سمجھو گے کہ یہ زردی خوف کی وجہ سے ہے، تو میں خون ملتا ہوں تا کہ لوگوں کو سرخ رو معلوم ہوں، مردوں کا گلگونہ خون ہے۔''

پوچھا کہ اگر منہ خون سے سرخ کرتے ہو تو پہنچوں کو خون میں کیوں آلودہ کرتے ہو؟ فرمایا ''وضو کرتا ہوں۔'' پوچھا کیسا وضو؟ فرمایا ''رَکْعَتَانِ فِی الْعِشْقِ لَا یَصِحُّ وُضُوْئُهُمَا اِلَّا بِالدَّمِ'' عشق میں دو رکعتیں ہیں جن کا وضو خون ہی سے جائز ہے۔

پھر آپ کی آنکھیں نکال لی گئیں تو خلق میں بہت شورش پیدا ہو گئی۔ بعض روتے تھے اور بعض

پتھر پھینکتے تھے۔ پھر چاہا کہ زبان کاٹ لیں، تو فرمایا ''اتنا صبر کرو کہ میں ایک بات کہہ لوں۔'' اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا ''الٰہی! اس قدر تکلیف جو تیرے لئے یہ دیتے ہیں ان کو محروم نہ کر اور اس دولت سے انہیں بے نصیب نہ رکھ۔ الحمد للہ کہ اگر میرے ہاتھ پیر کاٹے تو تیری راہ میں اور سر تن سے جدا کرتے ہیں دار پر تو تیرے مشاہدہ جلال میں۔'' پھر ناک کان کاٹے گئے اور لوگوں نے پتھر برسانا شروع کئے۔

ایک بڑھیا ہاتھ میں پیالہ لئے ہوئے آئی، جب حسینؒ کو دیکھا تو کہا زور سے پتھر مارو، اس ظالم کو خدا کی بات سے کیا کام؟ آپ کا آخری کلام یہ تھا کہ ''حُبُّ الْوَاحِدِ اِفْرَادُ الْوَاحِدِ، حُبُّ الْوَاحِدِ اِفْرَادُ الْوَاحِدِ'' پھر یہ آیت پڑھی ''يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وَيَعْلَمُوْنَ أَنَّهَا الْحَقُّ'' پھر زبان کاٹی گئی۔ نماز مغرب کے وقت بادشاہ کا فرمان آیا کہ ان کا سر تن سے جدا کر لیں۔ سر جدا کرنے میں ہنسے اور جان دے دی۔ لوگ شور کرتے رہ گئے اور آپ نے قضا کی گیند بیابان رضا میں ڈال دی۔

ایک ایک بند سے ''انا الحق'' کی آواز آتی تھی۔ پھر پارہ پارہ کر دیا کہ گردن اور پیٹھ کے سوا کچھ باقی نہ رہا تو سر اور پیٹھ سے انا الحق کی آواز آتی تھی۔

دوسرے روز کہا گیا کہ وہ اس حالت میں حالت حیات سے بھی زیادہ فتنہ برپا کریں گے، سو اعضاء کو جلا دیا گیا، مگر راکھ سے بھی یہی آواز آتی تھی اور جو خون کا قطرہ زمین پر گرتا تھا انا الحق کا نقش بن جاتا تھا۔ جس طرح ایک درویش کا سر کاٹا گیا تو اس کے تمام خون سے اللہ اللہ کا نقش ظاہر ہوتا تھا، پھر راکھ کو دجلہ میں ڈال دیا تو پانی میں سے وہی آواز آتی تھی۔

آپ نے خادم سے کہہ دیا تھا کہ ہماری خاک دجلہ میں ڈالیں گے، تو بغداد میں آفت آجائے گی کہ پانی جوش میں آکر بغداد کی طرف متوجہ ہو جائے گا، ممکن ہے کہ بغداد بہہ جائے تو تم ہمارا خرقہ پانی کے پاس لے جانا ورنہ بغداد تباہ ہو جائے گا۔''

خادم نے جب پانی میں جوش دیکھا تو شیخ کا خرقہ پانی کے پاس لے گیا، جس سے فوراً پانی

ٹھہر گیا اور راکھ خاموش ہوگئی۔ پھر اس راکھ کو جمع کر کے دفن کر دیا گیا۔ اہل طریقت میں کسی کو ایسی فتوح نہ ہوئی۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ”حسین منصور کو دیکھو کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تو نہ معلوم ان مدعیوں کے ساتھ کیا ہوگا۔“

عباس طوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ”کل میدان قیامت میں حسین منصور کو زنجیر میں جکڑ کر لائیں گے، کیوں کہ اگر وہ کھلے ہوں گے تو تمام میدان قیامت کو برہم کر دیں گے۔“

مشائخ میں سے ایک کہتے ہیں کہ اس رات کو صبح تک میں اس دار کے نیچے رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ جب دن نکل آیا تو ہاتف نے آواز دی ”اِطَّلَعْنَاهُ عَلٰی سِرٍّ مِنْ أَسْرَارِنَا فَأَفْشٰی سِرَّنَا فَهٰذا جَزَاءُ مَنْ يَفْشٰی سِرَّ الْمُلُوْكِ“ یعنی ہم نے ان کو ایک راز پر مطلع کیا تھا اس کو انہوں نے فاش کر دیا، یہی جزاء ہے اس کی جو بادشاہوں کا راز افشاء کرے۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس رات کو میں نے آپ کی قبر پر جا کر تمام رات نماز پڑھی۔ صبح کے وقت میں نے مناجات کی کہ الٰہی! یہ مؤمن عارف محبّ اور موحد بندہ تھا، ان پر یہ بلا تو نے کیوں ڈالی؟ تو مجھ پر نیند غالب ہوگئی اور خواب میں قیامت کو دیکھا۔ حق تعالیٰ کا فرمان آیا کہ ”یہ ہم نے اس وجہ سے کیا کہ ہمارا راز غیر سے کہتے تھے، جو راز کہ ان کو دجلہ کے پانی میں ہم سے کہنا چاہیئے تھا، اسے وہ غیروں سے بیان کرتے تھے۔“

ایک بار اور میں نے ان کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ”مجھے مقام صدق میں ٹھہرا کر انعام واکرام کیا۔“ میں نے پوچھا ان لوگوں کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ”دونوں گروہوں پر رحمت کی، جنہوں نے مجھے جان لیا اور شفقت کی ان پر اس شفقت کی وجہ سے رحمت کی اور جنہوں نے نہ جانا، حق کی وجہ سے عداوت رکھی ان پر بھی رحمت کی، دونوں فریق معذور تھے۔“

کسی اور نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ قیامت میں کھڑے ہیں، ہاتھ میں پیالہ ہے اور تن پر

سر نہیں ہے۔ پوچھا یہ کیا بات ہے؟ جواب ملا کہ "سر کٹے ہوؤں کو جام دیتے ہیں"۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حسین رحمۃ اللہ علیہ کو دار پر لٹکا یا گیا تو ابلیس نے آ کر کہا میں نے "انا خیر" کہا تو میری گردن میں طوق لعنت پڑ گیا اور تم نے "انا الحق" کہا تو مقام صدق ملا، یہ فرق کیوں ہے؟ فرمایا تو نے انا اپنی طرف سے کہا تھا اور میں نے اپنے آپ سے خود ہی کو دور کیا اس وجہ سے مجھ پر رحمت ہوئی اور تجھ پر لعنت۔ اس سے سمجھ لو کہ انانیت کرنا اچھا نہیں اور انانیت دور کرنا بہت اچھا ہے۔ (ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء ص: ۴۳۹ تا ۴۴۳)

شیخ ابراہیم بن شہریار گازرونی رحمۃ اللہ علیہ

قطب الاولیاء شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن شہریار گازرونی رحمۃ اللہ علیہ کے بدن مبارک سے اتنی خوشبو آیا کرتی تھی کہ عنبر اور کستوری کی خوشبو اس کے سامنے ہیچ تھی۔ جس بازار یا گلی سے گزرتے ایک عرصہ تک مہک آتی رہتی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے ہاتھ پر چوبیس ہزار لوگوں نے توبہ کی اور اسلام قبول کیا، جب کہ ایک لاکھ مسلمان عام گناہوں سے تائب ہوئے اور حضرت کے حلقہ ارادت میں آئے۔ آپ کے پاس ایک رجسٹر تھا جس میں توبہ کرنے والے مرید، قریبی احباب اور دوسرے آشناؤں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو مرید خدمت میں جمع ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ میں عنقریب دنیا سے رحلت کر جاؤں گا، اب چار باتوں کی وصیت کرتا ہوں ان کو قبول کرو۔

اول جو شخص میری جگہ خلافت پر بیٹھے اس کا وقار کرنا اور فرمان بجالانا۔

دوسرے صبح کو ہمیشہ قرآن پڑھا کرنا۔

تیسرے کوئی مسافر آ جائے تو کوشش کر کے اس کو اعزاز و تمکین سے رکھنا اور دوسری جگہ نہ جانے دینا

چوتھے دل آپس میں ٹھیک رکھنا۔

وہ رجسٹر جس میں توبہ کرنے والوں، مریدوں اور آشناؤں کے نام لکھ رکھے تھے، اس کے متعلق وصیت کی تو آپ کے مزار میں رکھ دیا گیا۔

بعد وفات کے کسی نے شیخ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ''سب سے اول انعام جو مجھ پر کیا، یہ ہے کہ جن لوگوں کے نام اس یادداشت کی کتاب میں لکھے تھے ان سب کو اور مجھے بخش دیا۔''

آپ کہا کرتے تھے کہ ''خداوندا! جو شخص کسی حاجت کے لئے میرے پاس آئے اور میری زیارت کرے اس کا مقصود مطلوب پورا کر اور اس پر رحمت فرمایا''۔ (ظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء ص:۴۷۴)

شیخ ابوعلی الدقاق رحمۃ اللہ علیہ

آخر عمر میں آپ کی باتیں ایسی عالی ہوگئی تھیں کہ خلق کی فہم ان تک نہ پہنچتی تھی اور لوگ ان کے سننے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ مجلس وعظ میں بہت کم شخص جاتے، سترہ یا اٹھارہ سے زیادہ آدمی نہ ہوتے۔

حضرت عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ابوعلی الدقاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام عالی ہو گیا تو ان کی مجلس خلق سے خالی ہوتی تھی۔ اول غلبات میں یہ حال تھا کہ ہمیشہ کہا کرتے تھے ''خداوندا! مجھے چیونٹی اور گھاس کے پتوں کے صدقہ میں بخش دے۔''

اور فرمایا ''خداوندا! مجھے رسوا نہ کر کہ تیرے بارے میں برسر منبر میں نے بہت شیخیاں ماری ہیں ان گناہ گار لوگوں کے سامنے اور اگر رسوا ہی کرے تو ان مجلس والوں کے سامنے رسوا نہ کر۔ مجھ کو تو یوں ہی صوفیوں کے لباس میں چھوڑ دے اور پیالہ وعصا میرے ہاتھ میں دے دے کہ مجھے صوفیوں کے شیوہ سے محبت ہے۔ اس وقت مجھے خرقہ اور پیالہ وعصا کے ساتھ دوزخ کے کسی نالہ

میں ڈال دینا تا کہ اس کے بعد ہمیشہ تیرے فراق کا خوناب پیتا رہوں اور ان وادیوں میں تیرے درد کا نوحہ کروں اپنی نگوں ساری پر روؤں اور اپنے مونس سے علیحدگی کا ماتم کروں کہ اگر تیرا قرب مجھے حاصل نہ ہو تو دردِ فراق کا نوحہ ہی ہو۔''

کبھی فرماتے ''خداوندا! ہم نے اپنے اعمال نامہ کو گناہ سے سیاہ کر دیا اور تو نے ہمارے بالوں کو دنیا میں سفید کر دیا۔ پس اے خالق سیاہ وسفید! اپنے فضل ورحمت سے ہمارے سیاہ کئے ہوئے کو اپنے سفید کئے ہوئے کی طفیل میں (سفید) کر دے۔ اور خداوندا! جو تجھ کو تحقیق سے جانتا ہے وہ تیری طلب سے کبھی باز نہ آئے گا، اگرچہ اسے یقیناً معلوم ہو کہ وہ تجھ کو ہرگز نہ پائے گا۔ خداوندا! میں نے مانا کہ تو اپنے فضل ورحمت سے مجھ کو بہشت میں بھیج دے گا اور عالی درجہ پر پہنچا دے گا، لیکن یہ حسرت کہ میں نے تیری بندگی میں تقصیر کی اور میں اس سے بہتر ہو سکتا تھا، مگر نہ ہوا، ہرگز مجھ سے نہ جائے گی۔''

شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا، تو پوچھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ''جس گناہ کا میں نے اقرار کیا وہ بخش دیا، مگر ایک گناہ کے اقرار سے مجھے شرم آئی تو اس کے سبب سے مجھے پسینہ میں رکھا، یہاں تک کہ میرے چہرہ سے تمام گوشت گر پڑا، اور وہ گناہ یہ تھا کہ بچپن میں میں نے ایک امرد کو دیکھا تھا اور وہ میری نظر میں اچھا معلوم ہوا تھا۔''

ایک بار اور شیخ کو خواب میں دیکھا گیا کہ بہت بے قرار ہیں اور رو رہے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ شاید آپ پھر دنیا میں واپسی چاہتے ہیں؟ جواب دیا ''ہاں لیکن اپنی اصلاحیت کے لئے نہیں بلکہ اس سبب سے کہ کمر باندھ کر لوگوں کے دروازے کھٹکھٹاتا پھروں اور کہوں کہ خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ، کیوں کہ تم نہیں جانتے کہ کس کام سے باز رہو جو حسرت جاوید میں نہ ہو۔''

یوں ہی ایک اور شخص نے خواب میں دیکھ کر حال پوچھا تو فرمایا ''جو نیک وبد عمل میں نے کیا تھا وہ ذرہ ذرہ شمار کیا گیا۔ پھر عفو کے پہاڑ میرے سامنے کر دیئے گئے''۔ (ظہیر الاصفیاء

ص:۵۶۱/۵۶۲)

پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

ایک طویل مدت تک عالم کو اپنے کمالات ظاہری و باطنی سے مستفید کر کے اور عالم اسلام میں روحانیت اور رجوع الی اللہ کا عالمگیر ذوق پیدا کر کے ۵۶۱ھ میں نوے سال کی عمر میں وفات پائی۔

صاحب زادہ حضرت شرف الدین عیسیٰ آپ کی وفات کا حال یوں بیان کرتے ہیں ''جب آپ مرض الوفات میں بیمار ہوئے تو آپ کے صاحب زادہ شیخ عبدالوہاب نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے کہ آپ کے بعد اس پر عمل کروں۔ فرمایا ''ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہو اور اس کے سوا کسی سے نہ ڈرو اور نہ اس کے سوا کسی سے امید رکھو، اپنی تمام ضروریات اللہ کے سپرد کر دو، صرف اسی پر بھروسہ رکھو اور سب کچھ اسی سے مانگو، خدا کے سوا کسی پر وثوق اور اعتماد نہ رکھو، توحید اختیار کرو کہ توحید پر سب کا اجماع ہے''۔

نیز فرمایا ''جب دل خدا کے ساتھ درست ہو جاتا ہے تو کوئی چیز اس سے چھوٹتی نہیں ہے اور نہ کوئی چیز اس سے باہر نکل کر جاتی ہے۔'' پھر فرمایا ''میں مغز بے پوست ہوں'' اور اپنے صاحبزادوں سے فرمایا کہ ''میرے گرد سے ہٹ جاؤ، میں ظاہر میں تمہارے ساتھ ہوں اور باطن میں دوسروں کے ساتھ ہوں، میرے پاس تمہارے سوا اور لوگ (فرشتے) حاضر ہیں، ان کے لئے جگہ خالی کرو اور ان کے ساتھ ادب کرو۔ یہاں بڑی رحمت نازل ہو رہی ہے، ان کے لئے جگہ تنگ نہ کرو''۔

آپ اس وقت بار بار فرماتے تھے ''تم پر سلام اور خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، اللہ میری اور تمہاری توبہ قبول کرے، بسم اللہ آؤ اور واپس نہ جاؤ۔'' اس طرح کے جملے آپ ایک دن اور ایک رات مسلسل فرماتے رہے اور فرمایا ''تم پر اس وقت مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں، نہ کسی فرشتہ

کی نہ ملک الموت کی۔اے ملک الموت! ہمارے کارساز نے تم سے زیادہ ہم کو بہت کچھ دے رکھا ہے''۔

اس دن جس کی شب کو آپ نے رحلت فرمائی، ایک بڑی سخت چیخ ماری۔ آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق و شیخ موسیٰ فرماتے تھے کہ آپ بار بار دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر پھیلاتے اور فرماتے تھے ''تم پر سلام اور خدا کی رحمت اور برکتیں ہوں، حق کی طرف رجوع کرو اور صف میں داخل ہو جاؤ، میں ابھی تمہارے پاس آیا۔''

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ''نرمی کرو'' پھر آپ پر امر حق آیا اور موت کے نشہ نے غلبہ کیا تو فرمایا ''میرے اور تمہارے اور تمام مخلوق کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے، مجھے کسی پر قیاس نہ کرو اور نہ کسی کو مجھ پر۔''

پھر آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالعزیز نے آپ سے آپ کی تکلیف اور حالت کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا ''مجھ سے کوئی نہ پوچھے، میں علم الٰہی میں پلٹے کھا رہا ہوں۔''

انہوں نے آپ سے مرض کے متعلق پوچھا تو فرمایا ''میرے مرض کو نہ کوئی جانتا ہے اور نہ کوئی سمجھتا ہے، نہ انسان، نہ جن اور نہ فرشتے۔خدا کے حکم سے خدا کا علم نہیں ٹوٹتا، حکم بدل جاتا ہے اور علم نہیں بدلتا، حکم منسوخ ہو جاتا ہے اور علم منسوخ نہیں ہوتا، اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور باقی رہتا ہے، اس کے پاس اصلی تحریر ہے جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے باز پرس نہیں ہوتی، اور خلق سے باز پرس ہوتی ہے، صفات کی خبریں گزر رہی ہیں، جیسی آئی ہیں۔''

پھر آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالجبار نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے جسم میں کہاں تکلیف ہے؟ فرمایا ''میرے کل اعضاء مجھے تکلیف دے رہے ہیں، مگر میرے دل کو کوئی تکلیف نہیں، اور وہ خدا کے ساتھ صحیح ہے۔''

پھر آپ کا وقت اخیر آیا تو آپ فرمانے لگے ''میں اس خدا سے مدد چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ پاک و برتر ہے اور زندہ ہے جسے فوت ہونے کا اندیشہ نہیں۔ پاک ہے وہ جس

نے اپنی قدرت سے عزت ظاہر کی اور موت سے بندوں پر غلبہ دکھایا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں''۔

آپ کے صاحبزادہ شیخ موسیٰ فرماتے تھے کہ آپ نے لفظ ''تعزز'' فرمایا ور یہ لفظ صحت کے ساتھ آپ کی زبان سے ادا نہ ہوا، تو آپ بار بار اسے دہراتے رہے، یہاں تک کہ آپ نے بلند آواز اور سخت کر کے لفظ ''تعزز'' اپنی زبان سے ٹھیک ٹھیک ادا فرمایا۔

پھر تین بار اللہ، اللہ، اللہ فرمایا۔ اس کے بعد آپ کی آواز خاموش ہوگئی اور زبان تالو سے چپک گئی اور روح مبارک رخصت ہوگئی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ (تاریخ دعوت وعزیمت حصہ اول ص:۲۶۹ تا ۲۷۱)

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ

اپنا مقدس فریضہ ادا کر کے اور عالم اسلام کو صلیبیوں کی غلامی کے خطرہ سے محفوظ کرنے کے بعد ۲۷ رصفر ۵۸۹ھ کو اسلام کا یہ وفادار فرزند دنیا سے رخصت ہوا۔ اس وقت اس کی عمر ستاون برس تھی۔ (سلطان کی ولادت ۵۳۲ھ کی ہے)

قاضی بہاؤالدین بن شداد سلطان کی وفات کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''۲۷ رصفر کی شب کو جو سلطان کی علالت کا بارہواں دن تھا، مرض میں شدت ہوگئی اور قوت گھٹ گئی۔ شیخ ابو جعفر امام الکلاسہ کو جو ایک نہایت صالح اور بزرگ شخص تھے، زحمت دی گئی کہ رات کو قلعہ میں رہیں کہ اگر رات کو وہ ساعت مقررہ آگئی جو سب کو پیش آنے والی ہے تو وہ سلطان کے پاس ہوں اور ان کو تلقین کرسکیں، اور اللہ کا نام لیں۔

رات کو سلطان کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سفر کے لئے پا بہ رکاب ہیں، شیخ ابو جعفر ان کے پاس بیٹھے ہوئے تلاوت و ذکر میں مشغول تھے۔ تین دن پہلے سے سلطان پر ایک ذہول اور غفلت طاری تھی۔ کسی کسی وقت ان کو ہوش آتا تھا۔ جب شیخ ابو جعفر نے تلاوت کرتے ہوئے ''ھو اللہ

الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب و الشھادۃ‘‘ پڑھی تو سلطان کو ہوش آ گیا۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی، اور چہرہ کھل گیا اور کہا ’’صحیح ہے‘‘ اور یہ کہہ کر جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

یہ چہار شنبہ کا دن صفر کی ۲۷ رتاریخ اور فجر کا وقت تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خلفائے راشدین کی وفات کے بعد سے ایسا سخت دن مسلمانوں کی تاریخ میں نہیں آیا۔ قلعہ، شہر اور تمام دنیا پر ایک وحشت سی برستی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ کیسا سناٹا اور کیسی اداسی تھی۔

میں پہلے جب سنتا تھا کہ لوگ دوسروں پر قربان ہو جانے اور ان کے فدیہ بن جانے کی تمنا کرتے ہیں تو سمجھتا تھا کہ یہ محض ایک مجاز اور تکلف کی باتیں ہیں، لیکن اس دن معلوم ہوا کہ یہ حقیقت ہے۔ خود میں اور بہت سے لوگ ایسے تھے کہ اگر ان کے امکان میں ہوتا کہ وہ سلطان پر اپنی جان قربان کر سکیں اور اس کی طرف سے فدیہ ہو جائیں تو وہ اس کے لئے تیار تھے‘‘۔

قاضی ابن شداد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سلطان نے اپنے ترکہ میں صرف ۴۷ر درہم چھوڑے تھے۔ کوئی ملک، مکان، جائیداد، باغ، گاؤں یا زراعت نہیں چھوڑی۔ ان کی تجہیز وتدفین میں ایک پیسہ بھی ان کی میراث سے صرف نہیں ہوا۔ سارا سامان قرض سے کیا گیا، یہاں تک کہ قبر کے لئے گھاس کے پولے بھی قرض سے آئے۔ کفن کا انتظام ان کے وزیر وکاتب قاضی فاضل نے کسی جائز وحلال ذریعہ سے کیا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت حصہ اول ص:۳۴۷ر۳۴۸)

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ

جب مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سن اسّی سے تجاوز کر گیا، تو وہ اکثر ’’ذکر رحلت وطلب دعائے خیر خاتمہ وانتظار ملاء اعلیٰ واظہار تمنائے درجہ اعلائے شہادت وکلمات متضمن وصایا وموعظت وداع ورخصت‘‘ فرمایا کرتے تھے (معمولات مظہریہ، از مولوی نعیم اللہ بہرائچی ص:۳۶)

وظائف وعبادات میں بھی اضافہ ہو گیا۔ اکثر مریدوں اور معتقدوں کو خطوط میں بھی اپنے وقت آخر سے متعلق اشارہ کرتے، مثلاً ملا عبدالرزاق کو لکھتے ہیں ''وقت رحلت نزدیک رسید و عمر از ہشتاد تجاوز نموده و موقع ملاقات نمانده که مارا طاقت سیر و سفر نمانده'' یعنی کوچ کا وقت قریب آ پہنچا ہے، عمر اسّی سال سے تجاوز کر چکی ہے، ملاقات کا موقع نہیں رہا اس لئے کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رہی۔ (مقامات مظہری از شاہ غلام علی ص:٦٠)

ایک اور مکتوب میں یوں رقمطراز ہیں:

''والد بزرگوار شما که جامع ہزاراں مناقب بودند از انتقال خود ازیں عالم داغی بیادگار گزاشتند، ما و ایشاں بہ علاقہ ہم عمری در وقت قدوم بایں خاک دان بتقدیم و تاخیر چند قدم ہم سفر بودیم، حالانکہ وقت رجوع بوطن اصلی است نیز بہ فاصلہ چند نفس ہم قافلہ ایم۔

امروز گر از رفتہ عزیزاں خبری نیست　　　فرداست دریں بزم ز ما ہم اثری نیست

(کلمات طیبہ، مکتوبات مرزا صاحب، مکتوبات پنجاہ و ششم ص:۵۴)

یعنی آپ کے والد بزرگوار جو ہزاروں مناقب کے جامع تھے، رحلت فرما کر دنیا کو داغ مفارقت دے گئے۔ ہم اور وہ ہم عصر ہی تھے۔ اس دنیا میں ورود کے وقت چند قدم تقدم و تأخر کا فرق تھا، سفر زندگی مل کر طے کیا۔ اب کہ وطن اصلی کی طرف واپسی ہے، اب بھی چند سانسوں کے فرق سے ہم سفر ہی ہیں۔ (شعر) آج اگر گزرے ہوئے عزیزوں کی کچھ خبر نہیں تو کل ہونے کی دیر ہے، ہمارا بھی کوئی نشان باقی نہیں رہے گا۔

ایک دن ایک مرید اصلاح کلام کے ارادہ سے خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ والد بزرگوار کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل تھا، میری آرزو ہے کہ یہ عزت مجھے بھی نصیب ہو۔ مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ''اب ان باتوں کا دماغ کہاں اور اس کی فرصت کسے۔ جو چند لمحات یاد الٰہی میں گزر جائیں، غنیمت ہیں۔ آج کل میں فقیر کے کوچ کرنے کی خبر سن لو گے'' یہ کہہ کر مندرجہ ذیل شعر یادگار کے طور پر ان کو لکھوا دیا۔

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مر گیا　　　اور مظہر در حقیقت گھر گیا

(معمولات مظہریہ ص:۱۳۹)

شوق وصال

صاحب معمولات مظہریہ کا بیان ہے کہ مرزا صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''مجھے تعجب ہوتا ہے کہ لوگ موت سے کیوں ڈرتے ہیں، حالانکہ حدیث شریف میں آیا کہ روح جب تن سے جدا ہوتی ہے تو اسے خدا اور رسول کا شرف دیدار میسر ہوتا ہے''۔(معمولات مظہریہ ص:۱۳۸)

مرزا صاحب کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بہاؤ الدین محمد نقشبندی رحمہ اللہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی ارواح طیبات سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا (معمولات مظہریہ ص:۱۳۹)

صاحب معمولات لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''جب امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور وہ زخمی ہوئے تو امام حسن رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ اگر میں سلامت رہا تو مجرم سے مواخذہ کرنا میرا کام ہے ورنہ بصورت دیگر قاتل سے قصاص نہ لیا جائے۔ اگر خدائے تعالیٰ نے مجھے شرف شہادت بخشا تو میں چاہتا ہوں کہ میرے خون کا بھی بدلہ نہ لیا جائے''، اور پھر بڑی حسرت سے فرماتے کہ ''ایام جوانی میں جب شہادت حاصل کرنے کا موقع تھا تو حاصل ہی نہ کر سکا اب بڑھاپے میں یہ سعادت کہاں نصیب ہو سکتی ہے؟'' مگر پھر خود ہی فرماتے کہ ''خدا سے مایوس نہ ہونا چاہیے'' (معمولات مظہریہ ص:۱۳۹) چنانچہ زمانہ نے دیکھ لیا کہ خدا نے انہیں مایوس نہیں کیا۔

قاتلانہ حملہ

محرم کا مہینہ تھا، مرزا صاحب اپنے مکان پر چند مریدوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتفاق سے

وہاں سے ایک تعزیہ نکلا۔ مرزا صاحب نے مریدوں کو مخاطب کر کے کہا کہ ''جس مقدمہ کو بارہ سو برس ہو چکے ہوں، ہر سال اسے تازہ کرنا کیا بدعت نہیں ہے؟ لکڑیوں کو سلام کرنا عقل کی خفت ہے۔'' یہ بات ان لوگوں نے جو تعزیہ کے ساتھ تھے، سنی اور امام باڑوں اور محفلوں میں دو تین شب اس کا چرچا ہوتا رہا (گلشن ہند، از مرزا لطف علی ص: ۲۱۷)

۷/محرم الحرام ۱۱۹۵ھ شب چہار شنبہ کا ذکر ہے کہ تھوڑی رات گزری تھی کہ چند آدمی مکان پر آئے اور دروازہ پر دستک دی۔ خادم نے جا کر عرض کیا کہ کچھ لوگ زیارت کے لئے آئے ہیں۔ مرزا صاحب یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ ''بلا لو۔''

ان میں سے تین آدمی اندر آئے، ان میں ایک ایرانی نژاد مغل تھا۔ مرزا صاحب اپنی خوابگاہ سے نکل کر آئے اور ان لوگوں کے پاس کھڑے ہو گئے۔ مغل نے پوچھا ''آپ ہی مرزا جان جاناں ہیں؟'' آپ نے جواب میں فرمایا ''ہاں۔'' اور اس کے دونوں ساتھیوں نے بھی اس کی تصویب کی۔ اس پر اس مغل نے مرزا صاحب پر طپنچہ کا وار کیا اور پھر تینوں فرار ہو گئے، گولی بائیں جانب دل کے پاس لگی۔ (مقامات مظہری ص: ۶۱)

مرزا صاحب نے باوجودیکہ ایسا کاری زخم کھایا تھا لیکن استقلال طبیعت سے اپنے آپ کو کوٹھے کے اوپر پہنچایا۔ (گلشن ہند ص: ۲۱۷)

قدرت اللہ گوپاموی کا بیان ہے کہ مرزا صاحب تہجد کی نماز کے لئے اٹھے تھے کہ کسی ناہنجار نے انہیں گولی کا نشانہ بنایا۔ (نتائج الافکار ص: ۶۷۵) لیکن شاہ غلام علی کے مندرجہ بالا بیان کی موجودگی میں اس بیان کو صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ شاہ صاحب صرف یہی نہیں کہ مرزا صاحب کے اعاظم خلفاء میں سے ہیں بلکہ ان دنوں مرزا صاحب کے پاس موجود تھے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کو کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے۔

اس وقت مرزا صاحب عالم درد و کرب میں لوٹتے تھے اور اپنے ہی یہ اشعار پڑھتے تھے (معمولات مظہریہ ص: ۱۴۰)

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن   خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

یعنی خاک وخون میں تڑپنے کی اچھی رسم کی بنیاد ڈال گئے، خدا ان پاک فطرت عاشقوں پر رحمت فرمائے۔

سیل خون از سینہ گم رواں کر دست عشق   نازم اعجازش کہ طوفاں از تنور آوردہ است

عشق نے بے دل سے خون کا سیلاب جاری کر دیا، اس کے اعجاز پر مجھے ناز ہے کہ تنور سے طوفان اٹھایا۔

زخم دل مظہر مبادا بہ شود ہشیار باش   کایں جراحت یادگار ناوک مژگان اوست

مظہر ہوشیار رہ، کہیں ایسا نہ ہو کہ زخم دل ٹھیک ہو جائے کیوں کہ یہ ان کے ابرو کے تیر کے زخم کی یادگار ہے۔

جائے رحم است اے ہجوم آہ وائے سیلاب اشک   یادگار از من ہمیں مشت غباری ماندہ است

مقام رحم ہے اے آہ وزاری کے ہجوم، ہائے آنسوؤں کے سیلاب میری یادگار یہی مٹی کی مٹھ رہ گئی ہے۔

شگاف دانہ ہا بے شک نشان سبحہ می باشد   دل مجروح می دانم کہ راہی با خدا دارد

دانوں کا شگاف بیشک تسبیح کا نشان ہوگا، میں جانتا ہوں کہ دل مجروح خدا سے راہ ورسم رکھتا ہے۔

مصحفی لکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل شعران کی زبان پر جاری تھا (مصحفی عقد ثریا ص:۵۶)

چہ خوش بروئے دل تنگ ما دری وا کرد   خدا دراز کند عمر زخم کاری ما

یعنی واہ، واہ! میرے تنگ دل میں ایک دروازہ کھول دیا، خدا اس کاری زخم کی عمر دراز کرے۔

تقریباً گھنٹے بھر کے بعد جب کچھ سکون ہوا تو فرمایا کہ ''الحمد للہ، جد بزرگوار (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کی ایک سنت پوری ہوئی، لیکن ابھی دوسری باقی ہے، خدا اپنے فضل عمیم سے اسے بھی

پورا کردے کیوں کہ یہ میری دیرینہ تمنا ہے'' (معمولات مظہریہ) یعنی جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زخم لگنے کے تین دن بعد وفات پائی ان کی وفات بھی تین دن بعد ہو۔

کہتے ہیں کہ بادشاہ (شاہ عالم) نے مرزا صاحب کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم نے مفسدوں کی تلاش کروائی، لیکن کچھ پتہ نہ چلا، آپ کچھ سراغ بتائیں تاکہ ان کو تلاش کر کے قرار واقعی سزا دی جائے۔ مرزا صاحب نے جواب میں کہلایا کہ ''فقراء تو شہید راہ خدا ہیں، مرے ہوؤں کو مارنے کا قصاص کیسا؟ اور اگر اتفاق سے مجرم ہاتھ آجائیں تو انہیں میرے پاس بھیج دیا جائے گا کہ دستور طریقت کے مطابق ان سے بدلہ لیا جائے'' (معمولات مظہریہ ص:۱۴۱) یعنی مرزا صاحب انہیں معاف کر دیں۔

آن کشتہ ہیچ حق محبت ادا نہ کرد کز بہر دست و بازوئے قاتل دعا نہ کرد

اس موئے نے کچھ بھی محبت کا حق ادا نہ کیا، کیوں کہ اس نے قاتل کے ہاتھ پاؤں کے لئے دعاء نہ کی۔

ذوالفقار الدولہ نواب نجف خان نے معالجہ کے لئے جراحان فرنگ (ڈاکٹر) کو خدمت اقدس میں بھیجا۔ مرزا صاحب نے جواباً کہلا بھیجا کہ ''اگر زندگی باقی ہے تو مسلمان جراحوں کے ہاتھ سے شفا ہو جائے گی، اور اگر وقت پورا ہو چکا ہے تو ان کافروں کا احسان مرتے وقت کیوں اٹھاؤں'' (مقامات مظہری ص:۶۱)

زندگی بے منت از آید میسر باک نیست ہمتش نازم کہ ممنون مسیحا مے شود

زندگی بے مانگے ملے تو کچھ حرج نہیں، میں اس کی ہمت کو داد دیتا ہوں جو کسی ڈاکٹر حکیم کا احسان اٹھائے۔

شہادت

صاحب مقامات مظہری کا بیان ہے کہ ضعف بڑھتا گیا اور اس حد تک بڑھا کہ آواز بھی نہیں

سنائی دیتی تھی۔ تیسرے دن جمعہ کے روز صبح کی نماز کے بعد مجھ سے کہا کہ ''میری گیارہ نمازیں قضا ہوچکی ہیں، لیکن کیا کروں، میرا سارا جسم خون آلود ہے اور مجھ میں سر اٹھانے کی بھی طاقت نہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر مریض سر بھی نہ اٹھا سکتا ہو تو اسے نماز موقوف کر دینی چاہیئے، اشارہ سے نماز نہ پڑھے، تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟''

میں نے عرض کیا کہ مسئلہ وہی ہے جو آپ نے فرمایا۔ آدھا دن گزر جانے کے بعد انہوں نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کچھ دیر فاتحہ پڑھی۔ عصر کے وقت میں پھر خدمت میں حاضر تھا، پوچھا کہ ''ابھی کتنا دن باقی ہے؟'' میں نے عرض کیا چار گھڑی۔ فرمایا ''ابھی مغرب میں دیر ہے۔''

مغرب کی نماز کے وقت شب شنبہ ۱۰ رمحرم الحرام کو تین بار زور زور سے سانس لیا اور روح مبارک عالم جاودانی کو پرواز کر گئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔ (معمولات مظہریہ ص:۱۴۱)

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ۱۰ رمحرم الحرام کو مرزا صاحب کا تابوت مبارک اور تعزیہ ساتھ ساتھ اٹھے اور تمام دوست احباب ماتم کناں جنازہ کے ساتھ تھے۔ یہ پتہ نہ چل سکا کہ نماز جنازہ کہاں پڑھی گئی اور کس نے پڑھائی؟ بہر حال نماز جنازہ کے بعد حضرت بی بی صاحبہ (زوجہ مرزا صاحب) کی حویلی میں جو چتلی قبر کی متصل ہے دفن ہوئے۔ (معمولات مظہریہ ص:۱۴۱)

مرزا صاحب نے اپنے وصیت نامہ میں لکھا تھا کہ ''منکوحۂ من از من درخواست کردہ بود کہ تدبیر امور اخروی خود را برائے او دا گزارم، من ہم ایں معنیٰ را باقرار زبانی کردہ بودم اما دراں ایام مستورہ قطعہ زمینی در ملک خرونہ داشت۔ الحاصل یک منزل حویلی خرید کردہ است و من بجاں از آں بقعہ بیزارم، اگر خواہد کہ مرا درانجا مدفون سازد، بر دوستان فقیر بحکم حق دوستی واجب است کہ ہر گز تجویز نمایند، بعد ازیں ہر جا کہ میسر آید مرضی او مرعی دارند و بیرون ترکمان دروازہ مناسب تر است''۔

یعنی میری بیوی نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ اپنے اخروی امور کی تدبیر کو اس کی رائے پر

چھوڑ دوں۔ میں نے بھی اس امر کا زبانی اقرار کیا ہوا تھا،مگران بے ہوشی کے دنوں میں میری ملک میں زمین کا کوئی قطعہ نہیں تھا۔ الغرض اس نے ایک گھر حویلی خرید کی ہوئی ہے اور میں اپنی جان سے اس سے بیزار ہوں۔ اگر وہ مجھے وہاں دفن کرنا چاہے تو فقیر کے دوستوں پر بحق دوستی واجب ہے کہ ہرگز تجویز نہ فرمائیں۔ اس کے بعد جو جگہ مل جائے اس کی مرضی کو ملحوظ رکھیں اور ترکمان دروازہ سے باہر زیادہ مناسب ہے۔

اتنی واضح اور پرزور وصیت کے باوجود مرزا صاحب کا مدفن وہیں بنایا گیا جہاں وہ نہیں چاہتے تھے۔ اس کی توجیہ مولوی نعیم اللہ نے یہ کی ہے کہ وصیت نامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا۔ بی بی صاحبہ کی حویلی میں ان کو اس نیت سے دفن کیا گیا تھا کہ وصیت نامہ دیکھنے کے بعد وصیت کے مطابق منتقل کر دیا جائے گا،لیکن وصیت نامہ دیکھنے کے بعد جب منتقل کرنے کا ارادہ کیا گیا تو مرزا صاحب نے عالم معاملہ میں منع فرما دیا۔ (حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور ان کا کلام ص:۶۶ تا۶۷)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محمد کشمی لکھتے ہیں کہ ۱۰۳۲ھ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اجمیر میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک روز آپ نے فرمایا کہ ''سفر آخرت کے دن قریب ہیں۔'' مخدوم زادگان کو جو اس وقت سرہند میں تھے، ایک خط میں تحریر فرمایا کہ ایام انقراض عمر نزدیک وفرزندان دور'' (یعنی زندگی کی اختتام کے دن قریب ہیں اور فرزند دور)

صاحبزادگان اس خط کو پاتے ہی اجمیر حاضر ہوئے۔ ایک دن خلوت میں دونوں فرزندوں (خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم) سے فرمایا کہ ''مجھے اب اس دنیا سے کسی طرح کی دلچسپی اور اس کی طرف التفات نہیں، اب اس عالم کا خیال غالب ہے اور سفر کے دن قریب معلوم ہوتے ہیں'' (زبدۃ المقامات ص:۲۸۲)

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا قیام لشکر سے واپسی پر سرہند میں دس ماہ اور آٹھ یا نو دن رہا۔
(حضرت مجدد اوران کے ناقدین ص:۱۶۴/۱۶۵)

قرب وصال کی اطلاع اور گوشہ نشینی

جب اجمیر سے سرہند واپس تشریف لائے تو وہاں پہنچ کر تمام تعلقات سے انقطاع فرمالیا اور خلوت اختیار کرلی، سوائے مخدوم زادوں اور دو تین مخصوص خادموں کے، کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی۔ (انہی خوش نصیبوں میں خواجہ محمد ہاشم کشمی بھی تھے، لیکن وہ وفات سے سات ماہ پہل رجب ۱۰۳۳ھ میں اپنے اہل وعیال کو دکن سے لانے کے لئے (جہاں اس زمانہ میں بدامنی وانتشار تھا) چلے گئے، اس عرصہ میں شیخ بدرالدین سرہندی حاضر خدمت رہے اور زندگی کے آخری ایام کے حالات ''زبدۃ المقامات'' میں انہی کے حوالے سے نقل کئے گئے ہیں، اس میں صاحبزادگان والا شان کی دی ہوئی معلومات بھی ہیں) سوائے نماز پنج گانہ اور جمعہ کے باہر تشریف نہیں لاتے تھے۔ سارا وقت ذکر واستغفار اور ظاہر و باطنی مشغولی میں گزرتا جو ''وتبتل الیہ تبتیلا'' (اور سب سے منقطع ہوکر اسی کے ہو رہو) کی عملی تفسیر تھی۔

وسط ذی الحجہ سے ضیق النفس کے عارضہ میں شدت ہوئی۔ گریہ کا غلبہ ہوتا اور جب ضعف کی شدت ہوتی تو ''اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ'' زبان پر جاری ہوتا۔ اسی عرصہ میں چند دن صحت کے ساتھ گزرے اور مغموم ومجروح دلوں کو کچھ تسکین ہوئی۔ اسی حالت میں فرماتے تھے کہ ''ضعف کی شدت میں وہ حلاوت ولذت محسوس ہوتی تھی جس کی چند روزہ صحت میں کچھ پتہ نہیں۔''

اس حالت میں بکثرت صدقہ اور خیرات فرمائی۔ ۱۲ محرم الحرام کو فرمایا کہ ''مجھے بتایا گیا ہے کہ پینتالیس دن کے اندر تمہیں اس عالم سے دوسرے عالم کا سفر کرایا جائے گا اور مجھے قبر کی جگہ بھی دکھائی گئی ہے''۔

ایک دن صاحبزادگان نے دیکھا کہ آپ پر گریہ غالب ہے، انہوں نے سبب دریافت کیا تو

فرمایا ''شوق وصال'' صاحبزادوں نے کہا کہ ہمارے حق میں اس قدر (خلاف معمول) بے مہری و بے التفاتی کیوں ہے؟ فرمایا کہ ''اللہ کی ذات تم سے زیادہ محبوب ہے''۔

۲۲ر صفر کو خدام واعزہ سے فرمایا ''آج چالیس دن پورے ہو گئے، دیکھئے کہ اس سات آٹھ دن میں کیا پیش آتا ہے؟'' اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عنایات بے غایات اور انعامات بے حساب کا تذکرہ فرماتے رہے۔

۲۳ر صفر کو اپنی تمام پوشاکیں اور کپڑے خدام کو تقسیم کر دیئے، جسم مبارک پر چونکہ کوئی روئی دار کپڑا نہ تھا، ٹھنڈی ہوا کا اثر ہوا اور دوبارہ بخار ہو گیا، اور جیسا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج مبارک بیماری سے قلیل افاقہ کے بعد دوبارہ ناساز ہوا، یہ سنت بھی ادا ہوئی۔

اس ضعف کی حالت میں علوم عالیہ کا اضافہ شدت کے ساتھ تھا۔ صاحبزادہ عالی قدر خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت کا ضعف اس گفتگو کا محتمل نہیں، ان حقائق و معارف کے بیان کو کسی اور وقت کے لئے ملتوی رکھیں۔ فرمایا کہ ''فرزند عزیز اب وقت و فرصت کس کو ہے کہ دوسرے وقت پر ان مضامین کو اٹھا رکھا جائے؟''

معمولات کی پابندی

غلبہ ضعف کے ان دنوں میں بھی نماز بغیر جماعت کے ادا نہیں فرمائی۔ صرف زندگی کے آخری چار، پانچ دنوں میں لوگوں کے کہنے سننے سے تنہا نماز پڑھی۔ ادعیہ اور اوراد ماثورہ اور ذکر و مراقبہ میں کوئی فتور واقع نہیں ہوا۔ شریعت و طریقت کے آداب و احکام میں سے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ ایک رات ثلث اخیر میں اٹھ کر وضو کیا اور فرمایا کہ ''یہ ہماری تہجد کی آخری نماز ہے'' اور یہی ہوا کہ اس کے بعد تہجد کی نماز کی نوبت نہیں آئی۔

وصایا

وصال سے کچھ پیشتر غیبت اور استغراق کا غلبہ ہوا۔ مخدوم زادوں نے عرض کیا کہ یہ استغراق

وغیبت آپ کوضعف کی وجہ سے ہے یا استغراق کی وجہ سے؟ فرمایا ''استغراق کی وجہ سے، بعض معاملات وحقائق در پیش ہیں۔'' اس حالت ضعف وعلالت میں سنت کی پابندی، بدعت سے اجتناب اور دوام ذکر ومراقبہ کی وصیت فرماتے رہے۔

ارشاد فرماتے تھے کہ ''سنت کو دانتوں سے پکڑنا چاہئے۔'' فرمایا کہ ''صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''الدِّیْنُ النَّصِیْحَة'' کے مطابق امت کی خیر خواہی اور نیک صلاح میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ دین کی معتبر کتابوں سے متابعت کامل کا راستہ حاصل کرنا اور اس پر کار بند رہنا چاہئے۔''

فرمایا کہ میری تجہیز وتکفین میں سنت پر پورا عمل کیا جائے، کوئی سنت ترک نہ کی جائے۔ اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ ''چونکہ میری رحلت تمہاری رحلت سے پہلے ہوتی ہوئی معلوم ہو رہی ہے، اس لئے میرے کفن کا سامان اپنے مہر سے کرنا۔''

یہ بھی فرمایا کہ ''میری قبر کسی گمنام جگہ پر بنائی جائے'' مخدوم زادوں نے عرض کیا کہ پہلے تو حضرت کی وصیت تھی کہ ہمارے برادر اکبر خواجہ محمد صادق (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر، جن کا انتقال ۹ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ میں ہوا) جہاں دفن ہیں، وہیں دفن کیا جائے اور اب حضرت یوں فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ ''ہاں! اس وقت مجھ پر یہی شوق غالب ہے۔''

جب آپ نے دیکھا کہ صاحبزادے یہ سن کر خاموش ہو گئے اور ان کو اس میں تردد ہے، تو فرمایا کہ ''اگر ایسا نہ کر سکو تو بیرون شہر والد بزرگوار کے پاس یا باغ میں کہیں دفن کر دینا، میری قبر کو خام رکھنا تا کہ تھوڑے دنوں میں اس کا نشان باقی نہ رہے۔''

اس پر بھی جب دیکھا کہ صاحبزادے سوچ میں پڑ گئے، تو مسکرا کر فرمایا کہ ''تمہیں اختیار ہے، جہاں مناسب سمجھو سپرد خاک کر دینا''۔

وصال

سہ شنبہ کی شب اور ۲۷ ؍صفر کی تاریخ تھی، جس کے اگلے روز سفر آخرت تھا۔ ان خدام سے جنہوں نے راتوں کو جاگ کر خدمت اور تیمارداری کی تھی، فرمایا کہ ’’تم نے بڑی محنت کی بس اس رات کی محنت اور رہ گئی ہے‘‘ پھر فرمایا کہ ’’أَصْبِحْ لَيْلاً‘‘ (اے رات تو کسی طرح صبح کر)

دن ہوا تو چاشت کے وقت پیشاب کے لئے طشت منگوایا، جس میں ریت نہیں تھی، چھینٹیں آنے کے خیال سے اس کو واپس کر دیا۔ کسی نے کہا کہ حکیم کو قارورہ دکھانا چاہئے۔ فرمایا ’’میں وضو شکست نہیں کرتا، مجھے بستر پر لٹا دو‘‘ آپ کو گویا انکشاف ہو گیا کہ اب کچھ دیر کے بعد اس عالم سے کوچ ہے، وضو کی فرصت نہ ہوگی۔

جب بستر پر لٹایا گیا تو طریقہ مسنون کے مطابق دائیں رخسار کے نیچے دایاں ہاتھ رکھ کر ذکر میں مشغول ہو گئے۔ مخدوم زادوں نے سانس کی تیزی دیکھ کر عرض کیا کہ مزاج مبارک کیسا ہے؟ فرمایا کہ ’’ہم اچھے ہیں‘‘ فرمایا کہ ’’میں نے جو دو رکعت نماز پڑھی ہے کافی ہے۔‘‘

یہ حضرت کا آخری کلام تھا اور اس کے بعد سوائے اسم ذات کے ذکر کے کوئی بات نہیں فرمائی، بلکہ تھوڑی دیر بعد ہی جان جان جاناں کو سپرد کر دی۔

یہ واقعہ روز سہ شنبہ چاشت کے وقت ۲۸ ؍ماہ صفر ۱۰۳۴ھ کا ہے۔ (مہینہ غالباً نومبر کا تھا، اس علاقہ میں یہ مہینہ سردی کا ہے)

صفر کا وہ مہینہ ۲۹ ؍کا تھا، اگلے دن ربیع الاول کا مہینہ شروع ہو رہا تھا کہ روح نے قفس عنصری سے اپنے آشیانہ کی طرف پرواز کی، اس وقت عمر مبارک تریسٹھ سال تھی۔

تجہیز و تکفین

جب غسل کے لئے لایا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ نماز کے طریقہ پر ہاتھ باندھے ہوئے، بائیں ہاتھ کی کلائی پر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلیاں سے حلقہ کئے ہوئے ہیں۔

مخدوم زادوں نے انتقال کے بعد ہاتھ پھیلا دیئے، لیکن غسل کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ آپ کے دونوں دست مبارک پہلی ہیئت کے مطابق حالت نماز کی طرح بندھ گئے اور یہ حالت آخر تک قائم رہی، دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ تبسم فرما رہے ہیں گویا

ہم چناں زیست کہ وقت رفتن تو   ہمہ گریاں شوند تو خنداں

یعنی اس طرح زندگی گزار کہ تیرے جانے کے وقت سب رو رہے ہوں اور تو ہنس رہا ہو۔

ہاتھوں کو کتنا ہی الگ کیا جاتا وہ نماز کی کیفیت میں ایک دوسرے پر خود بخود آ جاتے۔ تجہیز وتکفین کا سامان سب سنت کے مطابق کیا گیا۔ فرزند کلاں خواجہ محمد سعید نے نماز جنازہ کی امامت کی اور جسد مبارک کو آخری آرام گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت حصہ چہارم ص:۱۷۰تا۱۷۴)

حضرت تحفہ رحمہا اللہ تعالیٰ

آپ بڑی عارفہ کاملہ تھیں۔ شیخ سری سقطی سے روایت ہے، فرمایا کہ "ایک رات مجھے نیند نہیں آتی تھی۔ میں پریشان تھا، نماز تہجد بھی فوت ہوگئی۔ جب صبح کی نماز پڑھی تو کبھی باہر جاتا، کبھی اندر آتا کہ کسی طرح تسکین حاصل ہو، لیکن اضطراب دور نہ ہوا۔ آخر میں نے سوچا کہ شفا خانہ جاؤں اور بیماروں کی پریشانیاں مشاہدہ کروں، ممکن ہے کہ ان کے احوال وذکر سے کچھ سکون ملے۔

ہسپتال گیا تو مجھے تسکین ہوگئی، میرا سینہ منشرح ہوگیا۔ میں نے ایک نہایت خوبصورت لڑکی دیکھی، جس کے بوسیدہ کپڑوں سے خوشبو آ رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ اس نے مجھے دیکھا تو رونے لگی اور کچھ اشعار پڑھ کر سنائے۔ میں نے وہاں لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ بتایا کہ ایک لڑکی ہے، دیوانی ہوگئی ہے، خواجہ نے ہاتھ پاؤں باندھ کر یہاں ڈال دیا ہے۔ اس نے جب سنا تو اور زیادہ روئی اور عربی میں چند اشعار پڑھے جن کے معنیٰ یہ

ہیں:

''اے گروہ مردم میرا کوئی گناہ نہیں، بظاہر میں دیوانی ہوں لیکن میرا دل ہوشیار اور باخبر ہے۔ مجھے ناحق قید کر دیا ہے۔ بجز محبت کے دوسرا گناہ میرے اندر نظر نہیں آتا، میں اس محبوب کی محبت میں شیفتہ ہوں جس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی۔ پس میرے اندر جو خوبی تم نے دیکھی پس یہی خرابی اور گناہ ہے اور جو بات فساد اور خرابی کی دیکھ رہے ہو در حقیقت وہ میری خوبی ہے۔ جو شخص خدا تعالیٰ سے محبت کرے اور اس سے راضی ہو اس پر گناہ نہیں۔''

اس کی ان باتوں کا میرے قلب پر گہرا اثر ہوا اور مجھے رونا آ گیا۔ اس کنیز نے کہا ''اے سری! یہ گریہ اس حالت میں کیسا ہوگا؟ جب تم اسے اس طرح پہچان لوگے جو اس کے پہچاننے کا حق ہے؟'' یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہوگئی۔ جب ہوش میں آئی تو میں نے کہا ''اے جاریہ!'' اس نے کہا ''لبیک اے سری!'' میں نے کہا مجھے کہاں سے پہچانتی ہو؟ کہنے لگی ''جب اسے پہچان لیا تو اب میں جاہل نہیں۔'' میں نے کہا کہ سنا ہے کہ تجھے دعوائے محبت ہے، تو کس کو دوست رکھتی ہے؟ کہنے لگی ''اس ذات کو جس نے اپنی نعمتوں کو شناخت کرایا اور اپنے احسانات سے نوازا، جو دلوں سے زیادہ ہم سے قریب ہے۔'' پھر میں نے پوچھا کہ تجھے یہاں کس نے بند کیا؟ جواب دیا ''حاسدوں نے مل کر مجھے یہاں بند کرا دیا۔'' پھر ایک نعرہ لگایا اور بے ہوش ہوگئی۔

میں سمجھا کہ شاید اس کی جان نکل گئی۔ جب ہوش میں آئی پھر چند اشعار مناسب حال پڑھ کر سنائے۔ ہسپتال کے مالک سے میں نے کہا کہ اس کو چھوڑ دیجئے۔ اس نے آزاد کر دیا۔ میں نے کہا جہاں دل چاہے چلی جاؤ۔ کہا ''اے سری کہاں جاؤں؟ مالک حقیقی نے ہی مجھے دوسرے کا مملوک بنا دیا، اگر وہ راضی ہو تو جاؤں ورنہ صبر کروں۔'' میں نے دل میں کہا کہ یہ مجھ سے زیادہ عاقل ہے۔

حضرت سری کی تحفہ رحمۃ اللہ علیہا کے مالک سے ملاقات

اتنے میں تحفہ رحمۃ اللہ علیہا کا مالک آ گیا اور ہسپتال کے نگراں سے پوچھا کہ تحفہ کہاں ہے؟ کہا گیا کہ اندر ہے اور سری سقطی کے پاس موجود ہے۔ وہ خوش ہوا اور اندر آیا، مجھے سلام کیا اور بہت احترام سے پیش آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ جاریہ مجھ سے زیادہ قابل تعظیم ہے، تو نے اس کو کس جرم میں قید کر دیا؟

کہنے لگا "سبب تو بہت ہیں، دیوانی ہے، نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے، نہ ہمیں سونے دیتی ہے، ذکر فکر بہت کرتی ہے، میری تمام پونجی یہی ہے۔ میں نے بیس ہزار درہم خرچ کر کے اس کو خریدا تھا اور خیال تھا کہ اس سے کافی نفع ہوگا، کیوں کہ اس میں جو کمالات اور ہنر ہیں اس کی وجہ سے میں زیادہ دولت حاصل کر سکوں گا؟" میں نے پوچھا اس میں کیا ہنر ہے؟ کہا "مطربہ ہے، بہت اچھی گانے والی ہے۔" میں نے پوچھا کتنے عرصہ سے یہ اس حالت میں ہے؟ کہا "اس حال کو ایک سال ہو گیا۔"

میں نے پوچھا اس سے پہلے اس کا کیا حال تھا؟ کہا کہ "باجہ بغل میں رہتا تھا اور یہ اشعار گاتی تھی جن کا خلاصہ یہ ہے:

"مجھے قسم ہے کہ جو عہد میں نے تجھ سے کیا ہے کبھی نہ توڑوں گی، اور دوستی کو کبھی خراب نہیں کروں گی۔ جس دوستی نے میرے قلب کو معمور کر دیا ہے میں اپنے قلب کو کس طرح تسلی دوں اور سکون کس طرح حاصل کروں؟ پس اے وہ ذات کہ تیرے سوا میرا کوئی دوست نہیں، تو نے مجھے لوگوں کی خدمت گاری کے لئے چھوڑ دیا ہے"۔

ایک روز اس نے یہ اشعار گائے اور اٹھ کھڑی ہوئی، عود توڑ ڈالا اور آہ وزاری کرنے لگی۔ میں نے سوچا کہ کسی کی محبت میں مبتلا ہے لیکن معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہے۔"

میں نے تحفہ سے دریافت کیا کہو واقعہ اسی طرح ہے؟ دل بریاں سے آب دیدہ ہو کر اس نے

یہ چند اشعار پھر سنا دیئے۔

''حق تعالیٰ نے میرے دل میں کہا اور وعظ میری زبان پر تھا، کچھ دیر کے بعد اس سے نزدیک ہوئی، حق تعالیٰ نے مجھے خاص مرتبہ سے نوازا اور مجھے عزت بخشی، میں نے قبول کر لیا۔ جس وقت میں بلائی جاتی ہوں تو لبیک کہتی ہوئی دلی آرزو کے ساتھ اس کی طرف بڑھتی ہوں، جس نے مجھے طلب کیا ہے''۔

یہ اشعار سننے کے بعد میں نے تحفہ کے مالک سے کہا کہ اس پر جو کچھ واجب ہے میں ادا کر دوں گا اور کچھ زیادہ پیش کروں گا۔ مالک نے مجھ سے فریاد کی اور کہنے لگا کہ ''آپ درویش ہیں، اتنی قیمت آپ کہاں سے ادا کریں گے؟'' میں نے کہا ''تم اس کی فکر نہ کرو، تم یہاں ٹھہرو، میں اس کی قیمت لے کر حاضر ہوتا ہوں''۔

آخر شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ

فرماتے ہیں کہ ''پھر میں روتا ہوا گیا اور خدا کی قسم میرے پاس ایک دینار بھی موجود نہ تھا۔ تمام رات اس فکر میں رہا، آہ وبکا کرتا رہا، عاجزی کرتا رہا، نیند نہیں آتی تھی۔ میں نے عرض کیا ''اے خدا! تو میرے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے مجھے تیرے فضل کا بھروسہ ہے، مجھے ذلیل نہ کر''۔ تھوڑی دیر ہوئی کہ کسی نے دستک دی، میں نے کہا کون ہے؟ جواب آیا ''تمہارا ایک دوست۔''

میں نے دروازہ کھول دیا، ایک شخص چار غلاموں کو لئے ہوئے ہاتھ میں شمع لئے موجود تھا۔ اس نے مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے کہا ''اندر آجایئے'' جب وہ شخص اندر آیا میں نے پوچھا تم کون ہو اور کیسے آئے؟ کہا ''احمد بن مثنی، آج رات خواب میں ہاتف نے کہا کہ پانچ تھیلی سونے کی لے کر حضرت سری سقطی کے پاس پہنچا دو اور ان کے دل کو خوش کر دو کہ وہ تحفہ کو خرید ے، ہم کو بھی تحفہ کے ساتھ خصوصیت ہے۔''

میں نے جب یہ سنا بندہ نے سجدۂ شکرادا کیا اور صبح کا انتظار کرنے لگا۔ نماز صبح سے فارغ ہو کر دوست کو ہمراہ لے کر ہسپتال گیا۔ نگران انتظار میں تھا، مجھے دیکھا تو کہنے لگا ''مرحبا، خوش آمدی، تحفہ کا خدا کے نزدیک بڑا درجہ ہے۔ ہاتف نے مجھ سے کہا خوب ہے جو اپنے دل میں ہماری یاد رکھتا ہے''۔

تحفہ رحمۃ اللہ علیہا کی برکتیں

جب تحفہ نے ہم کو آتا دیکھا، آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور خدا سے کہنے لگی، ''خدایا! تو نے لوگوں میں میرا راز فاش کر دیا۔'' اتنے میں تحفہ کا مالک روتا ہوا آ گیا۔ میں نے اس سے کہا یہ رونا کیسا ہے؟ جو تم نے کہا تھا میں لے کر آیا ہوں اور پانچ ہزار اس پر زائد نفع بھی ہے۔ اس نے کہا ''مجھے نہیں چاہئے۔'' میں نے کہا اچھا قیمت کے برابر نفع دوں۔ کہنے لگا ''تمام دنیا بھی اس کی قیمت میں دو گے تو بھی قبول نہ کروں گا، تحفہ کو میں نے خدا کی راہ میں آزاد کر دیا۔'' میں نے پوچھا آخر یہ ماجرا کیا ہے؟ کہنے لگا ''رات مجھ پر عتاب ہوا، میں تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اس تمام مال سے بری ہوں اور خدا تعالیٰ کی طرف آ گیا ہوں۔''

جب میں نے مثنیٰ کی طرف دیکھا تو وہ بھی رو رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو؟ کہنے لگے ''خدائے تعالیٰ نے جس کام کے لئے مجھے بلایا تھا وہ مجھ سے ناراض معلوم ہوتا ہے۔ میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنا تمام مال خدا کی راہ میں صدقہ کر دیا۔'' میں نے کہا سبحان اللہ، تحفہ کی برکتیں کتنی وسیع اور بڑی ہیں کہ سب کو شامل ہیں۔

پھر تحفہ اٹھی اور جو کپڑے پہنے ہوئے تھی اتار ڈالے، اور ٹاٹ اوڑھ کر باہر نکلی، آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ میں نے کہا خدا نے تجھے آزاد کر دیا، اب رونا کیوں ہے؟ یہ سن کر اس نے چند اشعار پڑھے جن کا مطلب مندرجہ ذیل ہے:

''میں جس کی طرف بھاگے جا رہی ہوں اسی کے لئے رو رہی ہوں۔ اس کے حق کی قسم کہ وہی

ہے جس نے مجھے طلب کیا ہے، کہ میں ہمیشہ اسی کے پاس رہوں تا کہ مجھے اس مطلوب کی طرف پہنچادے، جس کی مجھے آرزو ہے اور مجھے خوش کر دے‘‘۔

اس کے بعد ہم باہر آئے، تحفہ کو بہت تلاش کیا نہ پا سکے۔

سوئے حرم

ہم تینوں نے کعبہ کا قصد کیا، احمد بن مثنیٰ کا اثنائے سفر میں انتقال ہو گیا اور میں اور تحفہ کا مالک دونوں مکہ معظّمہ پہنچے۔ طواف کرتے وقت کسی مجروح کی سی آواز سنی جو چند شعر پڑھ رہا تھا جن کا مطلب یہ ہے:

’’خدا کا دوست دنیا میں بیمار ہے، اس کا مرض دراز ہے، اس کی دوا خدا کی محبت اور درد ہے، جو اس نے خود اپنے ہاتھ سے جام محبت پلا دیا ہے اور خوب سیراب کر دیا ہے۔ جس وقت اسے جام محبت پلایا گیا تو وہ اس کی محبت اور اس کی طلب میں بیہوش ہو گیا۔ اس کے بغیر اس شخص کا حال اس شخص کی مانند ہے جو اس کے شوق و محبت کا دعویٰ کرے اور اس کے دیدار طلب و آرزو میں بے ہوش ہو جائے‘‘۔

ہم اس گانے والے کے پاس پہنچے، اس نے ہمیں دیکھا تو کہا ’’اے سری!‘‘ میں نے کہا لبیک تم کون ہو؟ خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔ کہنے لگا ’’لا الہ الا اللہ، یہ تجاہل عارفانہ کیسا؟ میں وہی تحفہ ہوں‘‘۔ اب تحفہ بہت کمزور ہو چکی تھی۔

میں نے کہا اے تحفہ! تم نے تنہائی پسند کرنے کے بعد کیا فائدہ اٹھایا۔ کہنے لگی ’’حق تعالیٰ نے اپنا قرب اور محبت عطا فرمائی اور اپنے غیر سے وحشت و نفرت پیدا فرمائی‘‘۔

میں نے کہا احمد بن مثنیٰ کا انتقال ہو گیا۔ کہنے لگی ’’اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے، خدا تعالیٰ نے اسے ایسی بزرگی اور کرامت بخشی تھی کہ کسی کے پاس نہیں پائی، وہ جنت میں میرا ہمسایہ ہو گا‘‘۔

میں نے کہا تیرا مالک ساتھ آیا ہوا ہے، اس نے اس کے حق میں دعا کی اور کعبہ کے قریب گر

پڑی اور جاں بحق ہوگئی۔

جب اس کا مالک آیا تو اس کو مردہ دیکھ کر وہ بھی گر پڑا۔ میں اس کو اٹھانے کے لئے بڑھا، دیکھا وہ بھی جان بحق ہو چکا تھا۔ میں نے ان کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کر کے واپس آ گیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے۔

کلیاتِ امدادیہ میں یہ پورا قصہ منظوم درج ہے، اس کے چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں: لکھا ہے کہ

دام میں قید آ ہوئے وحشی جو تھا — بند کھلتے ہی ہوا مثل ہوا
وہ ہوا صحرائے لق ودق میں گم — اب نشاں اس کا کہاں پاتے ہو تم
جب نہ تحفہ کا پتہ ان کو ملا — کر دیا پھر عزم بیت اللہ کا
شیخ وتاجر میر تینوں ہو بہم — متفق ہو کر کیا قصد حرم
جب نہ پایا تحفہ جاں کاہ کو — چل دیئے پھر تینوں بیت اللہ کو
مر گیا ان میں سے رستہ میں امیر — حسرت درد والم کا کھا کے تیر
دولت دنیا بھی کر کے سب فنا — جاں بھی جان آفریں پر کی نثار
میر تو ان سے گیا مر راہ میں — شیخ وتاجر پہنچے بیت اللہ میں
ایک دن باشوق دل اور سینہ صاف — کر رہے تھے کعبہ کا طواف
ایک صدا پر درد آئی کان میں — جس سے جوش ان کی پڑا آ جان میں
تھا یہ ایک مضمون اس نالہ کے ساتھ — یعنی کہتا ہے کوئی بے دل یہ بات
اے مرے معبود اے محبوب دل — اے مرے مقصود اے مطلوب دل
ہے چراغ شب سہ روزوں کا تو — شادی دل ہے شب اندوزوں کا تو
رہنمائی تجھ سے ہے گمراہ کو — دلے ہے آگاہی تو جان آگاہ کو
درد ہے تیرا شفا بیمار کی — زخم تیرا ہے دوا دل زار کی

پیاس تیرے شوق کی رکھتا ہے جو　　تیرے آب وصل بن کب سیر ہو
عاشق حق نت ہے دنیا میں مریض　　آہ و درد اس کے دوا ہے بے نقیض
جو کہ غم سے تیرے ہے پر اضطرار　　بے ترے دیکھے اسے ہو کب قرار
سن کے اس سے شیخ مضمون دعا　　مثل سیل اشک اس جانب چلا
جا کے دیکھا اک طرف ایک خستہ تن　　سر بسجدہ خاک میں ہے نعرہ زن
سن کے اس دم شیخ کی آواز پا　　چونک اٹھی یکبارگی وہ پارسا
سر اٹھا کر اس نے دیکھا شیخ کو　　اور کہا اے شیخ سری خوش ہو تو
شیخ نے پوچھا کہ تو کون ہے بتا　　جس کے نالہ سے مرا دل خوں ہوا
سن کر بولی ''لا الہ الا ہو　　جہل ہو بعد علم کے اے نیک خو
رحم حق تجھ پر ہو ہے حیرت کی جا　　آشنا کے بعد ہو نا آشنا
تم گئے کیا بھول اے سری مجھے　　میں ہوں تحفہ مول لیتے تھے جسے
میں ہوں تحفہ جس کو کی تم نے رہا　　پائی پردہ سے تیرے میں سو نوا
شیخ نے دیکھا جو اس کو غور کر　　مثل تنکہ ہو گئی ہے سوکھ کر
ہے پڑی ایک غار میں وہ خاک تن　　خاک میں غلطاں ہے اس کا تن بدن
ہو گئی زہد سے جیسے خیال　　ہے گل پژمردہ کانٹے کی مثال
سر وسیمیں قد ہوا اس کا خلال　　بدر تن گھٹ کر ہوا مثل ہلال
ہو گیا قامت الف سے اس کا نوں　　مار مردہ کی طرح کا کل نگوں
قطرہ خوں تھے ہزاروں چشم پر　　ہو لبوں پر آہ و نالہ کا اثر
تا جر دل خستہ الفت میں تیری　　چار چشم ہے شوق میں زیارت تیری
ہے طواف اندر تیری امید پر　　لگ رہی ہے ہر طرف اس کی نظر
سن کر تحفہ نے دعا ایک دل میں کر　　مر گئی رکھ کر در کعبہ پر سر

دم میں بھر کر سانس ٹھنڈا مر گئی　　عشق کے سب کام پورے کر گئی
جان مت دی جان اس نے رائیگاں　　جان جاناں پر فدا کی اس نے جاں
عمر طاعت میں گزاری یار کی　　مرد وارآخر کو جاں بھی وار کی
چھوڑ کر اے دل یہ رویہ شانگی　　سیکھ لے اس زن سے تو مردانگی
غم تو اپنا کر نہیں گر تجھ کو غم　　جائے ماتم ہے نہ جس جا میں ہو غم
آگیا تاجر بھی ناگہ اس گھڑی　　دیکھا تحفہ کو کہ ہے مردہ پڑی
بے دلی سے وہ بھی گر کر خاک پر　　مر گیا تحفہ کے رکھ پاؤں پہ سر
جان دی بے ساختہ مثل پتنگ　　ساتھ اس شمع کے جل کر بیدرنگ
دیکھ کر یہ حال بولے شیخ یوں　　انا للہ وانا الیہ راجعون
بعد ازاں تجہیز اور تکفین کر　　خاک میں دونوں کو سونپا سر بسر
شیخ نے دونوں کا کر گور وکفن　　بعد راہی ہوئے سوئے وطن
رحمت حق ہو جیو شام وسحر　　ان شہیدوں کے رو ان پاک پر
رحمت حق ہو سدا ان پر نثار　　دے جگہ ہم کو بھی رب ان کے جوار
بارہ سو تھے اور اکاسی سال ہجر　　ہو چکا جب حضرت تحفہ کا ذکر

ہو چکی جب مثنوی تحفہ تمام
تحفۃ العشاق رکھا اس کا نام

(کلیات امدادیہ ص:۱۵۴تا۱۵۶)

شیخ محکم الدین صاحب الیسر اویسی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محکم الدین صاحب الیسر اویسی ابن حافظ محمد عارف بن حافظ محمود قدس سرہ پر حالت سکر یا کیفیت استغراق طاری ہوتی، تو آپ ایک ایک دن، ایک ایک ماہ بلکہ بعض اوقات چار چار ماہ

تک بے ہوش رہتے۔اس کیفیت میں آپ کو ظاہری دنیا کی قطعاً کوئی خبر نہ ہوتی تھی۔آپ راٹھی شہر کے قریب ایک تالاب کے کنارے بیٹھ جاتے۔اس تالاب میں بڑا گہرا پانی تھا، بارش کے موسم میں یہ تالاب لبالب ہوتا۔آپ سماع کی مجلس جماتے، حالت وجد میں اچھل کر تالاب میں کود جاتے۔

ایک بار مجلس سماع برپا تھی۔آپ پر وجد و حال کی کیفیت طاری ہوئی، ہزاروں حاضرین کے ہوتے ہوئے آپ عالم استغراق میں تالاب میں کود گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے پانی کی تہہ میں چلے گئے۔لوگوں نے جستجو کی، غوطہ خوروں نے سارے تالاب کو چھان مارا مگر ناکام رہے، آخر ہار کر صبر کر لیا اور لوگوں نے یہ مشہور کر دیا کہ آپ بھی حضرت شیخ قطب الدین بن خواجہ عبدالخالق قدس سرہ کی طرح ظاہر بین آنکھوں سے غائب ہو کر رجال الغیب یا ابدال جہاں کے ساتھ جا ملے ہیں۔

چار پانچ ماہ گزر رے، تالاب کا پانی خشک ہوا، گاؤں کے زمینداروں نے تالاب کی مٹی کو اٹھا اٹھا کر اپنے کام میں لانا شروع کر دیا کہ ایک کدال کو کوئی چیز لگی، غور سے دیکھا کہ کوئی انسانی بدن زیر زمین دفن ہے۔نہایت احتیاط سے اس جسم کو مٹی سے اٹھایا گیا تو حضور صاحب الیسر اویسی قدس سرہ کا مجسم جسم تھا۔آپ اسی حالت استغراق اور سکر میں ہیں۔قوالوں کو بلایا گیا، نعت رسول شروع ہوئی تو آپ نے آنکھیں کھول دیں۔ہوش میں آئے تو لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ صحیح سالم ہیں۔

حضرت خواجہ سلیمان قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی بچہ ہی تھا کہ حضرت صاحب الیسر شیخ محکم الدین قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ اس وقت تونسہ کی مسجد میں نماز ظہر ادا کرنے کے بعد مراقبہ میں بیٹھے تھے۔میں نے دیکھا کہ ایک کابلی پٹھان آپ کے پاس آیا۔سلام عرض کرنے کے بعد پاس ہی بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ حضرت میں کسی مرد حق کی تلاش میں ملک بہ ملک پھر رہا ہوں۔اب قطع مسافت کرتے کرتے پنجاب پہنچا ہوں، ابھی تک میرا دامن مراد خالی

ہے۔

آپ نے سن کر فرمایا ''مردان حق سے نہ دنیا خالی ہے اور نہ کوئی ملک یا شہران کے بغیر آباد رہ سکتا ہے، وہ ہر ملک اور ہر شہر میں موجود ہوتے ہیں، صرف نظر حق بین چاہئے۔ نظر باطن ہو تو انسان محروم نہیں رہتا۔''

اس افغان نے کہا حضور اب میں یہاں سے محروم نہیں جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا ''تمہارا حصہ تو ایک عرصہ سے ہمارے پاس امانت ہے، کیا اپنا حصہ اکٹھا لینے کے خواہاں ہو یا آہستہ آہستہ؟'' پٹھان کو بڑا اشتیاق تھا۔ کہنے لگا ''نہیں حضور میں اسی وقت امانت چاہتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا ''تم اس بار گراں کی برداشت نہیں رکھتے، اگر لے بھی لو تو برداشت نہیں کرسکو گے۔'' کہنے لگا ''میری جان ناتواں معشوق حقیقی کے قربان ہے۔'' آپ نے فرمایا ''اچھا، آگے آ ؤ اور کلمہ ''**لا اِلٰهَ اِلَّا هُو** ''زبان سے پڑھو'' جب اس نے پڑھا تو شیخ نے بھی اس کے ساتھ پڑھا مگر **لا اِلٰـهَ اِلَّا هُو** کی ضرب جو لگائی تو سائل تڑپ کر زمین پر گر پڑا اور مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔

آخر کار افتاں و خیزاں اور تڑپتے تڑپتے حوض میں جا گرا۔ وہ پانی میں گرا ہی تھا کہ حوض کا پانی جوش مارنے لگا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ دیگ میں پانی ابل رہا ہے۔ حضرت شیخ کی خانقاہ کے درویش بڑی مشکل سے اسے پانی سے نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ چند لمحے گزرے تو وہ واصل بحق ہو گیا۔ حضور نے اس شہید عشق الٰہی کی تجہیز و تکفین کی اور سپرد خاک کیا۔ (خزینۃ الاولیاء، صوفیہ کے مختلف سلاسل ص:۱۷۱،۱۷۲)

شیخ مجد الدین بغدادی قدس سرہ

خوارزم شاہ کی والدہ حسن و جمال میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔ وہ اکثر و بیشتر شیخ مجد الدین کی مجلس میں آیا کرتی تھی، اور آپ کی مجلس وعظ سے لطف اندوز ہوتی تھی۔ کبھی ایسا اتفاق بھی ہوتا کہ رات کے وقت شیخ کی زیارت کو چلی آتی۔

ایک رات شاہ خوارزم شراب کے نشہ میں دھت تھا۔ حضرت شیخ مجد دالدین کے مخالفین نے غنیمت جانتے ہوئے اسے کہا کہ آپ کی والدہ نے خفیہ طور پر شیخ مجد دالدین سے نکاح کرلیا ہے اوراس وقت دونوں باہمی اختلاط کررہے ہیں۔ سلطان خوارزم نے حکم دیا کہ دن نکلنے سے پہلے پہلے شیخ مجد دالدین کو دریا برد کردیا جائے۔

یہ خبر شیخ نجم الدین کبریٰ کو ملی تو آپ کو بے حد ملال ہوا۔ آپ نے فرمایا ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، میرے بیٹے مجد دالدین کو دریا میں پھینکا گیا ہے اوراسے ماردیا گیا ہے۔'' سر سجدہ میں رکھا، دعا کی ''اے اللہ اس جلد باز ناعاقبت اندیش بادشاہ سے تخت سلطنت خالی کرادے۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمالی۔

ادھر سلطان خوارزم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو سخت نادم ہوا، پیادہ پا حضرت نجم الدین کی خدمت میں آیا۔ سونے کا ایک طشت اٹھائے، دو تلواریں لٹکائے، سر پر کفن باندھے مجلس میں پہنچا، اور سر ننگا کرکے جوتوں کی جگہ کھڑا ہوگیا اور سر جھکا کر کہنے لگا، ''اگر دیت کا حکم ہو تو یہ سونا حاضر ہے، اگر قصاص کا حکم ہو تو تلوار اور کفن حاضر ہیں۔'' حضرت شیخ نے فرمایا ''کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتَابِ مَسْطُوْراً. یہ بات تو کاتب تقدیر نے لکھ دی ہے۔ مجد دالدین کی دیت تو اب تیری ساری سلطنت ہی ہے، یہ سلطنت تم سے چھن جائے گی، تیرا سر قلم کردیا جائے گا، ہزاروں بے گناہوں کا قتل عام ہوگا اور اس دار و گیر میں ہم خود بھی جان کی قربانی دیں گے۔''

بادشاہ ناامید ہوکر واپس چلا گیا۔ تھوڑے عرصہ بعد چنگیز خان کی فوجیں سلطنت خوارزم کو تہس نہس کرتی آگے بڑھیں، سلطان خوارزم قتل کیا گیا، حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ بھی اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔ حضرت شیخ نجم الدین کی شہادت ۶۱۷ھ میں ہوئی، بعض تذکرہ نگاروں نے سال شہادت ۶۰۷ھ بھی لکھا ہے۔ (خزینۃ الاولیاء، صوفیہ کے مختلف سلاسل ص: ۲۰۶)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ

سعید بن جبیر مشہور تابعی ہیں۔ حجاج بن یوسف نے انہیں بغاوت کے جرم میں گرفتار کر کے نہایت بے دردی سے شہید کر دیا۔ شہید کرنے سے پہلے حجاج بن یوسف نے ان سے پوچھا ’’سعید‘‘ بتلاؤ تمہیں کس طریقہ سے قتل کروں؟‘‘

سعید: جس طرح سے قتل ہونا اپنے لئے پسند ہو۔

حجاج: کیا تجھے معاف کر دوں؟

سعید: معافی اللہ کے یہاں کی معافی ہے، تیرا معاف کرنا کوئی چیز بھی نہیں۔

حجاج نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو۔ سعید باہر لائے گئے اور ہنسے۔ حجاج کو اس کی اطلاع دی گئی، اس نے آپ کو پھر بلایا اور پوچھا۔

حجاج: تو کیوں ہنسا؟

سعید: تیری اللہ پر جرأت اور اللہ تعالیٰ کے تجھ پر حلم پر۔

حجاج: میں اس کو قتل کرتا ہوں جس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کی (پھر جلاد کو خطاب کر کے کہا) میرے سامنے اس کی گردن اڑا دو۔

سعید: میں دو رکعت نماز پڑھ لوں؟ (سعید نے نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہو کر قبلہ کی طرف رخ کیا اور یہ آیت پڑھی) اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْن (یعنی میں نے اپنا منہ اس پاک ذات کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے اور میں سب طرف سے ہٹ کر اس کی طرف متوجہ ہوا اور نہیں ہوں مشرکین میں سے)

حجاج: اس کا منہ قبلہ سے پھیر دو اور نصاریٰ کے قبلہ کی طرف کر دو کہ انہوں نے بھی اپنے دین میں تفریق کی اور اختلاف پیدا کیا۔

یہ حکم ملتے ہی ملازمین دربار نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا منہ قبلہ سے پھیر دیا۔

سعید: فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (یعنی جدھر تم منہ پھیرو ادھر بھی خدا ہے جو بھیدوں کا جاننے والا ہے)

حجاج: اوندھا ڈال دو (یعنی زمین کی طرف منہ کر دو) ہم تو ظاہر پر عمل کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

سعید: مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرىٰ (یعنی زمین ہی سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ اٹھائیں گے)

حجاج: اس کو قتل کر دو۔

سعید: میں تجھے اس بات کا گواہ بناتا ہوں أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه تو اس کو محفوظ رکھنا، جب میں تجھ سے قیامت کے دن ملوں گا تو لے لوں گا۔

اس کے بعد وہ شہید کر دیئے گئے۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن.

ان کے انتقال کے بعد بدن سے خون بہت زیادہ نکلا جس سے حجاج کو بھی حیرت ہوئی۔ اپنے طبیب سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ ان کا دل نہایت مطمئن تھا اور قتل کا ذرا بھی خوف ان کے دل میں نہیں تھا، اسی لئے خون اپنی اصلی مقدار پر قائم رہا، بخلاف اور لوگوں کے کہ خوف سے ان کا خون پہلے خشک ہو جاتا ہے۔ (حکایات صحابہ ص: ۹۵)

شیخ ابو الرضاء رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے عم مکرم تھے۔ بقول حضرت شاہ ولی اللہ ’’آپ نے گوشہ نشینی، کامل تنہائی، توکل کلی اور اتباع سنت کا طریق اور صوفیاء کے احوال کو اس طرح اختیار فرمایا کہ اس سے زیادہ انسانی طاقت سے باہر تھا‘‘۔

شیخ محمد مظفر رہتکی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ''حضرت شیخ ابتدائی زمانہ میں اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ جب شیخ ابوالرضاء کی عمر پچاس برس سے متجاوز ہوئی تو ہماری عمر پچاس اور ساٹھ سال کے درمیان ہوگی۔ آپ کی عمر پچاس برس سے بڑھی تو مجھے ہمیشہ کھٹکا رہنے لگا۔ جب آپ پچپن برس کی عمر کو پہنچے تو اتفاقاً مجھے کسی تقریب سے رہتک جانا پڑا۔ رخصت ہوتے وقت میں نے آپ سے اپنے اس خدشہ کا ذکر کیا۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے میری بات کو ٹال دیا اور فرمایا کہ تمہیں اپنے وطن ضرور جانا چاہئے، اس خیال کو دل میں جگہ نہ دو۔'' حضرت شیخ کے یہ آخری کلمات تھے جو میں نے حضرت سے سنے۔

گلشن شاعر کا بیان ہے کہ ''حضرت شیخ کے آخری ایام میں ایک روز شیخ عبدالاحد آپ کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ اس وقت میں بھی شیخ کے ہمراہ تھا۔ جب ہم لوگ خدمت اقدس میں پہنچے تو اس وقت آپ خلاف عادت پلنگ پر تشریف فرما تھے، اور تمام اصحاب فرش زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ نے شیخ عبدالاحد کو دیکھتے ہی تبسم فرمایا اور خندہ پیشانی سے انہیں خوش آمدید کہتے ہوئے اسی پلنگ پر اپنے ساتھ بٹھالیا۔ کچھ دیر یہ صحبت قائم رہی تاہم باہم کسی قسم کی گفتگو یا کلمہ وکلام نہیں ہوا، ایسے لگتا تھا جیسے آپ کا دل تمام رشتوں سے سرد ہو گیا ہے اور بے خودی اور فرط رمیدگی کی وجہ سے بات تک نہیں کر سکتے ہیں۔ پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور چونکہ آپ کے اہل خانہ شیخ عبدالاحد سے قریبی رشتہ داری رکھتے تھے اس لئے شیخ کو اپنے ساتھ گھر لے گئے۔

اسی انداز سے کچھ وقت پھر خاموش صحبت برقرار رہی کہ اسی وقت اذان مغرب ہوئی۔ آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ فخر العالم نے آکر عرض کیا کہ اذان ہو چکی ہے اب باہر جانا چاہئے۔ حضرت شیخ نے اس پر فرمایا کہ ''بابا ابھی اندر باہر میں فرق باقی ہے؟'' یہ فرما کر باہر تشریف لائے اور مسجد میں نماز ادا کی۔ اس صحبت کے ختم ہونے کے بعد شیخ عبدالاحد نے فرمایا کہ گویا حضرت شیخ اسی حالت میں بیٹھنے پر مامور ہیں، اور شاید آپ کے انتقال کا وقت قریب آ گیا ہے اور رفیق اعلی

سے ملنے کی تڑپ کا غلبہ ہے، اس کے تھوڑے عرصہ بعد آپ نے انتقال فرمایا۔

اصحاب شیخ کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ حضرت شیخ کچھ کمزوری اور کسل محسوس کرنے لگے تو آپ نے دو تین روز کھانا تناول نہ فرمایا۔ آپ کی طبیعت میں نہایت بے تعلقی سی پیدا ہو گئی تھی، یہاں تک کہ کسی چیز کی طرف توجہ باقی نہ رہی۔ نماز عصر کے وقت مسجد کی طرف جانے لگے تو اہل خانہ کو الوداع کہا، نماز عصر پڑھ لینے کے بعد آپ نے ''مقامات خواجہ نقشبند'' طلب فرمائی اور اس میں سے کچھ مطالعہ فرمایا۔ اسی دوران ان کے معتقدین میں سے کسی نے پان پیش کئے، اس میں سے آپ نے ایک دو ٹکڑے لئے اور خوشی و مسرت کے عالم میں پہلو میں پڑے تکیئے کا سہارا لیا۔ اسی وقت آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

آپ نے رحلت سے تھوڑی دیر پہلے حضرت شیخ عبدالرحیم قدس سرہ کی طرف اشارہ کیا، کچھ لوگ ان کی تلاش میں اٹھ کھڑے ہوئے، اور بعض نے آپ کو غشی کے عالم میں سمجھتے ہوئے اٹھایا اور گھر کے دروازہ تک لے آئے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم اسی وقت آ گئے، انہوں نے دیکھا کہ آپ کی روح پرواز کر چکی تھی۔

یہ محرم الحرام کی سترہ تاریخ ۱۱۰۱ھ کا واقعہ ہے۔ بعض احباب نے آفتاب حقیقت سے تاریخ نکالی ہے، اللہ ان سے راضی ہو اور اللہ انہیں راضی کرے، اور جنت الفردوس ان کا ٹھکانا بنائے۔ (انفاس العارفین ص: ۳۲۸ تا ۳۳۰)

شیخ وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ

تمنائے شہادت

شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک رات میرے والد (شیخ وجیہ الدین) تہجد کی نماز ادا کر رہے تھے کہ ان کو سجدہ میں بہت زیادہ دیر ہو گئی۔ میں سمجھا کہ شاید ان کی روح پرواز کر گئی ہے۔ انہیں جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو میں نے اس لمبے سجدہ کے متعلق ان سے

دریافت کیا۔انہوں نے فرمایا مجھے غیبت واقع ہوئی تو میں نے اپنے ان عزیزوں کے حالات جو شہید ہو گئے ہیں، ملاحظہ کئے، ان کے درجات اور مقامات سے میں بہت خوش ہوا، چنانچہ میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے شہادت کی درخواست کی اور بہت زیادہ گڑ گڑایا، یہاں تک کہ میری دعا قبول ہوگئی اور مجھے اشارہ سے بتایا کہ تیری شہادت دکن کی طرف ہوگی۔

اس واقعہ کے بعد آپ نے سفر کا ارادہ کیا اور سامان فراہم کرنے لگے، حالانکہ نوکری چھوڑ چکے تھے اور اس کام سے ایک نفرت سی بھی ہوگئی تھی۔ گھوڑا خریدا اور دکن کی طرف چل دیئے۔ آپ کا خیال تھا کہ شاید یہ مقابلہ سیوا سے ہوگا جو اس وقت کفار کا بادشاہ تھا اور جس سے مسلمانوں کے قاضی کی بہت بے حرمتی ہوئی تھی۔ جب آپ برہانپور پہنچے تو بذریعہ کشف یہ معلوم ہوا کہ جائے شہادت کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں، یہاں سے پھر واپس پلٹے۔

شہادت

راستہ میں آپ نے بعض صالح اور متقی تاجروں سے عہد موافقت باندھا اور ارادہ کیا کہ قصبہ ہنڈیا کے راستہ ہندوستان میں داخل ہوں۔اسی دوران آپ سے ایک ضعیف العمر شخص ملا جو گرتا پڑتا جا رہا تھا۔آپ نے اس پر رحم کرتے ہوئے اس کا مقصد ومنزل پوچھی۔اس نے کہا کہ میرا دہلی جانے کا ارادہ ہے۔آپ (شیخ وجیہ الدین) نے فرمایا میرے ملازمین سے ہر روز تین پیسے لے لیا کرو۔دراصل وہ بوڑھا کافروں کا جاسوس تھا۔

جب یہ قافلہ نونبریا کی سرائے میں پہنچا جو کہ دریائے نربدا سے دو تین منزل ہندوستان کی طرف ہے تو اس جاسوس نے اپنے ساتھیوں کو اطلاع دے دی، چنانچہ لٹیروں کا ایک بڑا گروہ سرائے میں پہنچ گیا۔آپ اس وقت قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھے،اس گروہ میں سے تین آدمیوں نے بڑھ کر پوچھا کہ وجیہ الدین کون ہے؟ جب انہوں نے آپ کو پہچان لیا تو کہا ہمیں آپ سے کوئی سروکار نہیں،ہمیں پتہ چلا کہ آپ کے پاس مال ودولت نہیں، اس کے علاوہ

ہمارے گروہ میں سے ایک آدمی پر تمہارا حق نمک بھی ہے، لیکن ان تاجروں کے پاس تو اتنا مال ہے کہ ان کو ہم ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔

چونکہ آپ کو اس سفر کے اصلی سبب سے پوری طرح آگاہی حاصل تھی اس لئے ان تاجروں کی رفاقت چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے اور انہیں قتل ولوٹ سے بچانے کے لئے آگے بڑھے۔ اس مقابلہ میں آپ کو بائیس زخم آئے اور ایک زخم سے سر تن سے جدا ہو گیا۔ اس کے باوجود تکبیر کہتے ہوئے ایک تیر کی مار تک آپ نے کفار کا تعاقب کیا۔ ایک عورت یہ حال دیکھ کر بہت متعجب ہوئی، اسی وقت آپ گر پڑے اور وہیں دفن ہوئے۔

حضرت والا (شاہ عبدالرحیم صاحب) فرماتے تھے کہ اسی دن کے آخری حصہ میں آپ مثالی جسم میں متمثل ہو کر میرے سامنے تشریف لائے اور زخموں کے نشانات دکھلائے۔ میں نے ایصال ثواب کے لئے کچھ صدقہ دیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ ان کے جسم کو وہاں سے منتقل کروں لیکن انہوں نے میرے سامنے متمثل ہو کر اس بات سے مجھے منع کر دیا۔ آپ کے قتل کی خبریں حد سے زیادہ مشہور ہیں۔ (انفاس العارفین ص: ۳۴۴/۳۴۶)

شیخ احمد نخلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد نخلی رحمۃ اللہ علیہ نے نوے سال کی عمر پائی۔ شیخ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ تمام دنیاوی معاملات اور لین دین میں میں اپنے والد کا وکیل تھا۔ جب والد بزرگوار (شیخ احمد نخلی) اپنی آخری عمر کو پہنچے اور ان پر ضعیفی غالب آ گئی، تو میں نے ایک روز ان کی خدمت میں قرض خواہوں کے مطالبات کی شکایت کی۔ عرض کیا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر خدانخواستہ آپ کی وفات کا حادثہ پیش آ گیا تو یہ تمام قرضے میرے ذمے پڑ جائیں گے اور میرے عزیز واقارب میری وکالت کا اعتبار نہیں کریں گے۔

والد بزرگوار نے فرمایا ”اس خدشہ کو اپنے دل میں ہرگز راہ نہ دو، مجھے امید کامل ہے کہ میں

اس وقت تک نہ مروں گا جب تک کہ میرے ذمہ تمام واجب الادا قرض ادا نہ ہو جائیں اور میرا خیال ہے کہ وہ رات میری زندگی کی آخری رات ہوگی جس میں مجھ پر کسی کا قرض باقی نہیں ہوگا۔"

آپ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ان تمام قرضوں کی ادائیگی جتنی رقم ایسی جگہ سے حاصل ہو گئی جہاں سے توقع بھی نہیں تھی اور آپ کے کہنے کے مطابق آپ کی اس دنیا کی وہ آخری رات آہی پہنچی جب کہ آپ کے ذمہ کوئی واجب الادا قرض باقی نہیں تھا۔ (انفاس العارفین ص:۳۹۴/۳۹۳)

حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ ابوعلی رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تین سال تک خواجہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا۔ میں نے خواجہ کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، ہاں اس دن ہنسے جس دن آپ کے بیٹے مبارک علی کا وصال ہوا۔

اس بیٹے کی وفات کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ خانہ کعبہ میں زم زم کے کنوئیں کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ایک شخص نے یہ آیت پڑھی وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا أَحْصَاهَا (یعنی جس دن مجرموں کے سامنے نامۂ اعمال رکھا جائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ وہ اس سے خوف زدہ ہیں، وہ کہیں گے کہ ہائے ہمارا ناس ہو، اس کتاب کو کیا ہوا کہ اس نے ہمارے کسی چھوٹے بڑے کرتوت کو نہیں چھوڑا) اس نے یہ آیت سنی، نعرہ مارا اور جان اللہ کے حوالہ کر دی (خزینۃ الاصفیاء ص:۲۳)

سفیان بن عتبہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کے لئے گئے، تو انہوں نے فرمایا کہ "اگر آپ حضرات تشریف نہ لاتے تو آپ کی تشریف آوری سے اچھا ہوتا،

کیوں کہ آپ کے تشریف لانے پر مجھے اندیشہ ہے کہ شاید میرے منہ سے کوئی ایسی بات نکل جائے جو خدا کی شکایت ہو''۔

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو بے ہوش ہو گئے، پھر آنکھیں کھول کر فرمایا کہ ''افسوس اتنا بڑا سفر، اور اتنا تھوڑا توشہ''۔

وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ فرمارہے ہیں کہ ''میں نے بندہ کے حق میں اس کے رب سے زیادہ کسی کو اچھا نہیں پایا'' (کتاب الروح لابن القیم)

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ

جب لوگوں نے یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے؟ کیا حال ہے؟ تو انہوں نے یہ شعر پڑھے:

خَرَجْتُ مِنَ الدُّنْيَا وَقَامَتْ قِيَامَتِي ۔۔۔ غَدَاةً يَقِلُّ الْحَامِلُوْنَ جَنَازَتِي

وَعَجَّلَ أَهْلِيْ حَفْرَ قَبْرِيْ وَصَيَّرُوْا ۔۔۔ خُرُوْجِيْ وَتَعْجِيْلِيْ اِلَيْهِ كَرَامَتِيْ

كَأَنَّهُمْ لَمْ يَعْرِفُوْا قَطُّ صُوْرَتِيْ ۔۔۔ غَدَاةً أَتٰى يَوْمِيْ عَلَيَّ وَلَيْلَتِيْ

یعنی میری حالت یہ ہے کہ میں دنیا سے رخصت ہوا چاہتا ہوں اور جس روز اٹھانے والے میرا جنازہ اٹھاویں گے اسی روز میری قیامت آجائے گی اور میرے عزیز میرے لئے جلدی قبر کھدوا دیں گے اور اس لئے مجھے اس کی طرف جلدی لے جانے کو میری تعظیم قرار دیں گے۔ چنانچہ جس قدر جلد ممکن ہوگا مجھے قبر میں پہنچا دیں گے اور جس روز میری موت کا دن اور اس کی رات میرے اوپر آئے گی اس روز ان کی یہ حالت ہوگی کہ گویا وہ مجھے پہچانتے بھی نہ تھے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۹ ہجری میں بتائی گئی ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ سفیانِ ثوری ایک رات میرے پاس تھے

اورگریہ کا غلبہ تھا تو کسی نے آپ سے پوچھا کہ أَرَاکَ کَثِیْرَ الذُّنُوْبِ کہ گناہوں کی کثرت کو یاد کر کے آپ شاید رو رہے ہیں۔ تو زمین کے ذرات کو اٹھا کر فرمانے لگے کہ وَاللّٰہِ لَذُنُوْبِیْ أَھْوَنُ عِنْدِیْ مِنْ ذَا کہ میرے تمام عمر بھر کے گناہ کی حیثیت تو میرے نزدیک اس سے بھی اہون ہے۔ میرا رونا اس پر ہے کہ اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ اُسْلِبَ الْاِیْمَانُ قَبْلَ اَنْ اَمُوْتَ، مجھے اس کا ڈر ہے کہ مرنے سے پہلے ایمان سلب نہ ہو جائے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بڑے آدمیوں کے سوا اور لوگوں کے بہت کم مریض ان چار بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں۔ ایک طمع، دوسرے جھوٹ، تیسرے شکایت، چوتھے ریا۔

وفات کے وقت آپ سے کہا گیا کہ ''لا الہ الا اللہ'' کہئے، تو فرمانے لگے ''لَیْسَ اِلَیَّ ثَمَّہ أَمْرٌ'' یعنی وہاں مجھے کچھ اختیار نہیں، مطلب یہ کہ میں بالکل قبضہ قدرت میں ہوں، میں تو سر تا پا اسی کا ہو رہا ہوں، دوسری کوئی بات ہی باقی نہیں۔ (احیاء العلوم ص:۶۸۱ ج:۴)

ابن مہدی کا بیان ہے کہ جس رات سفیانِ ثوری کا انتقال ہوا، تو آپ نے اس رات نماز کے لئے ساٹھ دفعہ وضو کیا، اور جیسے ہی فجر طلوع ہو رہی تھی تو فرمانے لگے کہ اے ابن مہدی! میرا رخسار زمین پر رکھ دے کہ میں مر رہا ہوں، اور فرماتے جاتے یَا ابْنَ مَھْدِی! مَا أَشَدَّ الْمَوْت! مَا أَشَدَّ کُرَبُ الْمَوْتِ!

یہ حال دیکھ کر میں گھر سے باہر نکلا تا کہ حماد بن زید وغیرہ کو میں اس کی اطلاع دوں، تو مجھے دروازہ پر ملے اور بطورِ تعزیت کے فرمانے لگے کہ آجَرَکَ اللّٰہ، تو میں نے ان سے پوچھا کہ تمہیں اس کا کیسے علم ہوا؟ وہ کہنے لگے کہ ہم میں سے ہر ایک نے آج رات خواب میں دیکھا کہ خواب میں اسے کہا گیا اَلاَ اِنَّ سُفْیَانَ الثَّوْرِی قَدْ مَاتَ.

اخیری ساعت میں آپ کے سر سے سب سے زیادہ قریب حماد بن سلمہ تھے، سفیانِ ثوری نے لمبا سانس لیا تو حماد نے سفیانِ ثوری سے کہا کہ أَبْشِرْ فَقَدْ نَجَوْتَ مِمَّا کُنْتَ تَخَافُ! کہ جس کا آپ کو ڈر تھا اس سے آپ نجات پا گئے، اب ربِ کریم کے پاس پہنچنے والے ہو!

سفیانِ ثوری پوچھنے لگے یا ابا سلمہ! کیا تمہاری رائے ہے اللہ تعالیٰ مجھ جیسے گناہ گار کو بخشیں گے؟ تو میں نے قسم کھا کر کہا اِیْ وَاللّٰہِ الَّذِیْ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ ھُوَ! میرا حتمی جواب سن کر ان کو تسلی ہوگئی اور خوش ہوگئے۔

ان کی وفات بصرہ میں سن ۱۶۱ ہجری میں ہے۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ''میں نے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اور ان کی جماعت سے ملاقات کرلی''۔

ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خواب میں دیکھا اور کہا کچھ وصیت کیجئے، فرمایا ''لوگوں سے جان پہچان کم کرو'' (کتاب الروح لابن القیم)

قبیصہ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ آپ نے یہ شعر پڑھے:

نَظَرْتُ اِلٰی رَبِّیْ عِیَانًا فَقَالَ لِی　　　هَنِیْئًا رِضَایَ عَنْکَ یَا ابْنَ سَعِیْد

فَقَدْ کُنْتَ قَوَّامًا اِذَاللَّیْلُ قَدْ وَجَا　　　بِعَبْرَةٍ مَحْزُوْنٍ وَقَلْبٍ عَمِیْد

فَدُوْنَکَ فَاخْتَرْأیَّ قَصْرٍ تُرِیْدُه　　　زُرْنِیْ فَاِنِّیْ مِنْکَ غَیْرُ بَعِیْد

یعنی میں نے اپنے رب کو اپنے سامنے دیکھا، اس نے مجھ سے فرمایا ''اے ابن سعید میری رضا تمہیں مبارک ہو، کیوں کہ تم تاریک راتوں میں تہجد گزار رہا کرتے تھے، تمہاری آنکھوں سے غم کے آنسو جاری تھے اور دل میں درد تھا، اب تمہیں اختیار ہے جو محل چاہو چن لو اور میرا دیدار کرتے رہو، کیوں کہ میں تمہارے قریب ہوں''۔

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ ''میں نے ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں کھجور کے درخت سے اڑ کر کسی اور درخت پر جا بیٹھتے ہیں، پھر اس سے اڑ کر کھجور کے درخت پر آجاتے ہیں، اور فرما رہے ہیں کہ اس جیسی نعمت کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا

چاہئے۔آپ سے پوچھا گیا کہ کن عملوں سے جنت ملی؟ فرمایا ''پرہیز گاری اور تقویٰ سے'' پوچھا گیا علی بن عاصم کا کیا حال ہے؟ فرمایا ''ہم انہیں تارہ کی طرح دیکھتے ہیں'' (کتاب الروح لابن القیم ص:۱۷۱؍۷۲)

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۰۷ ہجری نصف شعبان کو کوفہ میں ہے۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ جب میری عمر پندرہ برس ہوئی تو میرے ابا نے مجھے بلا کر نصائح و وصایا فرمائی تھیں۔ ہر آن، ہر گھڑی، عمر کے ہر موڑ پر ان نصائح اور وصایا کو مدنظر رکھا۔

سعید بن داؤدان سے نقل کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ فرماتے تھے کہ **مَنْ كَانَتْ مَعْصِيَتُهُ فِي الشَّهْوَةِ فَأَرْجُ لَهُ التَّوْبَةَ فَإِنَّ آدَمَ عَصٰى مُشْتَهِيًا فَغُفِرَ لَهُ. فَإِذَا كَانَتْ مَعْصِيَتُهُ فِيْ كِبْرٍ فَأَخْشَ عَلٰى صَاحِبِهِ اللَّعْنَةَ فَإِنَّ اِبْلِيْسَ عَصٰى مُسْتَكْبِرًا فَلُعِنَ.**

آپ کے بھتیجے حسن بن عمران فرماتے ہیں کہ میں چچا کے ساتھ آخری حج میں تھا جو آپ نے ۱۹۷ ہجری میں کیا۔

جب ہم مزدلفہ میں تھے تو آپ نے نماز پڑھی اور اپنے بستر پر چت لیٹ گئے اور فرمانے لگے کہ میں ستر برس سے یہاں ہر سال آتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں **اَللّٰهُمَّ لاَ تَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ هٰذَا الْمَكَانِ.** اب اس دعا کی کثرت سے مجھے اللہ سے حیا آتی ہے۔

سفر سے واپس ہوئے اور اسی سال سنہ ۱۹۸، رجب میں آپ کا انتقال ہو گیا اور مکہ مکرمہ میں حجون میں آپ کو دفن کیا گیا جب کہ آپ کی عمر ۹۱ برس تھی۔ (صفة الصفوة)

مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ

مجاہد مکہ کے تابعین فقہاء اور مفسرین میں سے ہیں۔ مجاہد سے محمد بن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے تین مرتبہ قرآن کریم پورا دہرایا،

اس طرح پر کہ میں ہر آیت پر ٹھہرتا اور سوال کرتا کہ کَیْفَ أُنْزِلَتْ وَ کَیْفَ کَانَتْ؟

اسی لئے سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ خُذُوا التَّفْسِیْرَ مِنْ أَرْبَعَةٍ، مُجَاهِد وَ سَعِیْد و عِکْرِمَة وَالضَّحَّاک ۔

فُضَل ابن دکین فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہد کا ۱۰۲ ہجری میں سجدہ کی حالت میں انتقال ہوا۔

یوسف بن سلیمان فرماتے ہیں کہ مجاہد کا مکہ مکرمہ میں سن ۱۰۳ میں انتقال ہوا۔

صلہ بن اشیم عدوی رحمۃ اللہ علیہ

صلہ بن اشیم عدوی ماوراء النہر کے علاقہ میں جو روس کے ماتحت علاقوں میں ہے، وہاں جہاد میں مصروف تھے۔

جہاد چل رہا تھا تو حضرت صلہ اپنے بیٹے سے فرمانے لگے یَا بُنَیَّ! میرے پیارے بیٹے! تَقَدَّمْ وَجَاهِدْ أَعْدَاءَ اللّٰهِ حَتّٰی أَحْتَسِبَکَ عِنْدَ الَّذِیْ لاَ تَضِیْعُ عِنْدَهُ الْوَدَائِعُ.

اسی معرکہ میں بیٹا شہید ہو گیا اور اس کے بعد ان کے پیچھے حضرت صلہ بن اشیم عدوی بھی شہید ہو گئے۔ جب دونوں کی وفات کی اطلاع بصرہ پہنچی ہے، تو آپ کی اہلیہ محترمہ کی خدمت میں عورتیں تعزیت کے لئے آرہی تھیں۔

حضرت معاذہ عدویہ فرمارہی تھیں کہ تم تہنیت کے لئے اور مبارک باد دینے کے لئے آئی ہو، تو تمہارے لئے مرحبا ہے، اور اگر اس کے علاوہ تعزیت کے لئے تم آئی ہو تو واپس چلی جاؤ، اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ (طبقات الکبریٰ، حلیۃ الاولیاء، اسد الغابہ)

عبد الملک بن مروان رحمۃ اللہ علیہ

جب عبد الملک بن مروان رحمۃ اللہ علیہ کی وفات قریب ہوئی، تو ایک دھوبی کو دیکھا کہ دمشق کے اطراف میں کپڑے کو اپنے ہاتھ میں لپیٹ کر پڑے پر مار رہا ہے۔ عبد الملک نے کہا کہ بخدا کیا خوب ہوتا جو میں دھوبی ہوتا اور اپنے ہاتھ کی کمائی ہر روز کھایا کرتا اور معاملات دنیا میں سے

کسی چیز کا والی نہ ہوتا۔ یہ بات ابو حازم نے سنی اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ان حکام کو ایسا بنایا ہے کہ اپنے مرنے کے وقت اس حال کی تمنا کرتے ہیں جس میں ہم ہیں اور ہم کو جب موت آتی ہے تو ہم ان کے احوال کی تمنا نہیں کرتے۔

کسی نے عبدالملک سے اس کے مرض موت میں پوچھا کہ تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں ایسا پاتا ہوں جیسا خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادیٰ کَمَا خَلَقْنَا کُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَکْتُمْ مَا خَوَّلْنٰکُمْ وَرَآءَ ظُھُوْرِکُمْ یعنی تم ہمارے پاس ویسے ہی تنہا لوٹے ہو جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ تمام نعمتیں جو ہم نے تم کو دنیا میں عطا کی تھیں، اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ (احیاء العلوم ترجمہ اردو ج:۴ ص:۷۷۶)

خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں لکھا ہے کہ انہوں نے مرتے وقت اپنا کفن اپنے ہاتھ سے چھانٹ لیا تھا اور اس کو دیکھ کر کہتے جاتے تھے "**مَا أغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ، هَلَکَ عَنِّیْ سُلْطَانِیَهْ**" (المعارج) یعنی میرا مال میرے کچھ کام نہیں آیا اور میری سلطنت مجھ سے چھن گئی"۔

اس وقت مامون راکھ بچھا کر اس کے اوپر لیٹ گئے۔ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اے وہ ذات جس کی سلطنت کبھی نہ جاوے گی اس شخص پر رحم کر جس کا ملک جا تا رہا۔

یہی حال خلیفہ منتصر باللہ کا بھی تھا۔ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو وہ کہنے لگے کہ اگر میں جانتا کہ میری عمر تھوڑی ہے تو جو کچھ میں نے کیا ہرگز نہ کرتا۔ یہ منتصر اپنی موت کے وقت بہت مضطرب اور بے قرار ہو رہے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کو کچھ خطرہ نہیں، گھبرائیے نہیں۔ اس پر وہ کہنے لگے ہاں اتنا ہی تو ہے کہ دنیا گئی اور آخرت آ پہنچی۔ (احیاء العلوم ترجمہ اردو)

مسرور خادم بیان کرتے ہیں کہ جب امیر المؤمنین ہارون الرشید کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھ سے اپنا کفن دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب میں ان کے پاس ان کا کفن لایا تو انہوں نے مجھے حکم دیا کہ ان کے لئے قبر کھودوں۔ جب میں کھود چکا تو انہوں نے خدام کو حکم دیا، وہ انہیں قبر کے پاس اٹھا کر لے گئے۔ اپنی قبر کو دیکھتے ہوئے وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق لگتے تھے، پھر وہ یہ آیت پڑھنے لگے **مَا أَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ، هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطَانِيَهْ** (طبقات الشافعیہ ص:۲۸۸ ج:۸)

علامہ صابونی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الاسلام ابوعثمان صابونی وعظ وتذکیر فرمایا کرتے تھے۔ ستر برس تک یہ سلسلہ رہا اور بیس برس تک جامع مسجد میں خطیب اور امام رہے۔

فقیہ ابی سعید سکری ان کا قول نقل کرتے ہیں کہ **اِنَّ شَيْخَ الْاِسْلَامِ قَالَ مَا رَوَيْتُ خَبَرًا وَ لاَ أَثَرًا فِي الْمَجْلِسِ اِلَّا وَ عِنْدِيْ اِسْنَادُهُ وَ مَا دَخَلْتُ بَيْتَ الْكُتُبِ قَطُّ اِلَّا عَلٰى طَهَارَةٍ، وَ مَا رَوَيْتُ الْحَدِيْثَ وَ لاَ عَقَدْتُ الْمَجْلِسَ قَطُّ وَ لاَ قَعَدْتُ لِلتَّدْرِيْسِ اِلَّا عَلَى الطَّهَارَةِ.**

اور فرماتے تھے کہ جب سے مجھے یہ صحیح حدیث پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ جمعہ اور سورہ منافقین، عشاء کی دو رکعت میں ان دو سورتوں کی قراءت فرمایا کرتے تھے جمعہ کی رات میں، تو اس کے بعد سے میں نے کبھی ان کی قراءت جمعہ کی شب میں نہیں چھوڑی۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ ہم سفر میں تھے، بڑا خوفناک علاقہ تھا، ہمارے ساتھی چور ڈاکوؤں سے ڈر رہے تھے اور تطویلِ قراءت، یہ ان پر شاق تھا۔ مگر اس رات بھی میں نے شبِ جمعہ میں ان دو سورتوں کی قراءت کو ترک نہیں کیا اور ان دو سورتوں کی برکت سے اللہ نے ہمیں محفوظ رکھا۔

آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ **فَكَانَ مِنَ قَضَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى أَنَّهُ كَانَ يَعْقِدُ الْمَجْلِس**

فِيْمَا حَكَاهُ الْأَثْبَاتُ وَالثِّقَاتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْ خَانِ الْحُسَيْنِ عَلٰى الْعَادَةِ الْمَأْلُوْفَةِ مُنْذُ نَيِّف وَ سِتِّيْنَ سَنَةً.

اس معمول کے مطابق وہ وعظ ونصیحت میں مشغول تھے کہ بخارا سے ایک خط آپ کے پاس پہنچا جس میں ذکر تھا کہ وہاں ایک بڑی عظیم وبا پھیلی ہے۔لوگ فوت ہورہے ہیں،اس کے لئے دعا کی درخواست کی گئی تھی۔

اوراس درجہ کی وباء تھی کہ ایک دکان پر خباز روٹیاں بنارہا ہےاوراس بھٹی کا مالک بیچ رہا ہے، اتنے میں ایک گاہک آتا ہےاور روٹی مانگتا ہے،تو اس سے پہلے کہ روٹی اسے دی جائے، وہ گاہک،مشتری وہیں پر مرجاتا ہے،اس کے سامنے دکان کا مالک اسی گھڑی گرکرفوت ہوجاتا ہے اورروٹی پکانے والا خباز بھی اسی وقت فوت ہوجاتا ہے،فَمَاتَ الثَّلَاثَةُ فِي الْحَالِ.

جب یہ خط لوگوں کا آپ نے پڑھ کر سنایا،تو اس کے بعد آپ نے قاری کو بلایا اور یہ آیات پڑھ کرسنوائی أَفَأَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّئٰتِ أَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لاَ يَشْعُرُوْنَ.

اسی وقت حال متغیر ہوگیا اورآپ نے پیٹ میں درد محسوس کیا۔منبر سے اتر گئے، درد کی شدت سے چلانے لگے،حمام لے جایا گیا،غروبِ شمس کے قریب تک کروٹیں بدلتے رہے، چیخ و پکار جاری تھی،گھر لے جائے گئے۔

اسی حال میں سات دن گزرے،کسی علاج سے کوئی نفع نہیں ہوا۔ساتویں دن جمعرات کا دن تھا۔سکرات کے آثار ظاہر ہوئے،تو اپنی اولاد کو رخصت کیا،ان کو وصیت کی اور نصیحت فرمائی کہ میرے مرنے پر نوحہ نہ کیا جائے۔

ان کی وصیت سن کر چیخ وپکار بلند ہوگئی۔ان کے خاص قاری ابوعبداللہ کو بلوایا گیا۔انہوں نے یٰسں پڑھنی شروع کی،ان کا حال کچھ سنبھلنے لگا اور پڑھتے پڑھتے وہ یہاں تک پہنچے،اِلٰى أَنْ قَرَأَ اِسْنَادَ مَا رُوِيَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلاَمِهِ لاَ

اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ. اسی گھڑی وہ فوت ہو گئے۔

۴ رمحرم الحرام ۴۴۹ھ کو جمعہ کے روز وفات پائی۔ عصر کے وقت میدانِ حسین میں نماز جنازہ کے بعد تدفین عمل میں آئی۔

آپ کی ولادت سن ۳۷۳ ہجری کی ہے، اور وفات کے وقت آپ کی عمر کا ستترواں سال چل رہا تھا۔ (المنتخب من کتاب السیاق لتاریخ نیسابور)

امام الحرمین (ابوالمعالی الجوینی رحمۃ اللہ علیہ) کا خواب ان کے حق میں بہترین بشارت ہے۔ اس خواب سے پہلے امام مذکور نے مذاہب فلاسفہ ومعتزلہ واہل سنت میں غور کیا تھا اور ہر طرف کے دلائل کو قوی پا کر حیران تھے کہ کس کی بات کو تسلیم کیا جائے، تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اشارہ فرمایا ''علیک باعتقاد الصابونی''، یعنی صابونی کے عقیدہ کو لازم پکڑو۔ (بستان المحدثین ص: ۱۵۳)

حضرت حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد ہیں۔ قرآن پاک کے جید حافظ تھے، آپ نے حفاظ کی ایک بڑی جماعت تیار کی۔ وفات کے وقت کمسن صاحبزادی سورہ یسین پڑھنے لگی، آپ نے منع فرمایا اور حافظ روشن دین کو حکم دیا۔ حافظ صاحب نے تلاوت شروع کی، آیت ''بَلٰی وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيْمُ'' پر وہ عمداً ٹھہرے کہ دیکھیں کہ حافظ صاحب حسب عادت لقمہ دیتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے لقمہ دیا جس طرح کنویں سے آواز آتی ہے۔ اخیر کی آیت ''فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْئٍ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ'' خود پڑھی اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ (سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ ص: ۳۸)

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

جب شوال کا چاند نظر آیا تو اشتہا بالکل ختم ہو گئی اور کمزوری بڑھنے لگی جس سے ہیضہ ہو گیا،

چنانچہ زندگی کی امید منقطع ہو چکی تھی اور مردوں کی طرح گر پڑے تھے۔ گرتے وقت یہ فقیر بھی حاضر تھا۔ زبان پر ''أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ'' جاری ہوا۔ بعد میں آپ روبصحت ہونے لگے اور مرض کی شدت گھٹتی گئی، یہاں تک کہ پھر ماہ صفر کے ابتدائی ایام میں مرض نے دوبارہ حملہ کیا اور صبح صادق سے پہلے موت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

آپ کا عزم یہ تھا کہ نماز فجر قضا نہ ہو، چند بار حالت ضعف میں پوچھا کہ صبح ہوئی ہے یا نہیں؟ حاضرین نے کہا نہیں۔ جب موت قریب ہوئی تو جواب دینے والوں کو جھڑک کر کہا کہ تمہاری نماز کا وقت نہیں ہوا مگر ہماری نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ پھر فرمایا مجھے روبقبلہ کرو اور اشاروں میں نماز ادا کی حالانکہ وقت نماز میں شک تھا۔ نماز پڑھ کر زیر لب ذکر اسم ذات کرتے ہوئے زندگی مستعار کی امانت خالق حقیقی کے سپرد کر دی۔

یہ المناک واقعہ بادشاہ فرخ سیر کے آخر عہد میں بدھ کے روز ۱۲/صفر ۱۱۳۱ھ کو رونما ہوا، بادشاہ فرخ سیر حضرت والا کی وفات کے تقریباً ایک ماہ بیس دن بعد قید ہو گیا اور سخت واقعات رونما ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ستتر سال تھی، فتح چتوڑ کا واقعہ اور جامع مسجد شاہ جہاں آباد کی عمارت انہیں یاد تھی۔ (انفاس العارفین ص: ۱۹۰/۱۹۱)

حضرت حسان بن سنان رحمۃ اللہ علیہ

ایک مرتبہ حسان بن سنان رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو ان کے احباب عیادت کے لئے ان کے پاس گئے اور کہا کہ مزاج کیسا ہے؟ فرمایا کہ ''اگر دوزخ سے بچ جاؤں تو مزاج اچھا سمجھو (ورنہ مزاج وزاج کچھ بھی نہیں)۔'' اس پر انہوں نے اتنا پوچھا کہ آپ کا جی کسی بات کو چاہتا ہے؟ فرمایا کہ ''میرا جی چاہتا ہے کہ میرے مرنے سے پہلے مجھے ایک لمبی رات نصیب ہو جائے، جسے میں نماز اور استغفار سے زندہ کروں۔''

جب نزع کی حالت تھی تو کسی نے کہا کہ آپ کو بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ فرمانے لگے

''تکلیف تو ضرور ہے مگر مؤمن کی تکلیف کا ایسے وقت کیا ذکر ہے جب اس کو حق تعالیٰ شانہ سے ملنے کی امید ہو رہی ہو، اور اس پر اس کی خوشی غالب ہو رہی ہو''۔ (فضائل صدقات ص: ۴۷۹)

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرا ایک پڑوسی بداعمال تھا۔ وہ مرنے لگا تو میں اس کے پاس گیا اور جا کر کہا کہ تم خدا سے معاہدہ کیوں نہیں کر لیتے کہ میں اب گناہ نہ کروں گا، کیوں کہ شاید تم اس معاہدہ کی حالت میں مر جاؤ (اور مرنے کے بعد یہ معاہدہ تمہارے لئے نافع ہو)

مالک کہتے ہیں کہ اس نے اس کا جواب تو کچھ نہ دیا، مگر گھر کے اندر سے آواز آئی کہ جناب اگر آپ اس سے بھی ایسا ہی معاہدہ کروانا چاہتے ہیں جیسا آپ ہم سے کیا کرتے ہیں کہ آج معاہدہ کیا اور کل توڑ دیا تو ایسے معاہدہ کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہے، بلکہ اس سے تو وہ اور زیادہ مبغوض اور راندہ درگاہ ہو جائے گا۔ یہ سن کر مالک رحمۃ اللہ علیہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

محمد بن عبد العزیز نقل کرتے ہیں کہ میرے ابا مالک بن دینار کے متعلق بیان کرتے ہیں، کہ فرمایا کرتے تھے کہ **عَجَبًا لِمَنْ يَعْلَمُ اَنَّ الْمَوْتَ مَصِيْرُهٗ وَ الْقَبْرَ مَوْرِدُهٗ كَيْفَ تَقَرُّ بِالدُّنْيَا عَيْنُهٗ وَ كَيْفَ يَطِيْبُ فِيْهَا عَيْشُهٗ؟** اتنا کہا اور اس کے بعد روتے رہے اور بے ہوش ہو گئے۔

عبد اللہ بن مرزوق روایت کرتے ہیں کہ مالک بن دینار قبرستان میں ایک دن داخل ہوئے تو ایک آدمی کو دفن کیا جا رہا تھا، تو کہنے لگے کہ **مَالِكُ! غَدًا هٰكَذَا يَصِيْرُ، وَلَيْسَ لَهٗ شَيْءٌ يَتَوَسَّدُهٗ فِيْ قَبْرِهٖ** ، برابر اس کو دہراتے رہے، **غَدًا مَالِكُ هٰكَذَا يَصِيْرُ** یہاں تک کہ قبر کے گڑھے میں وہ گر پڑے۔ وہاں سے بے ہوشی کی حالت میں ان کو اٹھا کر گھر پر لایا گیا۔

جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ مالک بن دینار کے داماد فرماتے تھے کہ میں رات کے وقت ایک

دفعہ، پوری رات مالک بن دینار کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا یَا رَبِّ! اِذَا جَمَعْتَ الْاَوَّلِيْنَ وَ الآخرِيْنَ فَحَرِّمْ شَيْبَةَ مَالِكِ بْنِ دِيْنَارٍ عَلَى النَّارِ، طلوعِ فجر تک ان کلمات کو دہراتے رہے۔(صفۃ الصفوۃ)

ابوعیسیٰ نے یہ کلمات نقل کیے کہ سکرات میں مالک بن دینار یہ فرماتے جاتے، لِمِثْلِ هٰذَا الْيَوْمِ كَانَ دَؤُوْبُ أَبِيْ يَحْيٰ. (المحتضر ون، صفۃ الصفوۃ)

عمارہ بن زاذان نے مالک بن دینار کی یہ وصیت نقل کی کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ مجھے ناپسند ہے کہ میں ایسی حرکت کروں کہ اس سے پہلے کسی نے نہ کی ہو، یہ نہ ہوتا تو ضرور میں وصیت کرتا گھر والوں کو، کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے زنجیر میں جکڑ دیں اور میرے ہاتھوں کو گردن میں باندھ دیں اور اسی حال میں مجھے لے جا کر دفن کر دیں، جیسے بھاگے ہوئے غلام کو جکڑا جاتا ہے۔ جب میں پھر اس حال میں اللہ کے پاس پہنچوں، مجھ سے اللہ پوچھے کہ تو نے ایسا کیوں کیا تھا؟ تو میں جواب دوں کہ یَا رَبِّ! لَمْ اَرْضَ لَكَ نَفْسِيْ قَطُّ کہ میں نے اس لئے کیا کہ میرا نفس تجھ سے کبھی راضی نہیں ہوا۔(المحتضر ون)

سہیل (حضرت حزم رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی) کہتے ہیں کہ ''میں نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس کیا لے کر گئے؟ فرمایا ''بہت سے گناہ لے کر گیا تھا مگر میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو اچھا گمان تھا اس نے سارے گناہ مٹا دیئے''۔(کتاب الروح از علامہ ابن القیم)

حضرت فتح بن شہرف رحمۃ اللہ علیہ

فتح بن شہرف الکشی۔امام احمد ان کے متعلق فرماتے تھے کہ مَا أَخْرَجَتْ خُرَاسَانُ مِثْلَ فَتْحِ بْنِ شَهْرَفٍ.

حسین بن یحییٰ آرموی فرماتے ہیں کہ فتح نے اپنے گھر کے دروازے پر یہ لکھ رکھا تھا رَحِمَ

اللّٰهُ مَيِّتًا دَخَلَ عَلٰى هٰذاالْمَيِّتِ فَلَمْ يَذْكُرِ الْمَوْتىٰ عِنْدَهُ اِلَّا بِخَيْرٍ.

احمد بن عبدالجبار اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں فتح کے ساتھ تیس برس رہا، تیس برس میں نے کبھی انہیں نہیں دیکھا کہ آسمان کی طرف نگاہ کی ہو۔ تیس برس کے بعد ایک دفعہ آسمان کی طرف سر اٹھایا، آنکھیں کھولی اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے **قَدْ طَالَ شَوْقِيْ اِلَيْکَ فَعَجِّلْ قُدُوْمِيْ عَلَيْکَ**، الٰہی! تیری طرف میرا شوق بہت لمبا ہو گیا، میرے تیرے پاس پہنچنے کا جلدی فیصلہ فرمادے۔

اس کے بعد ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ انتقال فرما گئے۔ (فضائل صدقات ص:۴۸۴)

فتح اپنے متعلق فرماتے تھے کہ میں نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ امیر المؤمنین! مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔

فرمایا کہ اغنیاء فقراء کے سامنے تواضع برتے تو کتنا اچھا! اس سے بھی اچھا یہ ہے کہ فقراء اغنیاء کے سامنے اپنے اعراض اور انکار اور ان سے منہ پھیرنے کا اظہار کرے۔

آپ کی ۲۷۳ ہجری نصف شوال منگل کے دن وفات ہے۔

ابو محمد الحریری فرماتے ہیں کہ میں نے فتح کو جب غسل دیا تو میں نے آپ کو دائیں پہلو پر جب پلٹا، تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی دائیں ران پر لکھا ہوا تھا **خَلَقَهُ اللّٰهُ**. (صفة الصفوة)

ابراہیم بن اسحاق الحربی رحمۃ اللہ علیہ

ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق حربی کی ولادت سن ۱۹۸ ہجری میں، مرو میں ہے اور آپ کی وفات سن ۲۸۵ ہجری میں بغداد میں ہوئی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حربی اس لئے کہا جاتا ہے کہ میں نے ایک جماعت کے ساتھ کرخ سے طلبِ حدیث کا سفر کیا تھا، اس لئے مجھے حربی کہتے تھے کیوں کہ وہاں والوں کے نزدیک **مَنْ جَاوَزَ قَنْطَرَةَ الْعَتِيْقَةِ مِنَ الْحَرَبِيَّةِ** حربیہ کے پرانے پل کو جو پار کر جائے تو اس

کو وہ حربی کہا کرتے تھے۔

میں نے کبھی میری تکلیف کی گھر والوں سے شکایت نہیں کی اس لئے کہ انسان وہ ہے جو اپنا غم خود جھیلے، اپنا غم اپنے عیال پر نہ ڈالے۔ مجھے پینتالیس برس آدھے دردِ سر شقیقہ کی تکلیف رہی میں نے کبھی کسی کو نہیں بتایا۔ دس سال آنکھ سے، میں اپنی صرف ایک آنکھ سے دیکھتا ہوں، میں نے اس کی کسی کو اطلاع نہیں دی۔

آپ کے ایک صاحبزادہ تھے جنہوں نے گیارہ برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا تھا اور اس عمر میں آپ نے بہت سارا فقہ انہیں تلقین کر دیا تھا۔

ایک دن فرمانے لگے کہ كُنْتُ أَشْتَهِيْ مَوْتَ ابْنِيْ هٰذا کہ میری چاہت ہے کہ میرا یہ بیٹا مر جاتا۔ تو محمد بن خلف فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ ابواسحاق! آپ عالم ہو کر اپنے بچہ کے بارے میں جو اس قدر حدیث اور فقہ اور قرآن کا عالم ہے اس کے متعلق آپ یہ فرما رہے ہیں؟

فرمانے لگے جی ہاں! میں نے خواب ایک دیکھا تھا کہ قیامت قائم ہوگئی اور بچوں کے ہاتھوں میں صراحیاں ہیں جن میں پانی ہے اور وہ لوگوں کو پلا رہے ہیں اور سخت ترین گرمی کا دن ہے۔

میں نے ایک بچہ سے کہا کہ مجھے پانی پلایئے۔ مجھے دیکھ کر وہ بچہ کہنے گا کہ آپ میرے ابا نہیں ہو، لَيْسَ أَنْتَ أَبِيْ.

میں نے پوچھا تم کون؟ وہ کہنے لگا کہ ہم وہ بچے ہیں جو بچپن میں دنیا میں انتقال کر گئے تھے اور پیچھے اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر آئے تھے، تو اب وہ جب اس جہان میں آتے ہیں، تو ہم ان کا استقبال کرتے ہیں اور انہیں پانی پلاتے ہیں۔ اس لئے مجھے تمنا ہے کہ میرا بیٹا میرے سامنے مر جاتا۔

عیسی بن محمد طوماری فرماتے ہیں کہ ہم حربی کی خدمت میں پہنچے۔ وہ بیمار تھے اور آپ کا پیشاب ٹیسٹ کے لئے طبیب کے پاس لے جایا جا رہا تھا، تو باندی پیشاب واپس لے کر آئی اور

کہنے لگی مَاتَ الطَّبِیْبُ، طبیب خود مر گیا۔تو فی البدیہہ آپ نے شعر پڑھا:

اِذَا مَاتَ الْمُعَالِجُ مِنْ سِقَامِیْ　　فَیُوْشِکُ لِلْمُعَالَجِ أنْ یَّمُوْتَا

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد بن سیرین کا انتقال ہونے لگا تو وہ بھی رونے لگے،سوان سے بھی پوچھا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ ’’میں ایک تو اس کوتاہی پر روتا ہوں جو میں گزشتہ ایام میں کر چکا تھا اور دوسرے اس پر روتا ہوں کہ اس وقت اس کی سزا میں مجھے گرم آگ میں داخل کیا جائے گا۔‘‘

جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے بعض شاگردوں کو انتہائی صدمہ ہوا۔ان میں سے بعض نے آپ کو خواب میں انتہائی اچھی حالت میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کا حال دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی،حسن بصری کا حال بیان کیجئے۔

فرمایا ’’وہ مجھ سے ستر درجہ اونچے ہیں‘‘ انہوں نے پوچھا کیوں؟ ہم تو آپ کو افضل سمجھا کرتے تھے؟ فرمایا ’’وہ آخرت کے لئے غمگین رہا کرتے تھے‘‘۔(کتاب الروح لابن القیم)

حضرت عطاء سلمی رحمۃ اللہ علیہ

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ عطا سلمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے۔اس وقت حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ بیمار تھے اور بیماری کے سبب سے پیلے ہو رہے تھے۔ان کی یہ حالت دیکھ کر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ گھر میں پڑے گھٹ رہے ہیں۔اگر آنگن میں تشریف لے چلتے تو اچھا ہوتا۔یہ سن کر عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی مجھے شرم آتی ہے کہ خدا مجھے میرے حظ نفس میں سعی کرتے دیکھے۔(اس لئے میں ایسا نہ کروں گا)۔

صالح بن بشر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سلمی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا آپ مرے نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں؟ پوچھا ’’موت کے بعد کیا معاملہ پیش

آیا؟'' بولے'' اللہ کی قسم میں زبردست بھلائی کی طرف اور بخشنے والے اللہ کی طرف پہنچ گیا۔'' پوچھا اللہ تم پر اپنا رحم فرمائے کیا آپ دنیا میں ہر وقت فکرمند نہیں رہا کرتے تھے؟ مسکرا کر بولے ''اللہ کی قسم اس کے بدلہ مجھے دائمی راحت ومسرت مل گئی۔'' پوچھا اب آپ کہاں ہیں؟ فرمایا ''انبیاء، اولیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوں''۔ (کتاب الروح)

مولانا جعفر صاحب تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

انگریزوں کی طرف سے سزائے موت سننے پر کیفیت

ہندوستان میں ایک ہزار سال تک اسلامی پھریرے لہرانے کے بعد ایک دم ہی پاک وہند کے مسلمانوں پر غلبہ پا کر انہیں دبا نہیں لیا گیا بلکہ ۱۸۵۷ء کے انگریزوں سے نفرت کے مظاہرہ کے بعد بھی مسلمان وقتاً فوقتاً اس عظیم مقصد پر قربان ہوتے رہے۔

قافلۂ حریت کے ان جانبازوں میں ایک نام حضرت مولانا جعفر تھانیسری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ بدقسمتی سے آپ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ انگریزوں کے ہتھے چڑھ گئے، اور مدت تک ان کے ظلم وستم کا نشانہ بنتے رہے۔

مولانا محمد جعفر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شہر کے نمبردار اور باوضع رئیس تھے، پیشہ بھی باعزت تھا یعنی قانون دانی اور مقدمات کی پیروی اور عرائض نویسی۔ خود اپنی سوانح میں تحریر فرماتے ہیں ''بیسیوں آدمی میری رعیت تھے، ایسے بڑے شہر کا نمبردار گھوڑے اور گاڑیوں پر سوار ہوا پھرتا تھا، ہر کام کے لئے میرے گھر میں نوکر چاکر تھے۔'' (گرفتاری کے بعد اپنے مطلب کی معلومات حاصل کرنے کے لئے انگریزوں نے آپ پر بہت تشدد کیا، حالانکہ) ایسے باوضع، باعزت، نستعلیق رئیس کے لئے مار پیٹ کی دھمکی بھی کافی تھی، مگر آفریں، صد آفریں! کہ نہ پہلے روز کی خوشامد اس بامروت وشرافت پسند رئیس کو رام کر سکی اور نہ اگلے روز، صبح سے رات گئے تک بوٹ کی ٹھوکروں، بید اور ڈنڈوں کی مار دھاڑ اس کوہ استقلال کے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہ

کرسکی۔ اس صبر وقناعت کے ساتھ ذوق خدا پرستی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

''اول روز جب ہم لوگ (عدالت کے) اجلاس پر حاضر کئے گئے اور ظہر کی نماز کا وقت آیا، ہم لوگوں نے درخواست کی کہ ہمیں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے تاکہ کچہری سے باہر جا کر وضو کر کے نماز پڑھ کر اپنی جگہ پر آئیں۔

صاحب مجسٹریٹ نے فرمایا ''تم لوگوں کے لئے مقدمہ ملتوی نہیں کیا جائے گا'' ہم لوگوں نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کا مطلب یہ نہیں کہ آپ مقدمہ ملتوی رکھیں، بلکہ آپ جس طور پر اظہار گواہاں لے رہے ہیں اور کارروائی کر رہے ہیں، سب اسی طرح کرتے رہیں، ہماری غیر حاضری کے وقت گواہوں کا اظہار نہ سننے کی وجہ سے جو کچھ نقصان ہوگا اس کی ذمہ داری خود ہمارے اوپر ہوگی، ہم اس نقصان کو بخوشی برداشت کرتے ہیں مگر نماز قضا نہیں کرسکتے۔

اس پر صاحب غصہ ہو کر اور جھلا کر کہنے لگا ''تم لوگ باہر نہیں جانے پاؤ گے'' ہم نے کہا بہت خوب اور فی الفور زمین پر تیمّم کر کے کھڑے ہو گئے اور مولانا اور ہم دس آدمیوں نے جماعت سے نماز شروع کر دی۔ دو سو مسلح جوان پلٹن اور پولیس کے بندوقیں بھرے ہوئے اور سنگینیں چڑھائے واسطے حفاظت ہم لوگوں کے منتظر حکم پیچھے کھڑے ہوئے تھے، اور بہت سے لوگ تماشہ بین اور اخبارات کے نامہ نگار وغیرہ مقدمہ کی کیفیت دیکھنے اور سننے کے لئے جمع تھے۔

اس وقت کا نظارہ بھی عجیب وغریب تھا، بجز خدائے غالب کے کسی کا خوف وخطر دل پر نہیں تھا۔ دو تین روز ہم لوگوں نے ظہر اسی طرح ادا کی اور عصر کی نماز بالکل اخیر وقت میں کچہری سے واپسی کے وقت ادا کرتے تھے۔ جب مجسٹریٹ نے دیکھا کہ عین اجلاس میں سلسلہ نماز وجماعت شروع ہو گیا تو بالآخر حکم دیا کہ ایک ایک آدمی کو دو سپاہیوں اور ایک نائک کی حفاظت میں باہر لے جایا جائے اور کچہری کے متصل باغ میں نماز پڑھوا کر واپس لے آیا جائے، تب ہم لوگ تمام ایام دوران مقدمہ میں نماز ظہر اس طرح ادا کرتے رہے کہ ایک آدمی جاتا اور جب وہ واپس آلیتا تب دوسرا آدمی جاتا تھا۔

سزائے موت کا خیر مقدم اور سزا میں تبدیلی

یہ قصہ بہت ہی دلچسپ ہے، خود صاحب قصہ سے سنئے ۔ مولانا محمد جعفر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

جج صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا ''تم بہت عقلمند، ذی علم، قانون دان، اپنے شہر کے نمبردار اور رئیس تھے ۔ تم نے اپنی ساری عقل مندی اور قانون دانی سرکار کی مخالفت میں خرچ کی ۔ تمہارے ذریعہ سے آدمی اور روپیہ سرکار کے دشمنوں کو جاتا تھا، تم نے سوائے انکار بحث کے کچھ حیلتاً بھی خیر خواہی سرکار کا دم نہیں بھرا اور باوجود فہمائش کے اس کے ثابت کرانے میں کچھ کوشش نہ کی، اس واسطے تم کو پھانسی دی جائے گی، اور تمہاری کل جائیداد ضبط سرکار ہوگی، اور تمہاری لاش بھی تمہارے وارثوں کو نہ دی جاوے گی، بلکہ نہایت ذلت کے ساتھ گورستان جیل میں گاڑ دی جائے گی، اور آخر میں یہ کلمہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''میں تم کو پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوں گا''۔

سزائے موت کا خیر مقدم کس مسرت وشادمانی کے ساتھ کیا گیا، اس کا ذکر تو آگے آئے گا، بطور جملہ معترضہ ایک گفتگو سن لیجئے۔

مولانا موصوف کا ارشاد ہے:

یہ سارا بیان صاحب موصوف کا میں نے نہایت سکون سے سنا مگر اس آخری فقرہ کے جواب میں میں نے کہا کہ ''جان دینا اور لینا خدا کا کام ہے، آپ کے اختیار میں نہیں ہے، وہ رب العزت قادر ہے کہ میرے مرنے سے پہلے تم کو ہلاک کردے۔''

اس جواب باصواب پر وہ بہت خفا ہوا مگر پھانسی کے حکم سے زیادہ اور میرا کیا کرسکتا تھا، جس قدر سزائیں اس کے اختیار میں تھیں، سب دے چکا تھا، لیکن اس وقت میرے منہ سے یہ الہامی فقرہ ایسا نکلا تھا کہ میں تو اس وقت تک زندہ موجود ہوں مگر وہ اس حکم دینے کے تھوڑے ہی عرصہ

بعد ناگہانی موت سے راہی ملک عدم ہوا۔ (تواریخ عجیب ص: ۲۹/۲۸)

حاکم اور محکوم کے درمیان تبادلۂ موت کے اس دلچسپ قصہ کے بعد پھانسی کے ریشمیں پھندے کا بھی عجیب وغریب لطیفہ ملاحظہ فرمایئے۔

مولانا محمد جعفر صاحب کا بیان ہے، اس حکم کے بعد ہمارے واسطے بڑے اہتمام سے نئی پھانسیاں اوران کے ریشمیں رسے تیار ہوئے اور بوجہ میرے بھاری بھرکم ہونے کے میرے واسطے ایک ریشمیں رسہ اور پھانسی کی لکڑی خاص طور نہایت مضبوط تیار کی گئی، مگر تقدیر کی زبردستی سے میری پھانسی تو موقوف ہوگئی۔ اسی اثناء میں بجرم قتل ایک خاص ولایت کے انگلش مین گورے کو پھانسی کا حکم ملا اور وہ سب سامان پھانسی جو میرے واسطے تیار ہوا تھا، اس بے چارے یورپین ہم قوم کے نصیب ہوا، سچ ہے ''چاہ کندرا چاہ درپیش''۔

جو رسہ بڑے اہتمام سے میرے گلے میں ڈالنے کے واسطے تیار ہوا تھا، اس قادر مطلق، مقلب القلوب نے ایک ذات برادری کے بھائی کے گلے میں ڈلوادیا اور مجھے صاف بچالیا۔

اس وقوعۂ عجیبہ کے بعد لوگ اس اسرار الٰہی کو ایک بڑی آیات الٰہی سے (قدرت کا معجزہ) سمجھتے تھے، اسی سبب سے بعد پھانسی اس گورے کے وہ رسہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوکر تبرکاً لوگوں میں تقسیم ہوگیا۔

ان معترضہ جملوں کے بعد خیر مقدم کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

مولانا تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے:

''مجھ کو اس وقت کی کیفیت خوب یاد ہے کہ میں اس حکم پھانسی کو سن کر ایسا ہی خوش ہوا تھا کہ شاید ہفت اقلیم کی سلطنت ملنے سے بھی اس قدر مسرور نہ ہوتا۔ میرے بعد مولانا یحیٰی علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پھانسی کا حکم سنایا گیا۔ میں نے مولانا یحیٰی علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی نہایت بشاش پایا۔ (مقدمہ کے باقی ملازمین کو عبور دریائے شور کا حکم سنایا گیا) اس دن پولیس والے اور تماشہ بین مرد اور عورت بکثرت حاضر تھے۔ ضلع انبالہ کی کچہری کا تقریباً احاطہ بھرا ہوا تھا، پولیس

کپتان ''پارسن'' میرے پاس آ کر کہنے لگا ''تم کو پھانسی کا حکم ہوا ہے، تم کو رونا چاہیئے، تم کس واسطے اتنا بشاش ہو؟'' میں نے اس کو چلتے چلتے کہا کہ ''شہادت کی امید پر جو سب سے بڑی نعمت ہے، تم اس کو کیا جانو؟''۔

۲؍مئی ۱۸۶۴ء (پھانسی کا حکم سنانے کی تاریخ) سے ۱۶؍ستمبر تک ہم پھانسی گھروں میں بند رہے، اہالیان جیل ہمارے پھانسی دینے کا سامان تیار کر رہے تھے اور ادھر ہم انگریزوں کا تماشہ بن رہے تھے۔ صدہا صاحب لوگ اور میم ہمارے دیکھنے کو پھانسی گھروں میں آتے تھے، مگر بخلاف دوسرے عام پھانسی والوں کے ہم کو نہایت شاداں وفرحاں پاکر یورپین زائرین بہت تعجب کرتے۔ اکثر ہم کو پوچھتے تھے کہ تم کو بہت جلد پھانسی ہوگی، تم خوشی کس واسطے کرتے ہو؟ ہم اس کے جواب میں صرف اسی قدر کہہ دیتے کہ ہمارے مذہب میں خدا کی راہ میں ایسے ظلم سے مارے جانے پر درجہ شہادت ملتا ہے۔ (تواریخ عجیب)

اکبر بادشاہ

جہانگیر نے چھوٹی توزک میں اپنے والد کے مرنے کا حال بہت دلچسپ لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''روز سہ شنبہ ہشتم جمادی الاولیٰ کو میرے باپ ومرشد کا سانس تنگ ہوا اور وقت رحلت قریب آ گیا، فرمایا ''بابا کسی آدمی کو بھیج کر میرے کل امراء ومقربوں کو بلاؤ، تا کہ میں تجھ کو ان کے سپرد کر دوں اور اپنا کہا سنا ان سے معاف کراؤں، انہوں نے برسوں میری ہمرکابی میں جانفشانی کی ہے۔''

چنانچہ امراء حاضر ہوئے، بادشاہ نے ان کی طرف منہ کر کے اپنا کہا سنا معاف کرایا اور چند فارسی شعر پڑھے۔ مرنے کے وقت والد ماجد اور میرے مرشد نے فرمایا کہ ''میراں جہاں کو بلاؤں، وہ کلمہ شہادت پڑھے'' میراں صدر جہاں حاضر ہوئے، اور دوزانو ادب سے بیٹھ کر کلمہ شہادت پڑھنا شروع کیا، بادشاہ نے خود اپنی زبان سے کلمہ شہادت بلند آواز سے پڑھا اور میراں

صدر جہاں سے فرمایا کہ سرہانے بیٹھ کر سورۂ یسین اور دعائے عدیلہ پڑھیں، جب میراں صدر جہاں نے سورۂ یسین پڑھ کر دعائے عدیلہ ختم کی تو بادشاہ کی آنکھ سے آنسو نکلے اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی‘‘۔ (خلاصہ ج: ۸-تاریخ ہندوستان ص: ۲۸۵- علمائے ہند کا شاندار ماضی ج:۱/ص:۷۵/۷۶)

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

عالم تحیر واستغراق

حضرت خواجہ نظام الدین کی عمر اکانوے برس ہوئی۔ وفات سے چالیس روز بیشتر استغراق وتحیر کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ امیر خورد نے تفصیل سے وفات کا حال لکھا ہے۔

ان کا بیان ہے ’’جمعہ کا دن تھا، سلطان المشائخ پر ایک کیفیت تھی، نور تجلی سے ان کا باطن منور معلوم ہو رہا تھا، نماز کے اندر بار بار سجدے فرماتے تھے۔‘‘ اسی حالت تحیر میں مکان پر تشریف لائے، گریہ میں ترقی ہوگئی۔ روزانہ کئی کئی بار غیبوبت واستغراق ہو جاتا تھا، پھر توجہ ہو جاتی تھی۔ یہی فرماتے تھے کہ ’’آج جمعہ کا دن ہے، دوست کو دوست کا وعدہ یاد آتا ہے اور وہ اس کیفیت میں غرق ہو جاتا ہے۔‘‘

اسی حال میں دریافت فرماتے کہ ’’نماز کا وقت ہو گیا ہے اور کیا میں نماز پڑھ چکا ہوں؟‘‘ اگر جواب دیا جاتا کہ آپ نماز پڑھ چکے ہیں، تو فرماتے کہ پھر پڑھ لیں۔ ہر نماز مکرر ادا کرتے رہے۔ جتنے دن اس عالم میں رہے دو باتیں مکرر فرماتے رہے ’’آج جمعہ کا دن ہے؟‘‘ اور ’’ہم نماز پڑھ چکے ہیں؟‘‘ اور کبھی یہ مصرع پڑھتے:

می رویم ومی رویم ومی رویم

دنیا سے بیزاری

اسی دوران ایک روز تمام خدام، مریدین کو جو حاضر تھے، طلب فرمایا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "تم گواہ رہنا کہ اگر اقبال (خادم) نے کوئی چیز بھی گھر میں جنس میں سے بچالی ہے تو کل روز قیامت اس کو خدا کے سامنے جواب دینا ہوگا"۔

اقبال نے عرض کیا کہ میں نے کچھ نہیں چھوڑا ہے، سب آپ پر صدقہ کر دیا ہے، اور واقعی اس جوان مرد نے ایسا ہی کیا تھا، سوائے اس غلہ کے جو چند دن کے لئے فقراء خانقاہ کو کفایت کرتا سب کچھ تقسیم کر دیا تھا۔

میرے چاچا سید حسین نے اطلاع دی کہ غلہ کے سوا ہر چیز محتاجوں کو پہنچا دی گئی ہے۔ سلطان المشائخ اقبال سے ناراض ہوئے، ان کو طلب کیا اور فرمایا کہ "اس مرداریت کو کیوں رکھ چھوڑا ہے؟" اقبال نے عرض کیا کہ غلہ کے سوا جو کچھ موجود تھا سب کچھ تقسیم ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "خلقت کو بلاؤ" جب لوگ حاضر ہوئے، تو فرمایا کہ "غلہ کے انبار توڑ ڈالو اور تمام غلہ بے تکلف اٹھا لے جاؤ اور وہاں جھاڑو دے دو۔" ذرا سی دیر میں خلقت جمع ہو گئی اور اس نے غلہ لوٹ لیا۔

اس بیماری میں کچھ احباب خدمت گار حاضر ہوئے اور انہوں نے پوچھا کہ آن مخدوم کے بعد ہم مسکینوں کا کیا ہوگا؟ فرمایا کہ "یہاں اتنا ملتا رہے گا جس سے تمہارا گزر ہو جائے"۔ (سیر الاولیاء ص: ۱۵۲/۱۵۳)

امیر خورد لکھتے ہیں کہ بعض دوستوں اور خادموں نے میرے نانا شمس الدین دامغانی سے عرض کیا کہ وہ سلطان المشائخ سے پوچھیں کہ ہر شخص نے اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق آپ کے احاطہ میں بلند بلند عمارتیں بنالی ہیں اور سب کی نیت یہ ہے کہ آپ اس کی عمارت میں آرام فرمائیں۔ اگر وہ وقت ناگزیر آ گیا ہے تو آپ کو کس کی عمارت میں دفن کریں تا کہ کوئی خود رائی سے کام نہ

کرے۔

مولانا شمس الدین نے یہ پیغام پہنچایا تو ارشاد ہوا کہ ”میں کسی عمارت کے نیچے دفن ہونا نہیں چاہتا، میں جنگل میں آسودہ خاک ہوں گا۔“ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کو باہر میدان میں دفن کیا گیا، بعد میں سلطان محمد تغلق نے اس پر گنبد تعمیر کرایا۔

عطایا

اس کے بعد فرمایا کہ میرا تھیلا لے آؤ۔ لایا گیا تو اس میں سے ایک خاص پگڑی، کرتہ، مصلی اور خلافت کا خرقہ نکال کر مولانا برہان الدین فقیر کو عطا فرمایا اور حکم دیا کہ اسی وقت دکن کی طرف چلے جاؤ۔ پھر ایک پگڑی اور ایک کرتہ مولانا شمس الدین یحییٰ کو عطا فرمایا۔ اس طرح اس تھیلے میں جتنے کپڑے تھے اپنے خلفاء میں تقسیم کر دیئے، حتی کہ کوئی چیز باقی نہ رہی۔

اس وقت شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی مجلس میں موجود تھے۔ انہیں کچھ بھی نہ دیا گیا۔ تمام حاضرین مجلس حیران رہ گئے کہ شیخ نصیرالدین کو کیوں محروم رکھا گیا ہے؟ کچھ وقت گزرا تو حضرت شیخ نصیرالدین کو اپنے پاس بلایا اور آپ کو ایک خرقہ، ایک مصلیٰ ایک تسبیح اور لکڑی کا ایک پیالہ عطا فرمایا۔ یہ وہ چیزیں تھیں جو آپ کو حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے عطا فرمائی تھیں۔ یہ چیزیں شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کو دے کر فرمایا ”شمارا در دہلی باید بود وجفائے مردم باید کشید“ یعنی آپ دہلی میں رہیں اور لوگوں کے ظلم وستم برداشت کریں۔ (خزینۃ الاصفیاء ص: ۱۹۰)

وصال

وفات سے چالیس روز پہلے غذا بالکل ترک فرما دی تھی۔ کھانے کی خوشبو بھی گوارہ نہ تھی۔ گریہ اس شدت سے غالب تھا کہ ایک گھڑی کے لئے بھی آنسو نہ تھمتے تھے۔

گر نہ بینی گریۂ زارم ندانی فرق کرد

کاب چشم است اینکہ پیشت می رود یا آب جو

اسی درمیان اخی مبارک ایک روز مچھلی کا تھوڑا سا شوربہ لائے۔ مخلصین نے بڑی کوشش کی کہ آپ تھوڑا سا تناول فرمالیں۔ سلطان المشائخ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا تھوڑا سا مچھلی کا شوربہ ہے۔ فرمایا ’’بہتے ہوئے پانی میں ڈال دو‘‘ آپ نے کچھ تناول نہیں فرمایا۔ میرے چچا سید حسین نے عرض کیا کہ کئی دن ہو گئے ہیں کہ آں مخدوم نے کھانا بالکل چھوڑ دیا ہے اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ فرمایا ’’سید حسین، جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا مشتاق ہو، اس سے دنیا میں کھانا کیسے کھایا جائے؟‘‘۔

الغرض چالیس روز کی مدت میں جس طرح کھانا تناول نہیں فرمایا، اسی طرح بات بھی بہت کم کی، آخر چہار شنبہ کے دن تک جس دن آپ کی وفات ہوئی، یہی حال رہا۔

جب مرض الموت کی شدت ہوئی تو دوا پینے کو کہا گیا۔ آپ نے فرمایا:

دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

یعنی مریض عشق کا علاج معشوق کے دیدار کے سوا کچھ نہیں۔

رحلت کے روز صبح کی نماز پڑھی اور جب آفتاب طلوع ہو رہا تھا (خزینۃ الاصفیاء ص:۱۹۱ پر وفات کا وقت ’’قبیل غروب آفتاب‘‘ درج ہے) یہ آفتاب دیں ابد کے پردوں میں مستور ہو گیا۔

تاریخ وفات بدھ ۱۸/ربیع الاول ۷۲۵ھ مطابق ۱۳۲۴ء ہے۔ تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ جنازہ کے ساتھ قوال بھی تھے جو یہ غزل گاتے جاتے تھے۔ (غزل سعدی کی ہے)

سر و سیمینا بہ صحرا می روی — نیک وبد عہدی کے بے مامی روی

کس بدین شوخی و رعنایی نرفت — خود چنینی یا بہ عمداً می روی

اے تماشا گاہ عالم روئے تو — تو کجا بہر تماشا می روی

نماز جنازہ شیخ الاسلام رکن الدین نبیرۂ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ نماز کے بعد شیخ الاسلام رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ’’مجھے اب معلوم ہوا کہ چار

سال تک مجھے دہلی میں اس لئے رکھا گیا کہ مجھے اس جنازہ کی امامت کا شرف حاصل ہو‘‘ (سیر الاولیاء ص:۱۵۴/۱۵۵)

مزار پر انوار دہلی میں ہے، جہاں آج بھی خواص وعوام کا ہجوم رہتا ہے، اور زائرین کو بڑی کیفیات محسوس ہوتی ہیں۔

وصیت یہ تھی کہ ان کو صحراء میں دفن کیا جائے اور قبر کے لئے کوئی عمارت نہ بنوائی جائے، اور ایسا ہی کیا گیا، لیکن بعد میں سلطان محمد تغلق نے روضہ مبارک کی عمارت بنوادی۔

ساری عمر تجرد میں گزری اس لئے کوئی اولاد نہیں تھی، مگر ان کی معنوی اولاد نے ان کی تعلیمات کو جاری رکھا، جو آج تک جاری ہے۔

حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

غیاث الدین تغلق کے بعد سلطان محمد تغلق سریر آرائے سلطنت ہوا۔ یہ زمانہ حضرت محبوب الٰہی کے مرض الموت کا تھا۔ حضرت شیخ رکن الدین ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو اس وقت حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ تحیر کے عالم میں تھے۔

مریدین پریشان ہوئے کہ اس عالم تحیر میں دونوں کی ملاقات کیسے ہوگی؟ لیکن حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا تحیر جاتا رہا، آپ حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر تعظیم کے لئے چارپائی سے نیچے اترنا چاہتے تھے، مگر غایت ضعف کی وجہ سے نیچے نہ اتر سکے، اس لئے حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کو چارپائی ہی پر بیٹھنے کو کہا، لیکن حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تعظیماً چارپائی پر بیٹھنا پسند نہیں فرمایا۔ ایک کرسی لائی گئی، تو وہ اس پر بیٹھے۔

حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’انبیاء کو موت اور زندگی کا اختیار دیا جاتا ہے، اولیاء انبیاء کے جانشین ہوتے ہیں، اس لئے ان کو بھی موت اور زندگی کا اختیار ملتا ہے۔ آپ کی حیات کچھ دنوں اور ہوتی کہ ناقصوں کو آپ کمال تک

پہنچا سکتے۔''

محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو ان کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور فرمایا ''میں نے خواب دیکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرما رہے ہیں کہ ''نظام تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے۔''

حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو ان پر گریہ طاری ہو گیا اور ان کے ساتھ اور حاضرین بھی رونے لگے۔ اس ملاقات کے بعد حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی۔ ان کے جنازہ کی نماز حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی، اور اس سعادت پر وہ ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے۔ (سیر الاولیاء ص ۱۴۱ - مطلوب الطالبین ص: ۹۴ تا ۹۷)

حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے دس سال بعد حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ وفات سے تین مہینے پہلے لوگوں سے ملنا جلنا، بولنا، چالنا بالکل ترک فرما دیا تھا، صرف نماز باجماعت کے لئے حجرہ سے باہر آتے تھے اور پھر لوٹ جاتے تھے۔

۷۳۵ھ کے رجب کی سولھویں تاریخ کو جمعرات کے دن مغرب کی نماز کے بعد اوابین پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں سجدہ میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ مرقد مبارک ملتان میں ان کے جد امجد اور والد ماجد کے مزار کے پاس ہی ہے۔ (بزم صوفیہ ص: ۳۱۶ / ۳۱۷)

شیخ بہاؤ الدین زکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

وفات کے روز اپنے حجرہ میں عبادت میں مشغول تھے کہ حجرہ کے باہر ایک نورانی چہرہ کے مقدس بزرگ نمودار ہوئے، اور حضرت شیخ صدر الدین کے ہاتھ میں ایک سربمہر خط دیا۔ وہ اس خط کا عنوان دیکھ کر متحیر ہوئے اور والد بزرگوار کی خدمت میں خط پیش کر کے باہر آئے تو قاصد کو

نہ پایا۔ خط پڑھتے ہی حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور ایک آواز بلند ہوئی۔

دوست بہ دوست رسید

یعنی دوست دوست کے پاس پہنچ گیا۔ یہ آواز سن کر حضرت شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ دوڑتے ہوئے حجرہ میں گئے، تو دیکھا کہ آواز حقیقت بن چکی تھی۔

راحت القلوب (ملفوظات حضرت بابا گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ) میں ہے کہ جس وقت حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو اسی وقت اجودھن میں حضرت بابا گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہو گئے۔ بڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو فرمایا کہ ''برادرم بہاؤالدین زکریا را ازیں بیابان فنا بہ شہرستان بقا بردند''۔ (ص: ۵۷) یعنی میرے بھائی بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو اس فانی جہان سے عالم بقا میں منتقل کر دیا گیا ہے۔

اور پھر اٹھ کر مریدوں کے ساتھ غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ مزار شریف ملتان میں ہے۔ (بزم صوفیہ ص: ۱۳۰)

شیخ خواجہ نصیرالدین محمود رحمۃ اللہ علیہ

قاتلانہ حملہ

شیخ خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز نماز ظہر کے بعد جماعت خانہ سے آ کر اپنے حجرہ خاص میں مراقبہ میں مشغول تھے کہ ایک قلندر مسمیٰ تراب وہاں پہنچا اور چھری سے پے در پے حملے کئے۔ خون حجرہ سے باہر بہنے لگا لیکن ان کے استغراق میں فرق نہ آیا۔ خون دیکھ کر مریدین حجرہ میں گئے اور قلندر کو سزا دینی چاہی، لیکن حضرت چراغ نے روکا اور اپنے مریدین خاص عبدالمقتدر، شیخ صدرالدین طبی اور شیخ زین الدین علی کو پاس بلا کر قسم دی کہ کوئی شخص قلندر کو ایذاء نہ پہنچائے۔ پھر قلندر سے معذرت کی کہ اگر چھریاں مارتے وقت تمہارے ہاتھ کو کوئی

تکلیف پہنچی ہوتو معاف کرنا اور بیس تنکہ زردے کر رخصت کیا۔ ان ہی اوصاف کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ چشتیہ سلسلہ میں صبر، رضا اور تسلیم کا خاتمہ ان پر ہو گیا۔

وصال

اس قاتلانہ حملہ کے بعد تین سال تک خلق اللہ کی رشد و ہدایت میں مشغول رہے، ۱۸؍رمضان المبارک شب جمعہ ۷۵۷ھ میں رحلت فرمائی۔

وفات سے پہلے مولانا زین الدین علی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ آپ کے اکثر مریدین اہل کمال ہیں۔ کسی کو سجادہ نشین مقرر فرمادیں تاکہ سلسلہ جاری رہے۔ فرمایا ''ان درویشوں کے نام لکھ کر لاؤ، جن کو تم اس لائق سمجھتے ہو۔''

مولانا زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تین قسم کے درویشوں کا انتخاب کیا، اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ۔ حضرت خواجہ نے ان کے نام دیکھ کر فرمایا ''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دین کا غم کھائیں گے، لیکن دوسروں کا بار نہ اٹھا سکیں گے۔''

اس کے بعد وصیت فرمائی کہ دفن کرتے وقت حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہ کا خرقہ مبارک میرے سینہ پر، ان کا عصا میرے پہلو میں، ان کی تسبیح میری شہادت کی انگلی میں، ان کا کاسہ خشت کی بجائے میرے سر کے نیچے اور ان کی چوبی نعلین میرے بغل میں رکھ دی جائیں''۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے غسل دیا اور جس پلنگ پر غسل دیا اس کی ڈوریاں پلنگ سے جدا کر کے اپنی گردن میں ڈال لیں کہ میرے لئے یہی خرقہ ہے اور یہی کافی ہے، مزار اقدس دہلی میں ہے۔ (بزم صوفیہ ص:۳۸۹؍۳۹۰)

شیخ برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ

وفات سے پہلے تین سال تک مسلسل علیل رہے، لیکن علالت کے زمانہ میں بھی رشد و ہدایت

اور عبادت وریاضت کا سلسلہ جاری رکھا۔علاج کرانے کے قائل نہ تھے۔فرماتے ''طبیبی ذکر حبیبی ''یعنی میرے دوست کی یاد میرا طبیب ہے۔کبھی رویا کرتے ،لیکن مریدوں سے کہتے کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں بیماری کی تکلیف سے روتا ہوں۔ایک لمحہ بھی خدا کی یاد سے باز رہتا ہوں تو روتا ہوں۔آخر زمانہ میں مریدوں نے دہلی لے جانا چاہا لیکن جہاں مرقد مبارک ہے، اس جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''میں اس مقام سے نہیں جا سکتا''۔

آخری وقت میں ایک روز مریدوں کو بلا کر نصیحتیں کیں اور ان میں سے ہر ایک کو دست مبارک سے کچھ کپڑے عنایت کئے۔وفات کے روز اپنے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی تسبیح منگوائی، اس کو سامنے رکھا اور اپنی دستار گلے میں ڈال کر کہنے لگے ''مسلمان ہوں، امت رسول ہوں، شیخ کا مرید ہوں، میں نہ نیک تھا، نیک زندگی بھی بسر نہیں کی، اپنا انصاف خود کرتا ہوں۔'' پھر مرشد کی تسبیح سے تجدید بیعت کی اور زار زار رونے لگے۔

چاشت کے وقت خادم خاص سے کہا کہ باورچی خانہ میں دوستوں کو لے جا کر کھانا کھلا دو، وہاں کچھ باقی نہ رہے۔ادھر یاران طریقت کھانا کھا رہے تھے تو حضرت شیخ نے مرشد کا خرقہ اور تبرکات لانے کو کہا اور اسی وقت روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

وفات کی تاریخ صفر ۳۸ ۷ ھ لکھی ہوئی ہے، مرقد مبارک خلد آباد میں ہے۔(بزم صوفیہ ص: ۳۴۷/۳۴۸)

حضرت شرف الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے ۶ر شوال، شب پنجشنبہ ۷۸۲ھ کو بوقت نماز عشاء عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔اس روز آپ نے صبح کی نماز کے وقت سے ہی سفر آخرت کی تیاری شروع کر دی تھی۔مریدوں کو پاس بلاتے، کسی کو گلے لگاتے، کسی سے مصافحہ فرماتے، کسی کی ڈاڑھی کو بوسہ دیتے، کسی کو آغوش میں لیتے، کسی کو دعائیں دیتے، کسی کو

خاص خاص وصیتیں کرتے، بار بار کلام پاک کی آیتیں اور کلمے پڑھتے اور کہتے کہ کل تم سے پوچھیں کہ کیا لائے ہو تو کہنا لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْم یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ سارے گناہ بخش دیں گے۔ (سورۂ زمر پارہ ۲۴/رکوع ۳/)

یہ شعر بھی پڑھا

خدایا رحمت تو دریائے عام است　　　درآنجا قطرہ مارا تمام است

مغرب کے وقت وضو کر کے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد کلمہ طیبہ پڑھتے رہے۔ نماز مغرب کے بعد شیخ جلیل الدین، مولانا شہاب الدین، قاضی شمس الدین، قاضی نور الدین، وغیرہ دوسرے احباب وخدام جو خدمت میں مصروف تھے، چار پائی کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت مخدوم نے کچھ دیر کے بعد بہ آواز بلند بسم اللہ کہنی شروع کی۔ کئی بار بسم اللہ کہنے کے بعد زور زور سے پڑھا ”لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ“

اس کے بعد بلند آواز کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا، پھر کلمۂ شہادت پڑھا۔ اس کے بعد فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم۔

پھر کچھ دیر تک کلمۂ شہادت زبان پر جاری رہا۔ پھر کئی بار بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰه .... اس کے بعد بڑے اہتمام اور دل کی بڑی قوت اور ذوق وشوق کے ساتھ مُحَمَّد مُحَمَّد أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّد پڑھا، پھر یہ آیت پڑھی ”رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاء“

رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَباًّ وَبِالْاِسْلَامِ دِيْناً وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَبِياًّ

اس کے بعد تین مرتبہ کلمہ طیبہ کا ورد فرمایا، پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے اور بڑے ذوق وشوق کے ساتھ جیسے کوئی مناجات اور دعا کرتا ہے، فرمایا:

أَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، أَللّٰهُمَّ ارْحَمْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ

لأمَّةِ مُحَمَّدٍ، أللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، أللّٰھُمَّ أغِثْ أمَّةَ مُحَمَّدٍ، أللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ، أللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ فَرَجاً عَاجِلاً، أللّٰھُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَحْمَتِکَ يَا أرْحَمَ الرَّاحِمِيْن .

ان الفاظ پر آواز بند ہوگئی، اس وقت زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے۔

لَا خَوْفٌ عَلَيْھِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ، لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

اس کے بعد ایک بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا اور جان بحق تسلیم ہوئے۔

یہ واقعہ شب پنج شنبہ ۶ رشوال ۷۸۲ھ عشاء کی نماز کے وقت کا ہے، اگلے روز پنج شنبہ کے دن نماز چاشت کے وقت تدفین عمل میں آئی۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ص: ۲۳۵)

تاریخ وصال پر شرف سے نکلتی ہے۔ (۷۸۲ھ) وصیت کی تھی کہ جنازہ کی نماز ایسا شخص پڑھائے جو صحیح النسب سید ہو، تارک مملکت ہو اور حافظ قراءت سبعہ ہو۔

جنازہ رکھا ہوا تھا کہ عین اس وقت حضرت اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا ورود ہوا۔ یہ تینوں شرطیں ان میں موجود تھیں، اس لئے جنازہ کی نماز پڑھانے کی سعادت انہی کے حصہ میں آئی۔ مزار پر انوار بہار شریف میں مرجع خلائق ہے۔ (بزم صوفیہ ص: ۴۳۱/۴۳۲)

حضرت سید شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی پیدائش ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی تھی۔ بچپن ہی میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا اور ماموں نے پرورش کی تھی۔ اس طرح ان کی زندگی کا آغاز ہی سنت سے ہوا، پوری عمر پیروی سنت اور اشاعت سنت میں گزری اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و کرم کی عجب شان ہے کہ ان کی وفات بھی اسی عمر میں ہوئی جس عمر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تھی۔

تذکرۃ الابرار میں ہے کہ سید شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بہت آرزو تھی کہ ان کی عمر حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی عمر سے متجاوز نہ ہو اور آخری وقت یہ سعادت بھی ان کو حاصل ہو۔ چنانچہ ۹/ ذی الحجہ ۱۰۹۶ھ کو ۶۳ سال کی عمر میں وفات پا کر حیات جاودانی حاصل کی، اور اللہ کا یہ بندہ جس نے زندگی بھر سنت عزیمت اور مجاہدہ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور کسی سنت، مستحب اور اولیٰ سے منہ نہ موڑا، اپنے محبوب حقیقی سے جاملا۔

چیست ازاں خوب تر در ہمہ آفاق کار

دوست رسد نزد دوست یار بہ نزدیک یار

اورنگ زیب کا خواب

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی تاریخ کو یہ خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ہے اور فرشتے جنازہ مبارک کو آسمان کی طرف لئے جا رہے ہیں۔ بادشاہ کو بہت تردد پیدا ہوا اور اس نے علماء وصلحاء سے خواب کی تعبیر معلوم کرنی چاہی۔

انہوں نے کہا اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رات کو سید محمد علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ (جو اتباع سنت میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہیں) کا انتقال ہوگیا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ تاریخ لکھ لی جائے۔ اس کے بعد ہی وقائع نگار نے اطلاع دی کہ سید شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا ہے۔

اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں دریافت کیا کہ یہ خواب سنتے ہی یہ تعبیر ان کے ذہن میں کیسے آئی؟ انہوں نے جواب دیا کہ اتباع سنت میں کوئی دوسرا آدمی ان کا ہمسر نہیں ہوسکتا۔ شرف فرزندی کے ساتھ اتباع سنت وعشق رسول کی دولت اور سنن ومستحبات کے اس درجہ اہتمام والتزام میں وہ اکثر علماء ومشائخ پر فائق نظر آتے ہیں۔ (تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ ص: ۱۰۷/۱۰۸)

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

سپہ سالار کا قول ہے کہ مولانا کے انتقال سے قبل قونیہ میں چالیس روز زلزلہ آتا رہا۔ افلاکی کا بیان ہے کہ مولانا ہنوز صاحب فراش تھے کہ سات روز مسلسل زلزلہ آتا رہا، تمام لوگ عاجز آ گئے، مولانا سے امداد طلب کی تو مولانا نے فرمایا ''زمین بھوکی ہوگئی ہے، لقمہ چرب چاہتی ہے، جلد کامیاب ہو جائے گی اور یہ زحمت تو لوگوں سے رفع ہو جائے گی۔'' اسی زمانہ میں یہ غزل ارشاد فرمائی۔

با ایں ہمہ مہر ومہربانی — دل می دہدت کہ خشم رانی
ویں جملہ شیشہ ہائے جان را — درہم شکنی بہ ''لَنْ تَرَانِیْ''

چلپی حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ ایک روز شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ اکابر درویشوں کے ساتھ مولانا کی عیادت کو آئے۔ مولانا کی حالت کو دیکھ کر رنجیدہ ہوئے، اور فرمایا ''خدا شفائے عاجلہ عطا فرمائے، امید ہے کہ صحت کلی حاصل ہو جائے گی''۔ مولانا نے فرمایا ''اب شفاء آپ ہی کو مبارک ہو، عاشق ومعشوق میں بال کا پیراہن رہ گیا ہے، کیا آپ نہیں چاہتے کہ وہ بھی اٹھ جائے اور نور نور میں شامل ہو جائے''۔

مرض ہی میں یہ غزل شروع کی، حسام الدین چلپی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔

رو سر بنہ ببالین تنہا مرا رہا کن — ترک من خرابے شب گرد مبتلا کن
مائیم وموج سودا شب تا بروز تنہا — خواہی بیا ببخشا خواہی بروجفا کن
مائیم و آب دیدہ در کنج غم خزیدہ — بر آب دیدہ ما صد جائے آسیا کن
خیرہ کشی است مرا دارد دلے چو خارا — بکشد کش نہ گوید تدبیر خونبہا کن
دردیست غیر مردن کا نرا دوا نباشد — پس من چگونہ گویم کان درد را دوا کن

بر شاہ خوبر ویاں واجب وفا نباشد اے زرد روئے عاشق تو صبر کن وفا کن
درخواب دوش پیری در کوئے عشق دیدم بادست اشارتم کرد کہ عزم سوئے ما کن

عین انتقال کے قریب فرمایا:

گر مومنی وشیریں ہم مومنست مرگت
وگر کافری وتلخی ہم کافرست مردن

۵؍جمادی الاخریٰ ۲۷۲ھ کو بوقت غروب آفتاب حقائق ومعارف بیان کرتے ہوئے انتقال فرمایا۔انتقال کے وقت مولانا کی عمر ۶۸؍برس تین ماہ تھی۔(تاریخ دعوت وعزیمت ص:۴۴۸)

غزل کا ترجمہ ہے:

(۱)رومال تکیہ پر رکھ دو، مجھے اکیلا چھوڑ دو، اے رات کو آنے والے مجھ تباہ حال کی کمر چھوڑ دے۔

(۲) میں ہوں اور کالی رات کی موج تا کہ تنہائی کے دن چاہے اسے بخش دے، چاہے اس پر سختی کرے۔

(۳) تو مجھ سے بھاگ جا تا کہ تو بھی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائے، سلامتی کی راہ لے، مصیبت کی راہ چھوڑ۔

(۴) میں ہوں اور غم میں پسے ہوئے کونے کا رونا، میری آنکھوں کے آنسوؤں پر سو بار چکی چلے۔

(۵) حیران ہوں کہ مجھے بچایا ہوا ہے،لیکن سخت پتھر کی طرح کھینچے چلے جاتے ہیں تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ خون بہا کی فکر کر۔

(۶) موت کے علاوہ ایک ایسا درد ہے،جس کی دوا نہیں، پس میں کس طرح کہوں کہ اس درد کی دوا کر۔

(۷) حسینوں کے بادشاہ پر وفا واجب نہیں ہوتی ،اے زرد چہرے والے عاشق تو صبر کر اور وفا

دارره۔

(۸) کل خواب میں میں نے عشق کی گلی میں ایک بزرگ کو دیکھا اس نے مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا، ہماری طرف ارادہ کرو۔

(۹) اگرتو مؤمن اور میٹھا ہے تو تیری موت مؤمن ہے، اگر تو کافر اور کڑوا ہے تو تیری موت بھی کافر ہے۔

شاہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ

وصال سے ایک سال قبل انہوں نے تمام اعزہ واقارب سے بےتعلقی اختیار کر لی۔ جب خاموشی کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا ''کلام من تفسیر وحدیث است، بکدام گفتہ شود کہ می فہمد'' یعنی میری گفتگو تفسیر وحدیث ہے، یہ کس سے کروں اور کون سمجھے؟

جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حالت نازک ہوئی تو مریدوں کو مزار کے متعلق ان کی مرضی دریافت کرنے کا خیال ہوا۔ خواجہ محمد عاقل نے لوگوں کے اصرار پر دریافت کیا کہ حضور کا مزار کہاں بنایا جائے؟ جواب میں ارشاد ہوا، ''من غیب داں نیستم، حق تعالیٰ می داند کہ کجا خواہد مرد'' یعنی میں غیب کا جاننے والا نہیں ہوں، حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ میں کہاں مروں گا۔

۳/ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ کو آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ (تکملہ سیر الاولیاء ص:۱۳۹)

ایک موتا پی کا قصہ

خواجہ بندہ نواز گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کاموں اور سعادتوں کا سرمایہ اور تمام نیکیوں کی جڑ دو چیزیں ہیں، نفس کی پاکی اور دل کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا۔ ان دونوں سے کوئی حالت اور مقام باہر نہیں ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران اپنی اپنی امتوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے، انہوں نے بھی ان ہی دو باتوں کی ہدایت کی۔ اولیاء اللہ اور انبیاء سبھوں نے ان ہی دو

باتوں سے اپنا اپنا مقام حاصل کیا اور ولایت اور نبوت کے درجہ پر پہنچے۔ خان ہو یا سلطان، بادشاہ ہو یا گدا، یا کوئی حرفت پیشہ ہو جس کو یہ دونوں باتیں حاصل ہو گئیں اس کا درجہ عظیم اور مرتبہ بلند ہے، ورنہ پھر دو کوڑی کا نہیں، خواہ تم کچھ بھی ہو اور کتنے ہی دولت منداور عالم خاندان کیوں نہ ہو اگر تم میں یہ دو باتیں نہیں ہیں، پھر تمہارا کوئی مول نہیں گھاس کے برابر بھی قیمت نہیں۔

حضرت مخدوم قصہ بیان کرتے تھے کہ دہلی میں ایک موتاپی (بالوں کو گھنگھریالا بنانے والا) رہتا تھا۔ ایک سال دہلی میں خشک سالی ہوئی، محلّہ کے لوگ ان کے پاس آئے اور کہا کہ خواجہ بارش نہیں ہو رہی ہے، لوگ پریشان اور بدحال ہیں۔

اس موتاپی نے کہا ''اللہ کیسے پانی برسائے، میں بھیگ جاؤں گا، میرے مکان کی چھپر ٹوٹی ہوئی ہے۔'' لوگوں نے کہا آپ کی چھپر کو نئی کر دیں پھر؟ اس نے کہا ''پھر کیا؟ اگر تم لوگ میری چھپر نئی کر دو گے تو ہم اللہ سے کہیں گے کہ تم لوگوں کے لیے پانی برسادے۔''

اس کے چھپر کی مراد ہی کیا تھی، محلّہ کے سب لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ اس کو گھنٹہ دو گھنٹہ میں بنا کر نئی کر دیا، پھر اس کے پاس گئے کہ حضرت ہم لوگوں نے آپ کی چھپر نئی کر دی۔ اس نے اپنا منہ آسمان کی طرف کر کے کہا ''خداوندا! تو پانی نہیں برسا رہا تھا کہ میں بھیگ جاؤں گا، ان بے چاروں نے میری چھپر نئی کر دی ہے، اب پانی برسادے۔''

اسی لمحہ ایک کنارہ سے گھٹا اٹھی، ٹھنڈی ہوا چلی اور بڑے بڑے قطرے برسنے لگے۔ تمام دن پانی برستا رہا، یہاں تک کہ پانی کی چوٹ سے رسی ٹوٹ ٹوٹ گئی، اور پانی ٹپکنے لگا۔ اس نے پھر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا ''میں نے یہی کہا تھا کہ اتنے بڑے بڑے قطرے اور اتنی زوردار بارش ہو کہ میری چھپر کی رسی ٹوٹ جائے، اور چھپر سے ٹپکنے لگے؟ ایسی بارش سے کسی کو کیا فائدہ ہوگا، سب پانی ضائع ہوگا چھوٹے چھوٹے قطروں والی بارش آہستہ آہستہ برسا۔'' چنانچہ بارش ہلکی ہلکی اور چھوٹے چھوٹے قطروں کی ہونے لگی، کھیتی کو اس سے بڑا فائدہ ہوا۔

یہ قصہ بیان کر کے شیخ نے فرمایا ''اب تم کیا کہو گے؟ یہی کہ وہ ایک معمولی موتاب ہے، نہیں

وہ موتاب ضرور ہے، لیکن اللہ کے مقربین خاص اور مقبول بندوں میں سے ہے، دنیاوی صنعت وحرفت یا کاروبار سے اللہ کی دوستی میں کوئی فرق نہیں پڑتا''۔(ملفوظات خواجہ ص:۴۲۱)

لاہا مالی کا قصہ

حضرت گیسودراز خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دین دار آدمی کو چاہئے کہ عشق کی آگ برابر سلگائے رکھے۔ فرمایا کہ مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ الاسلام خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز ترین دوستوں میں تھے، ایک مرتبہ دوران گفتگو کہنے لگے ''آہ سب کچھ ہوئے لیکن افسوس لاہا نہیں ہوئے''۔

ہم نے پوچھا کہ لاہا کون تھا؟

انہوں نے کہا کہ ''وہ ایک باغبان تھا، دہلی دراز کے باہر ایک باغ میں باغبانی کرتا تھا۔ عرصہ کی بات ہے کہ شہزادیوں میں سے ایک شہر سے باہر اس باغ میں سیر کے لئے آئی۔ اس باغبان کی اس شہزادی پر نظر پڑ گئی اور وہ دل وجان سے فریفتہ ہو گیا۔ ایک ایک بہانہ سے اس کی صورت دیکھنے کے لیے اس کے پاس آتا۔ ایک ایک پھل لاتا، اس کے باغ میں جو کچھ پھل وغیرہ تھا اس کے سامنے لا لا کر انبار کرتا رہا، مغرب تک وہ یہی کرتا رہا۔ جب شام ہوئی اور واپسی کا وقت ہوا شہزادی پالکی میں بیٹھ گئی، پردہ گر گیا اور وہ شان وشوکت سے اپنے محل میں چلی گئی۔

کہاں شہزادی اور کہاں وہ بیچارہ لاہا۔ شہزادی چمن کی چڑیا کی طرح آئی، ایک درخت پر بیٹھی اور اڑ گئی۔ لاہا کی بے قراری جب بہت بڑھی تو وہ بھی پالکی کے پیچھے پیچھے محل کے دروازے پر پہنچا۔

لوگوں نے سمجھا کہ تمام دن اس نے میوہ اور پھل شہزادی کی خدمت میں پیش کیا ہے، شاید انعام لینے کے لیے آیا ہو۔ شہزادی نے اس کو انعام بھیجا، تو اس نے کچھ نہ لیا، کہا کہ یہ سب بی بی پر قربان ہے، میں اسے لے کر کیا کروں گا۔ دروازہ پر کچھ دیر کھڑا رہا، پھر شہزادی اندر چلی گئی، لاہا

کی حالت خراب ہوگئی، وہ صرف چند روز زندہ رہا، شہزادی کے دروازہ پر آیا اور وہیں پر گر کر جان دے دی۔ (ملفوظات خواجہ)

وصال کے مختصر واقعات

حضرت حکم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت معتمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حکم (ایک رئیس) کے انتقال کے وقت ان کے پاس تھا اور دعا کر رہا تھا کہ حق تعالیٰ شانہ اس پر موت کی سختی کو آسان فرما دے کہ اس شخص میں فلاں فلاں خوبیاں تھیں۔ میں اس کی اچھی عادتیں گن گن کر دعا کر رہا تھا، حکم کو غفلت ہو رہی تھی، جب ان کو اپنی غفلت سے ہوش آیا تو کہنے لگے کہ ''فلاں فلاں بات کون شخص کہہ رہا تھا؟'' معتمر رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ میں کہہ رہا تھا۔ حکم نے کہا کہ ملک الموت علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''میں ہر سخی شخص کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہوں'' یہ کہہ کر حکم کی روح پرواز کر گئی۔ (فضائل صدقات ص:۴۷۴)

ابوبکر زفاق رحمۃ اللہ علیہ

ابوبکر رقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''میں ابوبکر زفاق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک روز صبح کے وقت حاضر تھا۔ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''یا اللہ تو مجھے اس دنیا میں کب تک ڈالے رکھے گا؟'' چنانچہ اسی روز ظہر کا وقت بھی نہ آنے پایا تھا کہ ان کا وصال ہو گیا۔ (فضائل صدقات ص:۴۷۳)

مسلمہ بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ

مسلمہ بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے۔ کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ ''میں موت کے ڈر سے نہیں رو رہا ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل وثوق ہے۔ میں اس پر رو رہا ہوں کہ میں تیس مرتبہ جہاد میں شریک ہوا، مگر شہادت نصیب نہ ہوئی اور آج عورتوں کی طرح بستر پر جان دے رہا ہوں''۔ (فضائل صدقات ص:۴۸۰)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

ابن عون فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت آیا، تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پڑھا اور دونوں ہاتھوں کو نکالا۔ (المحتضرون)

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ

سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیچھے بہت دنانیر چھوڑے تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا، تو انہوں نے فرمایا، ''اے اللہ! یقیناً تو جانتا ہے کہ میں نے یہ مال صرف اس لئے جمع کیا تاکہ اس کے ذریعہ میرے دین کی حفاظت ہو، میں صلہ رحمی کروں، سوال سے بچ جاؤں، اور اپنا قرض پورا کروں۔ اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو ایسا نہ کرے۔''

حضرت مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ

مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ان پر داخل ہوئے اور ان کو گھبرائے ہوئے پایا۔ فرمایا کہ آپ گھبراتے ہیں؟ کاش میں اسی وقت مرجاتا۔

مسعر رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً کہا، ''مجھے بٹھاؤ۔'' اور پھر سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے دوبارہ بات دہرانے کو فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا، ''یقیناً آپ کو تو اپنے اعمال پر بھروسہ ہے۔ میں اللہ کی قسم! پہاڑ کی چوٹی پر ہوں، نہ معلوم کہاں گرنے کو ہوں۔'' اس پر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ رو پڑے اور ارشاد فرمایا، ''آپ مجھ سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔''

یحیی الجلاء

ان کو جلاء لقب اس لئے دیا گیا، كَانَ اِذَا تَكَلَّمَ عَلَيْنَا، جَلَا قُلُوْبُنَا کہ جب وہ بولتے تھے تو دلوں کو جلاء نصیب ہوتی۔ (صفۃ الصفوۃ)

ان کے بیٹے احمد کا بیان ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا اور غسل کا وقت آیا تو ہم نے انہیں ہنستے ہوئے دیکھا۔ تو لوگوں پر ان کا معاملہ مشتبہ ہو گیا کہ یہ زندہ ہے یا وفات پا چکے۔ آپ کا جو ہنستا ہوا چہرہ تھا اسے ڈھانپ دیا گیا اور طبیب کو بلایا گیا۔

طبیب نے نبض کو دیکھ کر کہا کہ ھٰذا مَیِّتٌ، پھر جب چہرہ پر سے کپڑا اٹھایا تو دیکھا کہ آپ تو ہنس رہے ہیں، تو طبیب کہنے لگے کہ مجھے نہیں معلوم کہ اب یہ وفات پا چکے ہیں یا زندہ ہیں۔

لوگ ہیبت میں تھے کہ آپ کو غسل کس طرح دیں، تو آپ کے خواص، خاص دوستوں میں سے ساتھی آئے اور انہوں نے غسل دیا اور کفن پہنایا اور آپ کی نمازِ جنازہ پڑھ کر آپ کو دفن کیا گیا۔

ابو الوقت عبد الاول رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الاسلام ابو الوقت عبدالاول السجزی الہروی۔ یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہے۔

یوسف بن احمد الشیرازی اپنی کتاب اربعین البلدان میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالاول کی نزع کے وقت میں ان کو اپنے سینہ سے سہارا دئے ہوئے تھا اور وہ ذکرِ حق میں مشغول تھے۔

محمد بن قاسم صوفی پہنچ کر عرض کرنے لگے یا سیدی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَنْ کَانَ آخِرُ کَلاَمِهِ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ تو اسی وقت آپ نے ان کی طرف نگاہ کی اور یہ آیت پڑھی قَالَ یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ. یہاں سے یٰسٓ کی قراءت شروع کی اور اور اخیر سورت تک پڑھتے چلے گئے اور جب سورت ختم کی تو اس کے بعد اللہ، اللہ، اللہ، فرماتے رہے۔ وفات تک اسمِ ذات کا ذکر جاری رہا۔

حضرت آدم بن ابی ایاس رحمۃ اللہ علیہ

آدم بن ابی ایاس، نسلاً خراسان سے ہیں اور آپ کی نشو ونما بغداد میں ہے۔ اور آپ نے کوفہ، بصرہ، حجاز، شام وغیرہ کے اسفار کئے ہیں۔

وفات کے وقت آدم بن ابی ایاس نے آخری نزع کی حالت میں قرآن پاک ختم کیا اور پھر پڑھا لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ اور آپ کی روح پرواز کرگئی۔

۲۲۰ ہجری میں آپ کی وفات ہے۔ (صفۃ الصفوۃ)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم بن ابی ایاس رحمۃ اللہ علیہ کا جب آخری وقت تھا تو وہ چادر میں لپٹے پڑے تھے اور قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ جب قرآن پاک ختم کیا تو کہنے لگے کہ ''مجھے جو آپ سے محبت ہے اس کا واسطہ دے کر عرض ہے کہ میرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ آج ہی کے دن کے لئے آپ سے امیدیں وابستہ تھیں۔'' اس کے بعد ''لا الہ الا اللہ'' کہا اور روح پرواز کرگئی۔ (فضائل صدقات ص: ۴۸۰)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کی کتاب ''احیاء العلوم'' مشہور ہے، دوشنبہ کی صبح کی نماز وضو کر کے پڑھی۔ پھر اپنا کفن منگوایا اس کو چوما آنکھوں پر رکھا اور کہا کہ ''بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے لئے بڑی خوشی سے حاضر ہوں۔'' یہ کہہ کر قبلہ رخ پاؤں پسار کر لیٹ گئے اور فوراً انتقال کرگئے۔ (فضائل صدقات ص: ۴۸۱)

ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ

جب ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت آیا تو ان کی صاحب زادی رونے لگی۔ فرمایا ''رونے کی بات نہیں ہے، میں نے اس گھر میں چار ہزار قرآن پاک ختم کئے ہیں''۔ (فضائل

صدقات ص:۴۸۳)

ابو حکیم حیری رحمۃ اللہ علیہ

ابو حکیم حیری رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے۔قلم ہاتھ سے رکھ کر کہنے لگے کہ ''اگر اسی کا نام موت ہے تو خدا کی قسم بڑی اچھی موت ہے'' یہ کہہ کر مر گئے۔ (فضائل صدقات ص:۴۸۱)

حضرت ابو بکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ

ابو بکر بن عیاش روزے بکثرت رکھتے اور افطار کے وقت پانی میں ہاتھ ڈبو کر کے یہ دعا کرتے یَا مَلاٰئِکَتِیْ! اے ملائکہ! تمہاری صحبت کا طالب ہوں، اللہ کے ہاں میری کچھ سفارش کر سکتے تو میری سفارش کرو۔

ساٹھ برس تک آپ کا معمول رہا کہ چوبیس گھنٹے میں ایک قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے، چالیس سال رات کو کبھی نہیں سوئے۔

وفات کے وقت آپ کی ہمشیرہ رونے لگی، تو ان کی تسلی کے لئے فرمانے لگے کہ تمہارے بھائی نے اس کونہ میں اٹھارہ ہزار قرآن ختم کئے ہیں۔

ان کے بیٹے ابراہیم رو رہے تھے، تو ان کی تسلی کے لئے فرمایا کہ کیوں روتے ہو؟ تیرے ابّا نے چالیس سال تک روزانہ رات میں ایک قرآن ختم کیا، تو اللہ اسے ضائع کریں گے؟

کوفہ میں آپ کی ۱۹۳ہجری میں وفات ہے جب کہ آپ کی عمر ۹۳ برس تھی۔ (صفۃ الصفوۃ)

صفوان بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ

صفوان بن سلیم نے اللہ تبارک وتعالی سے عہد کیا تھا اَلاَّ یَضَعَ جَنْبَہُ بِالأَرْضِ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰہَ تَعَالٰی کہ آج سے میں اپنا پہلو زمین پر نہیں رکھوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملوں۔

اس عہد کو تیس برس سے زیادہ نبھایا۔

جب سکرات کی حالت میں بیٹھے بیٹھے آپ کی تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے آپ کی بیٹی عرض کرنے لگی کہ ابا جان! آپ اگر لیٹ جائیں تو راحت ملے گی، تو جواب دیا اگر میں ایسا کروں گا، تب تو میں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اس کو میں نے پورا نہیں کیا۔ اسی طرح بیٹھے بیٹھے جان جان دینے والے کے سپرد کر دی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے وفات تک اپنے اس عہد کو نبھایا اور چالیس سال تک زمین پر پہلو نہیں رکھا۔

۱۲۴ ہجری میں آپ کی وفات ہے۔ (تہذیب الکمال)

محمد بن اسماعیل نسّاج رحمۃ اللہ علیہ

آپ وفات کے وقت حجرہ کے کونہ کی طرف دیکھ رہے تھے اور ملک الموت سے خطاب کر رہے تھے کہ آپ ذرا ٹھہر جائیں، اس لئے کہ آپ کو بھی ایک حکم ہے اور مجھے بھی ایک حکم ہے۔ جو آپ کو حکم ہے وہ فوت نہیں ہوگا اور جس کا مجھے حکم ہے اس کے فوت ہونے کا خطرہ ہے۔

پھر اٹھے، وضو کیا، نماز پڑھی، اور لیٹ گئے اور روح پرواز کر گئی۔

کسی نے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ تو فرمانے لگے تمہاری گندی ناپاک دنیا سے ہم نے راحت پائی۔ (البدایہ والنہایہ)

یزید الرقاشی رحمۃ اللہ علیہ

حوشب بن عقیل فرماتے ہیں کہ یزید الرقاشی وفات کے وقت یہ آیت پڑھ رہے تھے **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** . آیت کے بعد فرمایا **أَلاَ اِنَّ الْأَعْمَالَ مَحْظُوْرَةٌ، وَ الْأُجُوْرُ مُكَمَلَةٌ وَ لِكُلِّ سَاعٍ مَا يَسْعٰى ، وَ غَايَةُ الدُّنْيَا وَأَهْلُهَا اِلَى الْمَوْتِ**، یہ فرماتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ (المحتضر ون)

ابو محمد جعفر المرتعش رحمۃ اللہ علیہ

بغداد میں مقیم تھے اور بغداد کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ عَجَائِبُ بَغْدَاد، کہ بغداد کے عجائبات کیا ہیں؟ عَجَائِبُ بَغْدَاد اِشَارَاتُ الشِّبْلِیْ وَ نِکَتُ الْمُرْتَعِش وِ حِکَایَاتُ جَعْفَرِ الْخَوَاص کہ شبلی کے اشارات اور مرتعش کے نکتے جو وہ بیان کرتے ہیں اور جعفر خواص کی حکایات اور قصے بغداد کے عجائبات میں سے ہیں۔

مسجد شونیزیہ میں جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرما رہے تھے کہ میں نے اللہ عز و جل سے تین دعائیں کی تھی:۔أنْ یُمِیْتَنِیْ فَقِیْرًا... وَ أنْ یَجْعَلَ وَفَاتِیْ فِیْ هٰذا الْمَسْجِدِ، فَاِنِّیْ صَحِبْتُ فِیْهِ أقْوَامًا... وَأنْ یَّجْعَلَ عِنْدِیْ مَنْ اٰنَسُ بِهِ وَ اُحِبُّهُ، تیسرا یہ کہ وفات کے وقت میرے پاس جن سے مجھے انس اور محبت ہے وہ میرے پاس ہوں۔

اللہ نے تینوں دعائیں میری قبول کی۔

یہ فرمایا اور آنکھیں بند کرلیں اور وفات ہوگئی۔(البدایہ والنہایہ)

عبید اللہ بن محمد الزاہد البُستی رحمۃ اللہ علیہ

عبیداللہ بن محمد الزاہد البُستی نے ستر سال تک نہ کسی دیوار سے، نہ کسی چیز سے، نہ تکیہ پر ٹیک لگایا، مشغول بحق رہے۔ستر برس تک مشغول رہے۔

وفات کے وقت پوچھا گیا تو فرمانے لگے،أرٰی بَیْنَ یَدَیَّ اُمُوْرًا هَائِلَةً، وَ لاَ أدْرِیْ کَیْفَ أنْجُوْ مِنْهَا میرے سامنے بہت ہولناک چیزیں ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ میں کیسے ان ہولناکیوں سے بچ سکوں گا؟

۸۵ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔کسی نے اپنی مرحومہ ماں کو خواب میں دیکھا کہ وہ بہت عمدہ کپڑے پہنے اور زینت کرکے تیار ہیں۔

پوچھا کہ اماں! اس قدر آپ نے تیاری کس چیز کے لئے کررکھی ہے؟ فرمانے لگی نَحْنُ فِیْ

عِیْـدٍ لِأَجْلِ قُدُوْمِ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّد الزَّاهِدِ الْبُسْتِیِّ عَلَیْنَا کہ آج ہماری عید ہے کہ ہمارے پاس عبیداللہ بن محمد الزاہد البستی آ رہے ہیں۔(البدایہ والنہایہ)

عامر بن عبداللہ العنبری رحمۃ اللہ علیہ

وفات کے وقت آپ رو رہے تھے۔عرض کیا گیا کہ آپ کے تو یہ یہ کارنامے ہیں تو یہ سن کر اور زیادہ رونے لگے اور فرمانے لگے کہ مجھے یہ بات رلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں فرماتے ہیں اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔(الطبری، جامع البیان)

ابو حصین، عاصم، اعمش رحمۃ اللہ علیہم

ابوبکر عیاش فرماتے ہیں کہ میں ابوحصین کی خدمت میں مرض الوفات میں پہنچا تو ان پر بے ہوشی طاری تھی۔پھر جب افاقہ ہوا تو وہ یہ آیت پڑھ رہے تھے وَ مَا ظَلَمْنَاهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِیْنَ، اس کو پڑھتے، بے ہوش ہو جاتے، پھر افاقہ ہوتا، پھر پڑھتے، پھر بے ہوش ہو جاتے۔

اسی طرح ابوبکر عیاش فرماتے ہیں کہ میں حضرت عاصم کی خدمت میں آخری وقت میں پہنچا، تو محراب میں کھڑے تلاوت کر رہے ہوں، اس طرح قراءت کے ساتھ عاصم یہ آیت پڑھ رہے تھے ثُمَّ رُدُّوْا اِلَی اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ أَلاَ لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِیْنَ.

اور ابوبکر عیاش فرماتے ہیں کہ میں اعمش کی خدمت میں آخری وقت میں پہنچا۔فرمایا کہ وفات کی کسی کو اطلاع دینے کی ضرورت نہیں، مجھے آبادی سے باہر لے جا کر ڈال دینا۔پھر رونے لگے۔کہا گیا کہ آپ موت کے وقت رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے کہ مجھے میرا حال معلوم ہے، کیوں نہ روؤں؟(المحتضرون)

حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ

ابوعثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہونے لگا تو کسی نے پوچھا کہ کوئی وصیت فرما دیجئے۔ فرمانے لگے کہ ''مجھ میں بولنے کی طاقت نہیں۔'' اس کے بعد ذرا قوت سی معلوم ہوئی، تو میں نے کہا اب فرما دیجئے، میں لوگوں تک پہنچا دوں گا۔ فرمانے لگے کہ ''اپنی کوتاہی پر پورے دل سے انکسار اور عاجزی ہو''۔ (بس یہ میری آخری وصیت ہے)
(فضائل صدقات ص:۴۸۳)

حضرت رویم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت رویم رحمۃ اللہ علیہ کو انتقال کے وقت کسی نے تلقین کیا، تو فرمانے لگے میں اس کے غیر کو اچھی طرح جانتا ہی نہیں۔ (فضائل ذکر ص:۱۱۸)

زبیدہ رحمۃ اللہ علیہا کا واقعہ

زبیدہ رحمۃ اللہ علیہا کو کسی نے خواب میں دیکھا، اس سے پوچھا کیا گزری؟ اس نے کہا ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہوگئی:

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه أَفْنِیْ بِهَا عُمْرِی   لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه أَدْخُلُ بِهَا قَبْرِی

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه أَخْلُوْ بِهَا وَحْدِی   لَا اِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰه أَلْقٰی بِهَا رَبِّی

یعنی ''لا الہ الا اللہ'' کے ساتھ اپنی عمر کو ختم کروں گی اور ''لا اللہ الا اللہ'' ہی کو قبر میں لے جاؤں گی۔ ''لا الہ الا اللہ'' کے ساتھ تنہائی کا وقت گزاروں گی اور ''لا الہ الا اللہ'' ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی۔ (فضائل ذکر)

شیخ ابوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی وفات ۱۴/ جمادی الاول ۲۴۵ھ کو ہوئی۔ بصرہ کے جنگل میں جب آپ کا وصال

ہوا۔ کچھ عرصہ بعد وہاں ایک جماعت پہنچی، آپ کو دیکھا کہ قبلہ رو کھڑے ہیں، جسم خشک ہو گیا ہے، ہاتھ میں عصا ہے، پہاڑ کا درہ سامنے ہے اور کسی درندہ سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ (ظہیر الاصفیاء ص: ۱۶۷)

شیخ محمد بن فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ

اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرنے سے پہلے خواجہ نے وصیت کی تھی کہ میرے جنازہ کو حفاظت سے رکھنا، یہاں تک کہ ایک ابلق سوار آئے گا اور میرے جنازہ کی نماز پڑھائے گا۔

حضرت خواجہ کا جب وصال ہو گیا، ایسا ہی کیا گیا۔ انتظار کرتے رہے کہ اتنے میں میرے والد شیخ فصیح الدین رحمۃ اللہ علیہ ابلق گھوڑے پر سوار پہنچے اور جنازہ کی نماز پڑھائی۔

خواجہ کی وفات ۱۰۰۵ھ کو ہوئی، مزار مبارک زندجان میں ہے، شیخ فصیح الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پنج شنبہ ۲۲/ رمضان ۱۰۹۰ھ کو ہوئی قبر مبارک لاہور میں واقع ہے۔ (سفینۃ الاولیاء ص: ۲۴۵)

شیخ دانیال قدس سرہ

شیخ دانیال قدس سرہ اپنے وطن مالوف سترکہ کو روانہ ہوئے۔ لکھنؤ سے آگے بڑھے تو ڈاکوؤں نے آپ کے سامان کو لوٹ کر حضرت شیخ دانیال قدس سرہ کو شہید کر دیا۔ اسی لوٹ کھسوٹ میں آپ کے اہل وعیال بھی شہید کر دئے گئے۔ آپ کا مال واسباب لے کر ابھی چلے ہی تھے کہ ایک دہشت ناک آواز آئی۔ یہ آواز ایک کٹی ہوئی لاش سے آئی۔ تمام ڈاکو اندھے ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد بادشاہ نے انہیں گرفتار کر لیا اور انہیں پھانسی لگا دی گئی۔ حضرت کی نعش مبارک کو سترکہ میں لا کر دفن کر دیا گیا۔ یہ قصہ ۷۴۸ھ میں پیش آیا۔ (خزینۃ الاصفیاء ص: ۲۱۴)

شیخ مظفر بلخی رحمۃ اللہ علیہ

وفات کے قریب تقریباً بائیس دن تک کھانا نہ کھایا۔ کسی سے بات نہ کی، وصال کے وقت اپنے پیران عظام کی امانت اپنے برادر زادہ شیخ حسین کو خرقہ خلافت کے ساتھ دی اور ۷۸۸ھ میں فوت ہوئے۔ آپ اپنے پیر و مرشد حضرت منیری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد صرف چھ سال زندہ رہے۔ (خزینۃ الاصفیاء ص: ۲۷۸)

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ ہوا میں اڑتے ہیں اور فرماتے ہیں اب میں نے زندان سے رہائی پائی۔

خواب دیکھنے والا بیان کرنے کو آیا تو آپ کی وفات ہو چکی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد آسمان سے آواز آئی، کہ ''داؤد طائی مقصود تک پہنچ گئے، اور خدا تعالیٰ ان سے خوش ہے''۔ (ظہیر الاصفیاء ص: ۲۱۹)

شیخ حمدان قصار رحمۃ اللہ علیہ

جب آپ بیمار ہو گئے تو لوگوں نے کہا کہ بچوں کو وصیت کر دیجئے۔ فرمایا میں ''ان پر بہ نسبت درویشی کے امیری کا زیادہ خوف کرتا ہوں۔''

حالت نزع میں فرمایا کہ ''جب میری وفات ہو جائے تو مجھے عورتوں میں نہ چھوڑنا۔'' آپ کی وفات ۲۹۱ھ میں ہوئی۔ (ظہیر الاصفیاء ص: ۳۱۵)

شیخ ابو الحسن النوری رحمۃ اللہ علیہ

ایک نابینا شخص اللہ اللہ کہہ رہا تھا۔ آپ نے اس کے پاس جا کر فرمایا تو اسے کیا جانے اور اگر جانتا ہے تو زندہ کب رہے گا؟ یہ کہہ کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب اٹھے تو جنگل کو چل دئے اور

ایک نیستان میں پہنچے۔ وہاں بانسوں کے کانٹے پیروں اور ہاتھوں میں چبھ گئے اور خون بہنے لگا۔ جو قطرہ خون کا گرتا تھا، اللہ کا نقش لکھ جاتا تھا۔

ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کو گھر لائے اور کہا گیا کہ ''لا الہ الا اللہ'' کہو تو فرمایا ''میں وہیں جاتا ہوں'' اور وہیں وفات پائی۔

جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب سے نوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی کسی نے حقیقت صدق کے بارے میں گفتگو نہ کی کہ وہ صدیق زمانہ تھے۔ (ظہیر الاصفیاء ص: ۳۶۶)

شیخ عثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ

جب آپ پر موت کے آثار ظاہر ہوئے تو صاحبزادہ نے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ فرمایا ''بیٹے تم نے سنت کے خلاف کیا اور سنت کے خلاف کرنا نفاق کی نشانی ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ'' (یعنی ہر برتن میں سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہو) اور حضور کامل میں جان دے دی۔ (ظہیر الاصفیاء ص: ۳۷۳)

شیخ نساج رحمہ اللہ

جب وفات کا وقت آیا تو نماز کا وقت تھا۔ عزرائیل علیہ السلام نے سایہ ڈالا تو آپ نے سر اٹھا کر فرمایا ''عَفَاکَ اللّٰہ'' تھوڑا تو توقف کرو کہ تم بھی مامور بندہ ہو اور میں بھی، تم کو حکم دیا گیا ہے کہ جان نکالو اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ وقت آئے تو نماز پڑھو۔ تم کو جو حکم دیا گیا ہے وہ تو فوت نہیں ہوگا اور مجھے جو حکم دیا گیا ہے وہ رہ جائے گا، پس اتنا صبر کرو کہ میں وضو کرلوں۔''

پھر وضو کر کے نماز پڑھی اور جان بحق تسلیم ہوگئے۔ لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ''یہ مجھ سے نہ پوچھو لیکن تمہاری نجس دنیا سے میں چھوٹ گیا''۔ (ظہیر الاصفیاء ص: ۴۱۲)

شیخ ابو بکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ

وفات کا وقت قریب ہوا تو لوگوں نے پوچھا کہ حالت حیات میں آپ کا کیا عمل تھا جس سے اس درجہ تک پہنچے؟ فرمایا ''اگر میری وفات نزدیک نہ ہوتی تو میں نہ کہتا۔'' پھر فرمایا ''میں چالیس سال تک اپنے دل کا دربان رہا، جب غیر اللہ اس میں گھسنے کا ارادہ کرتا تو میں دروازہ بند کر دیتا یہاں تک کہ غیر خدا تمام چیزوں کو دل سے میں نے دور کر دیا اور میرا دل ایسا ہو گیا کہ بجز خدا تعالیٰ کے کسی چیز کو نہیں جانتا''۔ (ظہیر الاصفیاء ص: ۴۲۳)

شیخ عبد اللہ ثقیف رحمۃ اللہ علیہ

حالت وفات میں خادم سے فرمایا کہ ''میں بھاگا ہوا بندہ تھا۔ جب مر جاؤں تو میری گردن میں طوق اور پاؤں میں بیڑی ڈالنا اور ہاتھ پیچھے باندھ کر قبلہ کی طرف منہ کر دینا، شاید کہ وہ قبول کر لے۔''

جب وفات ہو گئی اور خادم نے وصیت پوری کرنا چاہی تو ہاتف نے آواز دی کہ ''اے بے خبر ایسا نہ کر، کیا تو چاہتا ہے کہ ہمارے عزیز کو خوار کرے؟'' اس نے یہ سن کر چھوڑ دیا۔ (ظہیر الاصفیاء ص: ۴۲۹)

خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ

اصلاح وتلقین پابندی شریعت کے باعث آپ کا خطاب مروج الشریعۃ ہوا۔ ۱۹/ ربیع الاول ۱۰۸۳ھ کو جمعہ کے روز سرہند واپس ہوتے ہوئے بمقام سنہالکر پہنچ کر آپ نے دریافت فرمایا ''کیا نماز کا وقت باقی ہے؟'' وقت باقی تھا مگر علالت کے باعث وضو کی قدرت نہ تھی۔ آپ نے تیمّم فرمایا، پھر پیشانی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ '' اس کے بعد نماز کی نیت باندھی اور جب پیشانی فرش پر تھی، روح القدس نے عرش بریں کی جانب پرواز کی۔

(علمائے ہند کا شاندار ماضی ص:۳۰۱)

شیخ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ

وفات کے قریب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیا مرض ہے؟ فرمایا ''مرض مجھ سے پوچھتے ہو؟'' کہا گیا لا الہ الا اللہ کہیئے، تو آپ نے دیوار پر منہ رکھ کر فرمایا'' میں بالکل تجھ میں فانی ہو گیا، اس شخص کی جزا یہی ہے، جو تجھ کو دوست رکھے۔'' اور پھر فرمایا ''تین سال سے بہشت مجھ پر پیش کی جاتی ہے، مگر میں نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں اور تین سال سے میرا دل گم ہو گیا ہے، مگر میں اس کی واپسی نہیں چاہتا، ایسی حالت میں کہ تمام صدیقین نے دل کو حق تعالیٰ میں گم کرنا چاہا ہے، میں کس طرح طلب کروں''۔ یہ کہہ کر وفات پائی (ظہیر الاصفیاء ص:۵۴۸)

شیخ ابوحمزہ محمد بن ابراہیم بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بیان نہایت عمدہ کیا کرتے تھے۔ ایک روز ہاتف نے آواز دی کہ ''تم بیان بہت اچھا کرتے ہو، لیکن اگر خاموش رہو تو بہت بہتر ہے۔'' اس کے بعد سے خاموش ہو گئے اور اسی ہفتہ میں وفات پائی۔ جمعہ کے روز دوران خطبہ ایک حالت آپ پر طاری ہوئی تو وہیں گر پڑے اور انتقال فرما گئے۔ (ظہیر الاصفیاء ص:۵۵۳)

شیخ ابوالفضل حسن سرخسی رحمۃ اللہ علیہ

جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو لوگوں نے کہا آپ کو فلاں جگہ دفن کریں جو مشائخ اور بزرگوں کی جگہ ہے؟ فرمایا ''ہرگز نہیں، میں کون ہوں جو مجھے ایسے بزرگوں کے جوار میں دفن کیا جائے، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ فلاں ٹیلہ پر جو خراباتیوں کی قبریں ہیں، ان کے برابر دفن کیا جاؤں، کیوں کہ وہ رحمت سے زیادہ نزدیک ہیں، اکثر پانی پیاسوں کو دیا جاتا ہے کہ محتاج ہیں اور کریم محتاج کو عطا کرتا ہے۔'' (ظہیر الاصفیاء ص:۵٦۸)

شیخ بابا واے کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ کی کتابوں میں حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ایک بڑی عبرت آموز حکایت درج ہے۔

لکھا ہے کہ چند شیعہ ایک زندہ نوجوان کا جنازہ بنا کر حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نماز پڑھوانے لائے۔ منصوبہ یہ تھا کہ جونہی حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ تکبیر کہیں تو ''مردہ'' کفن پھاڑ کر بھاگ کھڑا ہو۔ چنانچہ اگر منصوبہ کے بموجب عین نماز کی حالت میں یہ ''جنازہ'' اٹھ کر بھاگ جاتا تو یقیناً تاریخ کا ایک مزاحیہ پارٹ ہوتا، مگر ہوا یہ کہ جیسے ہی حضرت شیخ نے نماز جنازہ کی تکبیر کی تو ملک الموت سے مذاق کرنے والا یہ بدقسمت نوجوان غیرت الٰہی کی گرفت میں آ کر متاع زندگی فنا کر بیٹھا۔ (خزینۃ الاصفیاء ص:۳۳۸ ج:۲-علماء ہند کا شاندار ماضی ج:۱،ص:۳۵۰)

شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ چھ سو انسٹھ ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار گوہر بار ہانسی میں ہے۔

وفات کے بعد حضرت شیخ کو لوگوں نے خواب میں دیکھا اور آپ کے احوال کے متعلق پوچھا فرمایا ''جب مجھے قبر میں دفنایا گیا تو عذاب کے دو فرشتے آئے وہ مجھے عذاب دینا چاہتے تھے، تو ان کے پیچھے دو فرشتے اور آئے۔ انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان پہنچایا کہ اس شخص کو بخش دیا گیا ہے۔ یہ مغرب کی سنتوں کے بعد دو رکعت نماز پڑھا کرتا تھا، جس میں سورۂ بروج اور الطارق پڑھا کرتا تھا، نیز یہ فرض نماز کے بعد آیت الکرسی بھی پڑھا کرتا تھا۔'' (خزینۃ الاولیاء ج:۲/ ص:۱۰۶)

شیخ احمد نہروانی قدس سرہ

آپ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور خلیفہ تھے۔ بڑے بلند پایہ بزرگ اور اسرار حقیقت کے واقف تھے۔

حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کسی کو بہت کم پسند فرمایا کرتے تھے، مگر حضرت شیخ نہروانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ شیخ احمد نہروانی رحمۃ اللہ علیہ صوفیوں کے منبع ہیں۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس مجلس سماع میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، اس میں شیخ احمد نہروانی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔

شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ احمد نہروانی رحمۃ اللہ علیہ بافندگی کرتے تھے، کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ کام کے دوران ہی ان پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ اپنے آپ ہی غائب ہو جاتے، کام سے دستبردار ہو جاتے، لیکن خود بخود کپڑے بنے جاتے رہتے۔ (خزینۃ الاصفیاء حصہ دوم ص: ۱۰۷)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت کی جو تاریخ معلوم ہوئی ہے اس کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۶۲۷ھ میں ہوا تھا۔ اگر وہ ۵۸۸ھ میں اجمیر آئے تو اس کا یہ معنیٰ ہیں کہ اجمیر میں ان کا قیام ۳۹ رسال رہا۔

سیر الاقطاب میں ہے کہ وفات کے دن عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے حجرہ کا دروازہ بند کر لیا۔ حجرہ کے باہر خانقاہ کے رہنے والوں میں ایسی آواز آتی رہی جیسے کوئی پاؤں کو وجد کی حالت میں پٹکتا ہو۔ ان کو خیال ہوا کہ خواجہ صاحب پر وجد کا عالم طاری ہے۔ اخیر شب میں یہ آواز بند ہو گئی۔ فجر کی نماز کا وقت آیا، تو دروازے پر دستک دی گئی، لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں آئی۔ جب دروازہ

کسی طرح کھولا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ حبیب اللہ حب اللہ کی خاطر جاں بحق ہو گئے۔(بزم صوفیہ ص:۶۴/۶۵)

قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

دہلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ قطب الاسلام بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قیام کیا، اور وفات کے بعد انہی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ لطائف اشرفی میں سال وفات ۱۶۴۱ھ ہے، رمضان کے مہینہ میں تراویح کے بعد وتر کی نماز میں سجدے میں گئے، تو روح عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔(بزم صوفیہ ص:۱۱۰)

شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مجاہدے اور ریاضت سے عبارت تھی۔ انہوں نے جن چیزوں کو بچپن سے خود پر لازم ٹھہرایا انہیں آخری سانس تک قضا نہ کیا۔ اسلاف کے طور طریقوں کی اتباع میں کبھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آپ آداب مشائخ کی حفاظت اور حاجت مندوں کی اعانت کے سلسلہ میں بہت سعی فرماتے تھے۔ تواضع، انکساری، شگفتگی طبع، علم، بردباری، صبر رضا و تسلیم الغرض تمام اخلاق محمودہ میں مشائخ چشت کا مثالی پیکر تھے۔ آپ نے ۶/ جمادی الثانی ۹۷۵ھ کو انتقال فرمایا۔ روح پرواز ہوتے وقت زبان پر یہ آیت کریمہ تھی فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْن. (انفاس العارفین ص:۳۵۱)

ہشام بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ

جب ہشام بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہونے لگا تو اس نے اپنی اولاد کی طرف نظر کی۔ یہ لوگ اس وقت اس کے پاس بیٹھے رو رہے تھے اور دیکھ کر کہا کہ ''ہشام نے تمہیں دنیا دی اور تم اس پر روئے۔ اس نے تمہارے لئے اپنا جمع کیا ہوا ذخیرہ چھوڑا اور تم نے اس پر اس کے

کمائے ہوئے گناہ چھوڑے، (حاصل یہ کہ میں نے تم کو فائدہ پہنچایا مگر تم سے مجھے سوائے لغویات اور مضر باتوں کے کچھ نہ ملا) سو اب ہشام کا برا انجام ہے اگر خدا نے اسے معاف نہ کیا۔''

حضرت مغیرہ الخیراز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مغیرہ الخیراز رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الموت میں لوگ ان کے پاس گئے، اور پوچھا کہ حضرت مزاج کیسا ہے؟ فرمایا کہ ''گناہوں کے بوجھ میں دبا ہوا ہوں۔'' لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ کا کسی چیز کو جی چاہتا ہے؟ فرمایا ''ہاں اس کا جی چاہتا ہے کہ میری موت سے پہلے اللہ تعالیٰ مجھ پر یہ احسان فرمائیں کہ میں ان تمام باتوں سے توبہ کرلوں جو خدا کو ناپسند ہیں''۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ

جب ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہونے لگا تو آپ رونے لگے۔ کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ ''مجھے اپنے پروردگار کے قاصد کا انتظار ہے جو خدا کی طرف سے میرے پاس آئے گا اور آکر نہیں معلوم جنت کی خوشخبری سنائے گا یا دوزخ کی اطلاع دے گا۔''

حضرت ابو بکر بن عباس رحمۃ اللہ علیہ

جب ابو بکر بن عباس رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے، تو ایک نصرانی طبیب ان کو دیکھنے آیا اور آکر نبض دیکھنی چاہی۔ آپ نے اس کو ہاتھ نہ لگانے دیا۔ جب نصرانی طبیب اٹھ کر چلا تو جاتے ہوئے ابو بکر رحمہ اللہ نے اس کو دیکھا اور فرمایا کہ ''اے اللہ جب آپ نے مجھے اس طبیب کے مرض کفر سے نجات دی ہے تو یہ میرے لئے کافی ہے، اور اب مجھے کسی بیماری کی پرواہ نہیں، آپ جو معاملہ چاہیں میرے ساتھ کریں (خود مجھے اچھا کر دیں خواہ مرض بڑھا دیں اور مار دیں)۔''

وہب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ

جب وہب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے، تو حاکم مکہ نے ان کے پاس ایک عیسائی طبیب بھیجا۔ اس نے آ کر پوچھا کہ کیا تکلیف ہے؟ وہب نے فرمایا ''میں تجھے نہ بتاؤں گا کہ مجھے کیا تکلیف ہے؟'' لوگوں نے (سمجھا کہ عیسائیت سے نفرت اس کا سبب ہے اور) کہا کہ (اگر آپ کو اس سے نفرت ہے تو) ہم سے کہہ دیجئے، ہم اس سے کہہ دیں گے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا حیرت ہے کہ ان کی عقلیں کہاں گئیں؟ ارے عقلمندو، ذرا سوچو تو کیا تم مجھ سے کہتے ہو کہ میں اپنے خدا کی شکایت اس کے ایک دشمن سے کروں، آپ سب حضرات میرے پاس سے تشریف لے جائیں۔ (مجھے ایسے خیر خواہوں کی ضرورت نہیں)۔

حجاج بن یوسف

حجاج بن یوسف مرتے وقت کہہ رہا تھا کہ ''الٰہی تو میری مغفرت فرما کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ تو میری مغفرت نہیں کرے گا۔'' حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو حجاج کی تقریر اچھی معلوم ہوا کرتی تھی اور اس پر غبطہ کیا کرتے اور جب یہ حال حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا تو آپ نے کہا کہ ''کیا حجاج نے یوں ہی کہا تھا؟'' لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ ''تو کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اس کے حال پر رحم فرمائے''۔ (احیاء العلوم ص: ۶۷۸)

حضرت ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ

جب ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات قریب ہوئی تو رونے لگے اور ان سے گریہ کا سبب پوچھا گیا، تو فرمایا کہ ''میں ایسے کسی گناہ کے لئے نہیں روتا کہ مجھ کو اس کے ارتکاب کا یقین ہو، بلکہ خوف یہ ہے کہ کہیں میں نے کوئی کام کیا ہو، اپنی دانست میں اس کو ہلکا سمجھا ہو اور وہ خدا کے نزدیک بڑا ہو۔ (احیاء العلوم)

چند دیگر اللہ والوں کے احوال

ان حضرات کے نام نہیں معلوم ہو سکے

عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے انتقال کا وقت قریب تھا، شیطان ان کے پاس آیا اور کہنے لگا تو مجھ سے چھوٹ ہی گیا (یعنی میرے بس میں نہیں آیا)۔ وہ فرمانے لگے مجھے تجھ سے ابھی تک اطمینان نہیں ہے۔ (فضائل صدقات ص:۴۷۳)

ایک شخص کہتے ہیں کہ ایک فقیر نزع کی حالت میں سسک رہا تھا، مکھیاں اس کے منہ پر کثرت سے بیٹھ رہی تھیں۔ مجھے ترس آیا، میں اس کے پاس بیٹھ کر مکھیاں اڑانے لگا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگا کہ ''برسوں سے خاص وقت کی کوشش میں لگا ہوا تھا، ساری عمر کوشش پر بھی نصیب نہ ہوا، اب ملا تو تو آ کر بیچ میں گھس گیا۔ جا اپنا کام کر اللہ تیرا بھلا کرے'' (فضائل صدقات ص:۴۸۲)

ابوبکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے بہت زیادہ مال جمع کیا تھا۔ جب مرنے کے قریب ہو گیا تو اپنے بیٹوں سے کہا کہ ''میرا سارا مال میرے سامنے تو کر دو۔'' وہ سب جلدی جلدی جمع کیا گیا۔ بہت سے گھوڑے، اونٹ، غلام وغیرہ سب چیزیں سامنے لائی گئیں، وہ ان کو دیکھ کر (حسرت سے) رو رہا تھا کہ یہ سب چھوٹ رہا ہے۔

اتنے میں ملک الموت سامنے آ گئے اور کہنے لگے ''رونے سے کیا فائدہ ہے؟ اس ذات کی قسم، جس نے یہ سب نعمتیں تجھ کو عطا کیں اب تیری جان لے کر جاؤں گا۔'' اس نے درخواست کی کہ ''تھوڑی سی مہلت اگر دے دی جائے تو میں ان چیزوں کو تقسیم کر دوں؟'' فرشتہ نے کہا ''اب مہلت کا وقت افسوس ہے کہ جاتا رہا، کاش اس وقت سے پہلے تو تقسیم کر دیتا۔'' یہ کہہ کر اس کی جان نکال لی۔ (فضائل صدقات ص:۴۶۹)

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا۔ راستہ میں

ایک نصرانی راہب مجھے ملا جس کی کمر میں زنار (پٹکہ یا دھاگہ وغیرہ جو کفر کی علامت کے طور پر کافر باندھتے ہیں) بندھا ہوا تھا۔ اس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی۔ (کافر فقیر اکثر مسلمان فقراء کی خدمت میں رہتے چلے آئے ہیں) میں نے ساتھ لے لیا، سات دن تک ہم چلتے رہے۔ (نہ کھانا پینا)

ساتویں دن اس نصرانی نے کہا اے محمدی! کچھ اپنی فتوحات دکھاؤ۔ (کئی دن ہو گئے کچھ کھایا نہیں) میں نے اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا کی کہ ''یا اللہ اس کافر کے سامنے مجھے ذلیل نہ فرما۔'' میں نے دیکھا کہ فوراً ایک خوان سامنے رکھا گیا جس میں روٹیاں، بھونا ہوا گوشت، تر و تازہ کھجوریں اور پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا۔ ہم دونوں نے کھایا، پانی پیا اور چل دیئے۔

سات دن تک چلتے رہے، ساتویں دن میں نے (اس خیال سے کہ وہ نصرانی پھر نہ کہہ دے) جلدی کر کے اس نصرانی سے کہا کہ ''اس مرتبہ تم کچھ دکھاؤ، اب کے تمہارا نمبر ہے۔'' وہ اپنی لکڑی پر سہارا لگا کر کھڑا ہو گیا اور دعا کرنے لگا، جب ہی دو خوان جن میں ہر چیز اس سے دوگنی تھی، جو میرے خوان پر تھی، سامنے آ گئے۔

مجھے بڑی غیرت آئی، میرا چہرہ فق ہو گیا اور میں حیرت میں رہ گیا۔ میں نے رنج کی وجہ سے کھانے سے انکار کر دیا۔ اس نصرانی نے مجھ پر کھانے کا اصرار کیا مگر میں عذر ہی کرتا رہا۔ اس نے کہا ''تم کھاؤ میں تم کو دو بشارتیں سناؤں گا، جن میں سے پہلی یہ ہے کہ ''اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ'' (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مسلمان ہو گیا ہوں'' اور یہ کہہ کر زنار توڑ کر پھینک دیا'' اور دوسری بشارت یہ ہے کہ میں نے جو کھانے کے لئے دعا کی تھی وہ یہ کہہ کر کی تھی کہ ''یا اللہ اس محمدی کا اگر تیرے یہاں کوئی مرتبہ ہے تو اس کے طفیل تو ہمیں کھانا دے۔'' اس پر یہ کھانا ملا ہے اور اسی وجہ سے میں مسلمان ہوا۔''

اس کے بعد ہم دونوں نے کھانا کھایا، پھر آگے چل دیئے۔ آخر مکہ مکرمہ پہنچے اور حج کیا، حج کے بعد وہ نومسلم مکہ ہی میں ٹھہر گیا اور وہیں اس کا انتقال ہوا۔ غفر اللہ لہ (فضائل صدقات

ص:۵۵۶/۵۵۵)

فضائل صدقات میں حضرت شیخ قدس سرہ نے ایک کفن چور کا واقعہ لکھا ہے جو قبریں کھود کر کفن چرایا کرتا تھا۔اس نے ایک قبر کھودی تو اس میں ایک شخص اونچے تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھے، قرآن پاک ان کے سامنے رکھا ہوا ہے، اور وہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں، اور ان کے تخت کے نیچے ایک نہر چل رہی ہے۔اس شخص پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا۔تین دن بعد ہوش آیا۔لوگوں نے قصہ پوچھا، اس نے سارا حال کہہ سنایا۔

بعض لوگوں نے اس قبر کے دیکھنے کی تمنا کی۔اس سے پوچھا کہ قبر بتا دے۔اس نے ارادہ بھی کیا کہ ان کو لے جا کر قبر دکھاؤں۔رات کو خواب میں ان قبر والے بزرگ کو دیکھا کہ کہہ رہے ہیں ''اگر تو نے میری قبر بتائی تو ایسی آفتوں میں پھنس جائے گا کہ یاد کرے گا'' اس نے عہد کیا کہ نہیں بتاؤں گا۔(ص:۴۷۵)

ابو علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک فقیر میرے پاس عید کے دن آیا۔بہت خستہ حال پرانے کپڑے، کہنے لگا ''یہاں کوئی پاک صاف جگہ ایسی ہے جہاں کوئی غریب فقیر مر جائے؟'' میں نے لاپرواہی سے لغو سمجھ کر کہہ دیا کہ ''اندر آجا اور جہاں چاہے پڑ کے مر جا۔''

وہ اندر آیا، وضو کیا، چند رکعت نماز پڑھی اور لیٹ کر مر گیا۔میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور جب دفن کرنے لگا تو مجھے خیال آیا کہ اس کے منہ پر سے کفن ہٹا کر اس کا منہ زمین پر رکھ دوں تا کہ حق تعالیٰ شانہ اس کی غربت پر رحم فرمائیں۔میں نے اس کا منہ کھولا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔میں نے پوچھا ''میرے سردار کیا موت کے بعد بھی زندگی ہے؟'' کہنے لگا کہ ''میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے، میں کل قیامت میں اپنی وجاہت سے تیری مدد کروں گا''۔(فضائل صدقات ص:۴۸۲)

شیخ ابو یعقوب سنوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ ''میں کل کو ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔'' چنانچہ دوسرے دن ظہر کے وقت مسجد حرام میں آیا، طواف کیا

اور تھوڑی دور جا کر مر گیا۔ میں نے اس کو غسل دیا اور دفن کیا۔ جب میں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا کہ ''مرنے کے بعد بھی زندگی ہے؟'' کہنے لگا کہ ''میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے''۔ (فضائل صدقات ص:۴۷۶)

ایک شخص کہتے ہیں کہ میں حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک فقیر آیا اور کہنے لگا کہ ''یہاں کوئی پاک صاف جگہ ایسی ہے جہاں کوئی مر جائے؟'' انہوں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں پانی کا چشمہ بھی تھا۔ وہ اس کے قریب گیا، وضو کیا اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا اور مر گیا۔ (فضائل صدقات ص:۴۷۳)

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرید کو غسل دیا۔ اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا کہ ''میرا انگوٹھا چھوڑ دے مجھے معلوم ہے کہ تو مرا نہیں ہے، یہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال ہے۔'' اس نے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا۔ (فضائل صدقات ص:۴۷۶)

ابوسعید خزاز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ سے نکل رہا تھا کہ دروازہ سے باہر میں نے ایک نہایت خوبصورت آدمی کو مرے ہوئے پڑا دیکھا۔ میں نے جو غور سے اس کو دیکھا تو وہ میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگا اور کہنے لگا ''ابوسعید، تمہیں معلوم نہیں کہ (محبت والے) دوست مرا نہیں کرتے، وہ تو ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ (فضائل صدقات ص:۴۸۳)

ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلہ میں بیمار پڑا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے پرندے بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے سفید، سرخ، سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پَر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھوں میں بڑے بڑے طباق ڈھکے ہوئے ہیں، جن کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے۔

میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے ہیں، میں جلدی جلدی کلمہ طیبہ پڑھنے لگا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا، یہ ایک مؤمن کے لئے تحفہ ہے

جس کا وقت آ گیا ہے۔ (فضائل ذکر ص: ۱۱۸)

عبدالوہاب بن عبدالحمید ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک جنازہ دیکھا جس کو تین مرد اور ایک عورت لئے جا رہے ہیں اور ان کے علاوہ اور کوئی آدمی جنازہ کے ساتھ نہیں۔ چنانچہ میں ساتھ ہو لیا اور عورت کی جانب کا حصہ میں نے لے لیا۔ قبرستان لے گئے، وہاں اس کے جنازہ کی نماز پڑھی، اور اس کو دفن کر کے میں نے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ تھا؟ عورت نے کہا ''یہ میرا بیٹا تھا۔'' میں نے پوچھا تیرے محلّہ میں اور کوئی مرد نہ تھا جو تیری جگہ جنازہ کا چوتھا پایہ پکڑ لیتا؟ اس نے کہا ''آدمی تو بہت تھے، لیکن اس کو ذلیل سمجھ کر کوئی ساتھ نہ آیا۔'' میں نے پوچھا کیا بات تھی، جس سے ذلیل سمجھتے تھے۔ کہنے لگی ''یہ مخنث تھا'' (یعنی ہیجڑا یا عورتوں جیسی حرکات کرنے والا) مجھے اس عورت پر ترس آیا، چنانچہ میں اس عورت کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا اور اس کو کچھ درم اور کپڑے اور گیہوں دیئے۔

میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اس قدر حسین گویا چودھویں رات کا چاند، نہایت عمدہ سفید لباس پہنے ہوئے آیا اور میرا شکریہ ادا کرنے لگا۔ میں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہنے لگا کہ ''میں وہی مخنث ہوں، جس کو تم نے آج دفن کیا، مجھ پر حق تعالیٰ شانہ نے اس وجہ سے رحمت فرما دی کہ لوگ مجھے ذلیل سمجھتے تھے''۔ (فضائل صدقات ص: ۵۲۰)

کہتے ہیں کہ شیخ جلال رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک مرید نے آپ کی بہت عرصہ خدمت کی۔ اس عرصہ میں اس نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ ایک دن شیخ سے باتیں کرتے ہوئے اس کے دل میں خیال آیا کہ پہلے زمانہ میں شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ ایسے تھے کہ جس پر ایک نظر ڈالتے اس کو ولایت کے مرتبہ تک پہنچا دیتے۔ آج ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا۔

شیخ کو اس کے دل کے اس خطرہ پر آگاہی ہو گئی، اس کی طرف دیکھا اور فرمایا ''آج بھی ایسے لوگ ہیں کہ ایک نظر میں مرتبہ ولایت تک پہنچا دیں۔'' یہ سن کر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا، اور جب

وہ ہوش میں آیا تو ولایت کے مرتبہ تک پہنچا ہوا تھا، لیکن تھوڑی دیر زندہ رہ کر اس کا وصال ہو گیا۔ پھر شیخ نے فرمایا ''ہر شخص کو اس بار کے اٹھانے کی برداشت نہیں ہوتی'' (سفینۃ الاولیاء ص: ۱۳۸)

شیخ عبدالرشید جونپوری رحمۃ اللہ علیہ عرف شمس الحق ایک بزرگ گزرے ہیں، شعر بھی کہتے تھے، شمسی تخلص تھا۔ ایک روز فجر کی نماز کے لئے اٹھے، سنت صبح پڑھ کر فرض شروع کئے، تکبیر تحریمہ کے لئے ''اللہ اکبر'' کہا اور روح اس کے پیدا کرنے والے کے سپرد کر دی۔ سن وفات ۱۰۸۳ھ ہے۔ (علمائے ہند کا شاندار ماضی ص: ۳۸۵)

یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ظالموں میں سے ایک ظالم اپنے گھر میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی سے تخلیہ کر رہا تھا۔ اتنے میں دیکھا کہ گھر میں ایک اجنبی آدمی دروازہ سے چلا آ رہا ہے۔ یہ شخص نہایت غصہ میں اس کی طرف لپکا، اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور گھر میں آنے کی تجھے کس نے اجازت دی؟ اس نے کہا کہ ''مجھے اس گھر کے مالک نے اندر آنے کو کہا ہے اور میں وہ شخص ہوں جس کو نہ کوئی پردہ روک سکتا ہے اور نہ بادشاہوں کے پاس جانے کے لئے مجھے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے، نہ کسی ظالم کے دبدبہ سے ڈرتا ہوں اور نہ کسی مغرور متکبر کے پاس جانے سے مجھے کوئی چیز مانع ہوتی ہے۔''

اس گفتگو کو سن کر وہ ظالم خوف زدہ ہو گیا، بدن میں کپکپی آ گئی اور اوندھے منہ گر گیا۔ اس کے بعد نہایت عاجزی سے کہنے لگا پھر تو آپ ملک الموت ہیں۔ اس نے کہا ''ہاں میں وہی ہوں'' صاحب مکان نے کہا کہ آپ مجھے اتنی مہلت دے دیں کہ میں وصیت نامہ لکھ دوں۔ فرشتہ نے کہا ''اب اس کا وقت دور چلا گیا، افسوس کہ تیری مدت ختم ہو چکی ہے، سانس پورے ہو گئے اور تیرا وقت ختم ہو گیا، اب تیرے لئے ذرا سی تاخیر کی بھی گنجائش نہیں۔''

صاحب مکان نے پوچھا کہ آپ مجھے کہاں لے جائیں گے؟ فرشتہ نے کہا ''تیرے اعمال جو آگے گئے ہوئے ہیں ان کے پاس ہی لے جاؤں گا۔ (یعنی جیسے عمل کئے ہوں گے ویسا ہی ٹھکانا ملے گا) اور جس قسم کا گھر تو نے اس جہاں میں بنا رکھا ہوگا، وہی تجھے ملے گا۔'' اس نے کہا میں

نے تو نیک اعمال کچھ بھی نہیں کیئے اور نہ کوئی عمدہ گھر اپنے لئے اب تک بنا رکھا ہے۔فرشتہ نے کہا ''پھر تو اِنَّھَا لَظٰی، نَزَّاعَةً لِلشَّوٰی کی طرف لے جاؤں گا'' (یہ سورۂ معارج رکوع اول کی آیت نمبر ۱۶ رکی طرف اشارہ ہے،جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''بے شک وہ آگ ایسی دہکتی ہوئی ہے جو کھال تک کھینچ لے گی اور اس شخص کو جس نے (دنیا میں حق سے) منہ پھیرا اور بے توجہی کی، وہ آگ خود ہی بلا لے گی (اپنی طرف کھینچ لے گی)

اس کے بعد اس فرشتہ نے اس کی جان نکال لی۔گھر میں کہرام مچ گیا،کوئی رو رہا تھا،کوئی چلا رہا تھا۔یزید رقاشی کہتے ہیں ''اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس پر اس وقت کیا گزر رہی ہے،تو اس کے مرنے سے زیادہ آہ وبکا اس حالت پر ہونے لگے، جو اس پر گزر رہی ہے۔(فضائل صدقات حصہ دوم ص:۴۷۰/۴۷۱)

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہم نے ایک مرتبہ ایک بیمار کی عیادت کی اور پوچھا کیسا مزاج ہے؟ اس نے کہا کہ ''میں دنیا میں اپنی منشاء کے خلاف بھیجا گیا اور اس میں ظالم ہو کر زندہ رہا اور اب پشیمانی کی حالت میں دنیا چھوڑ رہا ہوں'' (اب تم سمجھ لو کہ جس کی یہ سوانح عمری ہو اس کا مزاج کیسا ہوگا؟)

ابو العباس دینوری اپنی مجلس میں کچھ فرما رہے تھے کہ ایک عورت کو حال آیا اور چیخ ماری۔آپ نے اس کو فرمایا کہ مرجا۔وہ عورت اٹھی اور دروازہ تک پہنچ کر آپ کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا کہ ''لو میں مرگئی'' اور مردہ ہو کر گر پڑی۔(احیاء العلوم،ترجمہ اردو ص:۶۷۹ ج:۴)

کسی بزرگ سے کہا گیا کہ کہو ''اللہ'' اس نے کہا کہ ''تم کب تک کہے جاؤ گے؟ میں تو اسی اسم ذات سے چلا جاتا ہوں''۔(احیاء العلوم)

معاذ لی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک بوڑھے کے پاس گیا جو مرض الموت میں تھا۔میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''الٰہی تجھ سے سب کچھ کرنا ممکن ہے،تو میرے حال پر رحم فرما'' (احیاء العلوم)

ایک اور بزرگ کو نزع شروع ہوا، تو ان کی بی بی رونے لگیں۔ پوچھا کہ کیوں روتی ہو؟ اس نے کہا کہ تمہارے اوپر روتی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اگر رونا ہے تو اپنے نفس پر روؤ، میں تو اس دن کے لئے چالیس برس تک رو چکا ہوں۔

عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کے سامنے شیطان مرنے کے وقت ظاہر ہوا اور اس سے کہا کہ بچ گئے۔ اس نے جواب دیا کہ ''میں ابھی تک تجھ سے مامون نہیں۔''

ایک اور اللہ والے کے انتقال کا وقت جب قریب آیا، تو رونے لگے۔ لوگوں نے موجب پوچھا تو فرمایا کہ ایک آیت کلام مجید کی رلاتی ہے۔ ''اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْن''

شعر پر جان دے دی

شیخ سوندھا ولد شیخ المؤمن چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا، تو آپ نے قوالوں کو بلایا اور فرمایا حافظ شیرازی کا یہ شعر پڑھو۔

صحبت غیر نخواہم کہ بود عین حضور — باخیال تو چرا با دگراں پروازم

یعنی میں غیر کی صحبت نہیں چاہتا تاکہ عین حضور میسر ہو، تیرے خیال کے ساتھ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے کہ بے دلی سے پرواز کروں۔

قوالوں نے اس بیت کو شروع کیا تو شیخ وجد میں آگئے اور اسی حالت میں ۲۴/ ماہ جمادی الاول ۱۱۲۹ھ کو واصل بحق ہوئے۔ (خزینۃ الاصفیاء ص:۴۵۴)

شیخ سلطان ولد قدس سرہ

آپ کی ولادت بمقام لار ۶۲۳ھ میں ہوئی اور وفات بروز ہفتہ مؤرخہ ۱۰/ رجب المرجب ۷۱۲ھ کو ہوئی۔ جس رات آپ کا وصال ہوا، یہ شعر زبان پر تھا:

امشب شب آنست کہ بینم شادی — دریا بم از خدائے خود آزادی

یعنی آج رات وہ رات ہے کہ مجھے خوشی نظر آرہی ہے کہ آج مجھے اپنے آقا سے آزادی ملے گی۔ (خزینۃ الاصفیاء ص:۲۵)

شیخ عبدالعزیز بن شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے والد گرامی کے مرید خاص تھے۔ عین عالم شباب میں مجلس سماع میں واصل بحق ہوئے۔ اخبار الاخیار میں آپ کی وفات کا واقعہ یوں لکھا ہے کہ ایک دن مجلس سماع میں قوال یہ شعر پڑھ رہے تھے:

جاں بدہ۔ جاں بدہ۔ جاں بدہ — نائیدہ در گفتن بسیار چشت

جان دے دو، جان دے دو، جان دے دو، پیارے زیادہ بات نہیں ہو سکتی

یہ شعر سنتے ہی حضرت شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نعرہ مارا اور ''دادم، دادم، دادم'' کہتے ہوئے جان اللہ کے سپرد کر دی۔ (خزینۃ الاصفیاء ص:۱۵۲)

شیخ فیض بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ لاہور کے صاحب حال اور صاحب وجد صوفیاء میں سے تھے۔ آپ سید حیدر علی شاہ (خلیفہ شیر شاہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ) کے مرید تھے۔ آپ کی معاش ریشم کے کپڑے بنانے پر تھی۔ آپ سماع کی مجلس قائم کرتے تھے۔ جس پر خصوصی توجہ دیتے وہ مست اور بے ہوش ہو جاتا۔

آپ کے مریدوں میں آپ کی کرامات بڑی مشہور ہیں۔ ہر رات تین بار غسل فرماتے اور اللہ کی عبادت میں ساری رات گزار دیتے۔ دنیا کی لذیذ چیزوں سے پرہیز کرتے، چنانچہ بعض اوقات حلوے میں مرچیں ڈال لیتے اور زردے میں نمک ملا لیتے۔

موت قریب آئی تو محرقہ بخار میں مبتلا ہوئے اور چند دن بیمار رہ کر ۹/رجب ۱۲۸۶ھ کو فوت ہو گئے۔ آپ نے مرنے سے چند لمحے پہلے حافظ قادر بخش نعت خواں کو بلایا اور کہا کہ مجھے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت سنائیں۔ انہوں نے یہ نعت شروع کی:

منم خاک در کوئے محمد   اسیر حلقۂ موئے محمد
قتیل نوک شمشیر نگاہش   شہید تیغ ابروئے محمد

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گلی میں میں خاک ہوں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زلف کا قیدی ہوں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگاہ کی تلوار کی نوک کا میں شہید ہوں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ابرو کی تیغ کا مارا ہوا ہوں۔

یہ نعت سنتے ہی آپ پر وجد طاری ہوا۔ تڑپنے لگے، جسم پسینہ سے شرابور ہو گیا اور اسی حالت

میں جان قربان کر دی۔ (خزینۃ الاصفیاء ص:۴۹۳)

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کا وصال خاص حالات میں ہوا تھا۔ آپ اپنی خانقاہ میں مجلس سماع میں تشریف فرما تھے۔ ہنگامۂ سماع زوروں پر تھا، قوال یہ شعر پڑھ رہے تھے:

عاشق روئیت کجا بیند بکس　　　　نستۂ مویت کجا یابد خلاص

یعنی آپ کے رخ انور کا عاشق کسی کو کب نگاہ میں لاتا ہے، آپ کی زلف کا قیدی کب رہائی پاتا ہے۔

حضرت خواجہ یہ شعر سن کر وجد میں آ گئے۔ قوالوں کو اپنے سامنے بلایا، پھر وجد کرنے لگے۔ اسی دوران صلاح الدین پسر کریم الدین، نصیر الدین غزل خواں بھی موجود تھے۔ انہوں نے خواجہ احمد جام کا یہ شعر اٹھایا:

کشتگان خنجر تسلیم را　　　　ہر زمان از غیب جان دیگر است

یعنی تسلیم و رضا کے خنجر کے شہیدوں کو ہر لمحہ نئی زندگی ملتی ہے۔

یہ شعر سننا تھا کہ آپ کی حالت دگرگوں ہو گئی، تمام مجلس پر رقت طاری ہو گئی، بہت سے وجد کرنے لگے۔ حضرت قطب الاقطاب اس وجد کی حالت میں جست لگاتے تھے، تو دس دس گز اوپر کو اچھلتے۔ یہ معاملہ تین دن رات تک جاری رہا۔ حضرت خواجہ کے بال بال سے اسم ذات کی تسبیح جاری تھی۔ خون کے قطرے بہنے لگے، ان قطرات میں سے کوئی قطرہ زمین پر ٹپکتا تو اللہ کے نام کا نقش بن جاتا۔ چوتھے دن آپ کے انگ انگ سے سبحان اللہ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ خون کے قطروں سے بھی کلمہ سبحان اللہ کی آواز آتی۔ جس وقت غزل خواں یہ شعر پڑھتے: کشتگان خنجر تسلیم را

تو یوں محسوس ہوتا کہ حضرت خواجہ اس جہاں سے چلے گئے ہیں، مگر جب قوال

ہر زمان از غیب جان دیگر است

پڑھتے ،تو پھر زندہ ہو کر جست لگاتے اور مرغ بسمل کی طرح فرش پر تڑپتے۔

آخر کار مورخہ چودہ ربیع الاول کو جب سماع کا پانچواں دن تھا،قوالوں کو مصرعہ ثانی پڑھنے سے منع کر دیا گیا،آپ نے نعرہ مارا اور واصل بحق ہو گئے۔

وفات کے وقت سر مبارک خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے زانو پر تھا اور دونوں پاؤں شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی آغوش میں۔ حاضرین میں شور مچا، لوگ مجلس سے اٹھے،آپ کا جنازہ تیار ہوا۔ ہندوستان کا بادشاہ سلطان شمس الدین التمش خود حاضر ہوا۔آپ کے مشائخ،خلفاء،مرید،شاہی خواتین اور عوام الناس جمع ہو گئے،سارا دہلی شہر ٹوٹ پڑا۔

خواجہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھ کر اعلان کیا کہ حضرت خواجہ قطب الاقطاب قطب الدین بختیار نے وصیت کی تھی کہ ''میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جس نے ساری عمر اپنے آپ کو زنا سے محفوظ رکھا ہو، بلوغت سے لے کر آج تک عصر کی سنتیں قضا نہ کی ہوں،فرائض نماز کی تکبیر اولیٰ سے محروم نہ ہوا ہو۔''

یہ اعلان سنتے ہی تمام حاضرین دنگ رہ گئے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔آخر سلطان التمش آگے بڑھے اور فرمایا ''میں چاہتا تھا کہ میرے ان مشاغل کی کسی کو خبر نہ ہو مگر آج میرے پیر و مرشد کی وصیت نے مجھے آشکارا کر دیا۔''

آپ نے نماز جنازہ کی امامت کرائی،نماز جنازہ کے بعد ایک طرف خود کندھا دیا، باقی تین پائیوں کو اس وقت کے نامور اولیاء اللہ نے اٹھایا اور آپ کے مدفن تک لے گئے۔

قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات بتاریخ ۱۴/ ماہ ربیع الاول ۶۳۴ھ کو ہوئی۔ یہ تاریخ سفینۃ الاولیاء، اخبار الاخیار،معراج الولایت اور دوسرے تذکروں میں لکھی پائی گئی۔(خزینۃ الاصفیاء ص:۸۹،۸۸)

انتقال سے پہلے عید کے روز عید گاہ سے قیام گاہ کی طرف واپس آ رہے تھے کہ ایک ایسے

میدان سے گزر ہوا جہاں کوئی قبر یا آبادی نہ تھی۔ خواجہ وہاں ٹھہر گئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ کسی خادم نے عرض کیا کہ عید کا دن ہے اور خلقت منتظر، آپ نے یہاں کیوں توقف فرمایا؟ ارشاد ہوا ''مرا ازیں زمین بوئے دلہا می آید'' (یعنی مجھے یہاں سے دلوں کی خوشبو آتی ہے) چنانچہ دوسرے وقت میں زمین کے مالک کو بلاکر اپنے صرف خاص سے اس کو خرید فرمایا اور اس کو اپنے لئے تجویز فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔

حضرت خواجہ کے خلفاء کی تعداد (جن کے نام تذکرہ کی کتابوں میں محفوظ ہیں) ۹/یا ۱۰/ سے کم نہ تھی، لیکن آپ کی جانشینی اور حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کاموں اور مقاصد کی تکمیل وتوسیع کی سعادت حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آئی۔ (تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم ص: ۳۶/۳۵)

خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ماہ محرم ۷۱۸ھ میں قصر عارفاں میں ہوئی اور وفات دوشنبہ کی شب کو ۳/ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر ۷۳/ سال تھی، مزار مبارک بخارا کے قریب قصر عارفاں میں ہے۔ حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کے سامنے یہ شعر پڑھا جائے:

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمال روئے تو

یعنی آپ کی گلی میں مفلس ہوکر آئے ہیں، خدا کے لئے اپنے رخ انور کا تھوڑا سا دیدار کرا دیجئے۔

حضرت کے مرید بہت ہیں، ماوراء النہر کے اکثر باشندے آپ ہی سے بیعت ہیں۔ زیادہ مشہور اور کامل ترین ہستی خواجہ پارسا، خواجہ علاؤ الدین عطار، ملا یعقوب چرخی اور خواجہ علاؤ الدین غجدوانی رحمہم اللہ ہوئے۔ (سفینۃ الاولیاء ص: ۱۱۲)

شیخ ابوسعید بن ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت یک شنبہ ماہ محرم ۳۵۷ھ کو ہوئی، وفات شب جمعہ ۴۴۰ھ کو اور عمر ایک ہزار مہینہ ہوئی۔ حضرت شیخ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان ابیات کو ہمارے جنازہ کے سامنے پڑھا جائے۔

خوب تر اندر جہاں ازیں چہ بود کار — دوست بر دوست رفت یار بہ یار
آں ہمہ اندوہ بود ایں ہمہ شادی — وآنہمہ گفتار بود ایں ہمہ کردار

یعنی دنیا میں اس سے اچھا کیا ہوگا کہ دوست دوست کے پاس چلا گیا اور یار یار کے پاس، وہ تو مجموعہ مصیبت ہے اور یہ سراسر راحت، وہ فقط باتیں ہی ہیں اور یہ سراپا عمل۔

آپ کا مزار مبارک مہنہ میں واقع ہے۔ (سفینۃ الاولیاء ص: ۲۰۸)

شیخ محمد داؤد بن صادق گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ کے وصال کا وقت قریب آیا، تو اپنے چھوٹے بھائی شیخ محمد کو فرمایا کہ ''میرے لئے تابوت تیار کرو، کیوں کہ آج تین راتیں ہوگئی ہیں، مسلسل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کر رہا ہوں، فرماتے ہیں ''داؤد ہم تمہارے مشتاق ہیں، ہمارے پاس جلد آؤ۔''

چنانچہ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے تابوت تیار کرایا۔ پانچ ماہ رمضان المبارک ۱۰۹۵ھ کو افطاری کے بعد قوالوں کو بلایا، مجلس سماع برپا کرائی، ساری رات وجد میں رہے۔ صبح ہوئی تو حالت سماع میں ہی فوت ہو گئے۔ آپ کو قصبہ گنگوہ میں دفن کر دیا گیا۔ (خزینۃ الاصفیاء ص: ۴۴۷)

سید اشرف جہانگیر سمنائی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے وصال کی صحیح تاریخ نہیں بتائی جا سکتی، لیکن چونکہ اتنا معلوم ہے کہ آپ کی حضرت گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ سے گلبرگہ میں ملاقات ہوئی تھی اور چونکہ حضرت خواجہ گیسودراز رحمۃ اللہ

علیہ کی وفات ۸۲۵ھ میں ہوئی، اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ آپ ۸۲۵ھ کے بعد تک بقید حیات رہے۔ان کی طویل سیاحت سے اندازہ ہوتا ہے کہ سو سال سے زیادہ عمر پائی ہوگی تب ہی اتنے مختلف مقامات کا سفر کر سکے تھے۔

وفات سے کچھ روز پہلے سکر کا عالم طاری رہا، نماز کے وقت عالم صحو میں آتے۔مرض الموت میں بھی رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہا۔اسی زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف لطائف اشرفی رقم طراز ہیں۔

''ہمہ اہالی دیار و اہالی نامدار نواحی کبار آمدند، وہر یک را بشارت وسعادت می دادند، دریں سہ روز چنداں خلائق بشرف توبہ وانابت وخلافت مشرف گشتند کہ شرح آں خدائے داند، اشرف الملک والی ولایت بدوازدہ ہزار کس آمدہ بشرف ارادت مشرف گشتند'' (جلد۲رص:۴۰۸)

یعنی تمام شہری اور مشہور لوگ اور اکابر حاضر ہوئے۔آپ نے ہر ایک کو خوش خبری اور نیک بختی کی دعا دی۔ان تین دنوں میں اتنی مخلوق توبہ وانابت سے مزین اور خلافت سے مشرف ہوئی کہ حساب وشمار خدا ہی جانے۔والی ریاست بارہ ہزار نفر کے ساتھ مشرف بہ زیارت ہوا۔

وفات کے روز حضرت نور العین، شیخ نجم الدین اصفہانی، شیخ محمد دریتیم، خواجہ ابوالمکارم، شیخ احمد ابوالوفا خوارزمی، شیخ عبدالسلام ہروی، شیخ ابوالوصل، شیخ معروف الدیموی، شیخ عبدالرحمٰن خجندی، شیخ ابوسعید خرزی، ملک محمود، شیخ شمس الدین اودھی اور دوسرے اکابر کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا اوران کے مراتب ومدارج کے مطابق ان کو نصیحتیں کیں اور تبرکات دیئے۔

حضرت سید عبدالرزاق الملقب بہ حضرت نور العین کو حضرت جہانگیر نے اپنا دینی فرزند بنایا تھا، اس لئے وصال کے وقت ان کو اپنا جانشین اور سجادہ نشین مقرر فرمایا اور ان کو وہ خرقے عطا کیئے، جو ان کو یعنی حضرت اشرف جہانگیر کو حضرت شیخ علاؤ الدین لاہوری شیخ الاسلام شام اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے ملے تھے۔بزرگان چشت کے وہ تبرکات بھی دیئے جو ان کو ان کے مرشد کے ذریعہ سے دستیاب ہوئے۔پھر حضرت نور العین کے لڑکوں کو بلا کر ان کے

لئے دعائیں کیں۔اسی طرح اپنے مختلف خلفاء کو بھی نصیحتیں کر کے خاص خاص ہدایتیں دیں اور تبرکات دیئے۔ پھر ظہر کی نماز کے بعد قوالوں کو طلب کیا، محفل سماع کی خواہش کی۔قوالوں نے سعدی کی غزل شروع کی۔ جب انہوں نے یہ شعر گایا:

گر بدست تو آمدہ است اجلم　　　　قد رضینا بما جری القلم

یعنی اگر آپ کے ہاتھ میری اجل آ گئی ہے، تو ہم قلم کے لکھے پر راضی ہیں۔

تو ان پر وجد طاری ہو گیا، اس قدر تڑپے کہ حد و حساب سے باہر تھا۔ ایک لمحہ تسکین ملی تو قوالوں نے یہ شعر شروع کیا:

خوب تر زیں گر نباشد کار　　　　یار خنداں رود بجانب یار

یعنی اگر اس سے اچھا نہ ہو تو بھی دوست ہنستے ہوئے دوست کے پاس جا رہا ہے۔

سیر بیند جمال جاناں را　　　　جاں سپارد نگار خنداں را

معشوق کا جمال جی بھر کر دیکھیں گے، ہنستے رخ پر جان سپرد کر دیں گے۔

یہ اشعار سنتے ہی گویا آپ کے دل میں آگ لگ گئی اور سینہ دھڑ کنے لگا۔ مستی و شوق سے مرغ بسمل کی طرح تڑپنے اور ماہیٔ بے آب کی طرح زمین پر لوٹنے لگے۔ آخر ایک آہ نکالی اور جان جان ستاں کے سپرد کر دی۔

وصال کے وقت عمر شریف ایک سو بیس برس رہی ہوگی۔ روضہ مبارک کی تعمیر زندگی ہی میں ہو گئی تھی، اسی میں محو خواب ابدی ہیں۔ روضہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جو کوئی آسیب زدہ یہاں آ کر کچھ دنوں قیام کرتا ہے اس کا آسیب جاتا رہتا ہے، چنانچہ آج بھی وہاں مختلف جگہوں سے آ کر آسیب زدوں کی ایک بڑی تعداد مقیم رہتی ہے۔ (بزم صوفیہ ص: ۵۳۸/۵۳۷)

حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ وفات کے وقت چند اشعار پڑھ رہے تھے، جن کا ترجمہ یہ

ہے:

ذکر کا ہے عارفوں کے دل کو ہر دم اشتیاق
اور مناجاتوں میں ان کو راز کی ہے قیل وقال
پیتے ہی جام فنا وہ بھول دنیا کو گئے
نشے میں متوالے جیسے جاتے ہیں سب بھول بھال
فکر ان کی ایسے میدان میں کرے جولانیاں
ہو محبوں کا جہاں روشن ستاروں کا سا حال
تن تو ہیں ان کے زمیں پر کشتہ اس کے عشق سے
پردہ ہائے غیب میں اوپر کو ہے روحوں کی چال
دم نہیں لیتے مگر جس جا سے ہو نزدیک دوست
کچھ ضرر ہی کیوں نہ ہو ان کو نہیں ہوتا ملال

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ پر مرنے کے وقت بہت حال تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ان کی روح اشتیاق ہی کے مارے اڑ جاتی تو کچھ عجب نہ تھا۔ (احیاء العلوم ص:۶۷۹ ج:۴)

شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ طالبان معرفت کی تعلیم وارشاد کا منصب سنبھالے رہے اور اس کے بعد سلطان سکندر کی درخواست پر جو کہ سلاطین دہلی کے انتہائی انصاف پسند بادشاہوں میں سے تھے، دہلی تشریف لائے۔ یہاں آپ نے بجے منڈل کے محل میں رہائش اختیار کی اور یہیں پر ہی جان جان آفریں کے سپرد کی، آپ کا مزار بھی اسی جگہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ فتح خان پسر سلطان سکندر شیخ کے معتقد تھے۔ اس کے دل میں اچانک بغاوت

کا خیال پیدا ہوا اور امرائے مملکت اس سے اس سلسلہ میں متفق ہو گئے۔ جب اس نے شیخ سے مشورہ کیا تو انہوں نے اسے اس کام سے منع فرمایا اور امن کی بشارت دی، چنانچہ یہی بات سلطان سکندر کی آپ سے عقیدت کا سبب بنی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب شیخ دہلی پہنچے، تو بادشاہ کو خواب میں ان کے بعض کمالات کا علم ہوا، اس طرح اس کا اعتقاد اور بڑھ گیا۔

آپ نے ۹۰۹ھ میں وجد کی حالت میں رحلت فرمائی، اس وقت آپ کی مجلس میں یہ رباعی پڑھی جارہی تھی۔

اے ساقی ازاں مے کہ دل درے من است......الخ

یعنی اے ساقی اس شراب میں سے جس میں میرا دل ہے......الخ

آپ کی کتاب ''مفتاح الفیض'' علوم سلوک میں آپ کی یادگار ہے۔ (انفاس العارفین ص:۳۴۹)

شیخ فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ

ان کے فرزند کبیر شیخ کبیر الدین ہندوستان سے ملنے آئے۔ صاحبزادہ کے آنے کے کچھ دنوں کے بعد ان کے چہرے پر دموی ورم ظاہر ہوا، جس سے وہ پانچ روز تک نہ سو سکے اور یہی عارضہ ان کے لئے مرض الموت ثابت ہوا۔

موت کے وقت اپنے صاحبزادہ شیخ کبیر الدین کو پاس بلایا اور یہ آیت پڑھی ''يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ'' (یعنی جس روز آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں سے، اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے، اپنی اولاد سے بھاگے گا، ان میں سے ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا) پھر یہ رباعی کہی:

در سابقہ چوں قرار عالم دادند ۔۔۔۔ مانا کہ نہ بر مراد آدم دادند
زاں قاعدہ وقرار کا نروز افتاد ۔۔۔۔ نہ بیش بکس وعدہ ونہ کم دادند

یعنی ازل میں جب عالم وجود میں آنا قرار پایا، انسان کے مانگنے پر نہیں دیا، اس قاعدہ وقرار سے جواس روز ہوا نہ کسی کو وعدہ سے زیادہ دیا نہ کسی کو کم دیا۔

اس کے بعد کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے عالم جاودانی کو سدھارے۔(بزم صوفیہ ص:۲۰۰)

مرأۃ الخیال میں رباعی مندرجہ بالا کا دوسرا مصرع یوں ہے۔

ہر قاعدہ وقرار کا نروز افتاد ۔۔۔۔ نے بیش بکس ز وعدہ نے کم دادند

یعنی ہر قاعدہ اور قرار جو اس روز ہوا، نہ کسی کو وعدہ سے زیادہ دیا نہ کم دیا۔

حضرت شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضر شاہ فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۷/ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ کو وصال فرمایا (شجرۃ الانوار)

اس وقت آپ کی عمر ۷۳/سال تھی، وصال سے ایک دن پہلے زبان پر مثنوی کا یہ شعر تھا:

وقت آمد کہ من عریاں شوم
چشم بگزارم سراسر جاں شوم

وصیت یہ تھی کہ انتقال کے بعد جنازہ میڈھو خان کے سپرد کر دیا جائے۔ میڈھو خان آپ کے عزیز مرید تھے اور پہاڑ گنج میں رہتے تھے۔ حاجی محمد امین نے جو شاہ ولی اللہ صاحب کے مرید تھے، آپ کو غسل دیا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔ عقیدت مندوں کا ایک ہجوم آپ کے جنازہ کے ساتھ تھا۔ اکبر شاہ ثانی زار وقطار روتا ہوا قبرستان تک پہنچ گیا۔ (تاریخ مشائخ چشت ص:۵۱۳، ۵۱۴)

سقہ کے لڑکے کا قصہ

حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک بادشاہ تھا۔ روزانہ اپنے مکان کے صحن میں گیند کھیلتا اور تیر اندازی کرتا تھا۔ سقے سب آکر اس صحن کا پانی سے چھڑکاؤ کرتے اور جھاڑو دیتے۔ بادشاہ کی لڑکی کھڑکی سے بیٹھی تماشا دیکھا کرتی تھی۔ اس کی نظر سقہ کے ایک لڑکے پر پڑی، اس کا دل اس پر مائل ہو گیا اور وہ اس پر فریفتہ ہو گئی۔ وہ روزانہ کھڑکی سے بیٹھی اس کو دیکھتی رہتی۔ ایک دن وہ لڑکا نہیں آیا۔ جب صبر کی طاقت اس شہزادی میں نہ رہی تو یہ شعر پڑھ کر رونے لگی:

الا اے ساقی مستاں بگو آں پور سقارا　　　برید ہ با سر زلفش غمی دادی دل مارا

یعنی اے مست و مدہوش لوگوں کو شراب پلانے والے، سقہ کے اس بیٹے سے کہہ دو کہ سر سے اس زلف کو کاٹ دے، جس نے میرے دل کو غم دے دیا ہے۔

بادشاہ اس سے اوپر کی کھڑکی پر بیٹھا ہوا تھا۔ شعر پڑھنے اور رونے کی آواز سن کر آہستہ آہستہ وہ نیچے آیا۔ دیکھا کہ اس کی لڑکی ہے، اس نے کہا کیا ہو رہا ہے؟ کون سا شعر پڑھ رہی تھیں؟ اس نے کہا میں یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

الا اے ساقی مستاں بگو آں پور سقارا　　　بدیدہ با سراں مشکت تہی کردی ہمہ خم را

یعنی اے مست و مدہوش لوگوں کو شراب پلانے والے، سقہ کے اس بیٹے سے کہہ دو کہ سروں پر اپنی اس مشک کو دیکھو جس نے ہر ٹیڑھا پن کو ختم کر دیا ہے۔

بادشاہ نے سمجھ لیا کہ یہ لڑکی سقہ کے لڑکے پر عاشق ہو گئی ہے اور برجستہ شعر بدل کر سنا رہی ہے۔ اس نے وزیر سے مشورہ کیا، وزیر نے کہا یہ تو بڑی خوف ناک بات ہوئی، شہزادی کو کہئے کہ خون زیادہ ہو گیا ہے فصد کی ضرورت ہے۔ (فصد علاج کا ایک مخصوص طریقہ ہے جس میں مریض کی ایک رگ میں نشتر چبھو دیتے ہیں، جس سے مریض کا خون بہنے لگتا ہے۔ کچھ دیر کے

بعد جب طبیب مناسب سمجھتا ہے تو اس سوارخ کو بند کر دیتا ہے، اس طرح بدن سے فاسد مادہ کو نکال دیا جاتا ہے) پھر حمام میں لے جا کر فصد کھلوا دیں اور خون بند نہ کریں۔ چنانچہ یہی کیا گیا، مرنے سے پہلے وہ اپنی انگلی خون میں ڈبو کر تین مصرعہ لکھ کر چھوڑ گئی۔

گر من بمیریم اورا بیارید ـــــ ایں مردہ تنم بدو سپارید

گر بوسہ دہد بریں لبانم ـــــ ....

یعنی اگر میں مر گئی تو اس کو بلا لانا اور میرا مردہ بدن اس کے حوالہ کر دینا، پھر اگر وہ میرے ان ہونٹوں کو چومے.........................

بادشاہ جب اس کا حال دیکھنے کے لئے حمام میں گیا تو یہ تین مصرعے خون سے لکھے ہوئے اس کو ملے۔ چوتھا مصرعہ لکھنے سے پہلے وہ مر چکی تھی۔ شاعروں کو بلا کر اس نے کہا کہ اس کے چوتھے مصرعہ کو پورا کرو، کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ ایک لڑکی نے اس کا چوتھا مصرعہ اس طرح لگایا۔

گر بوسہ زند بریں لبانم ـــــ ور زندہ شوم عجب مدارید

یعنی اگر وہ میرے ان ہونٹوں کو چومے اور میں زندہ ہو جاؤں تو تعجب نہ کرنا۔

(ملفوظات حضرت خواجہ گیسو دراز ص:۴۲۳)

ایک حسین وجمیل بادشاہ کا قصہ

حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک بادشاہ نہایت حسین وجمیل تھا۔ جب وہ سوار ہو کر باہر نکلتا تو لوگ از خود رفتہ ہو کر گریبان چاک کر دیتے۔

ایک دن اس نے اپنے حاجب سے پوچھا کہ ان آدمیوں میں جو مجھ سے عشق ومحبت کا دعویٰ کرتے ہیں تم نے کسی کو صادق پایا؟ اس نے کہا ان میں سے ایک کو تو میں جانتا ہوں۔ بادشاہ نے پوچھا اس کے عاشق صادق ہونے کی علامت کیا ہے؟ اس نے کہا جس جگہ پر وہ آپ سے جدا ہوتا ہے، اس جگہ سے وہ اس وقت تک نہیں ہٹتا جب تک اس جگہ آپ دوبارہ پہنچیں۔ کھانا پینا

سب چھوڑ دیتا ہے، اگر اسے کوئی زبردستی کھلا دیتا تو کچھ کھا لیتا ہے۔

بادشاہ نے کہا تم صحیح کہتے ہو، یہ علامت عاشق صادق کی ہے، اس مرتبہ وہ میرا انتظار کہاں کر رہا ہوگا؟ حاجب نے کہا میدان میں۔ بادشاہ سوار ہو کر میدان میں پہنچا اور حاجب سے پوچھا کہ وہ درویش کون ہے؟ اس نے بتایا کہ وہی جو بے حال اور از خود رفتہ کھڑا ہے۔ بادشاہ نے ایک گینداس کی طرف لڑھکایا، وہ گینداس درویش کے قریب جا کر گرا۔ بادشاہ اپنا گھوڑا آہستہ آہستہ بڑھا کر درویش کے پاس پہنچا اور کہا کہ درویش مجھے گیند دو۔ اس مسکین نے گیند پر ہی جان دے دی، وہی مثال ہوئی۔

غمزہ زن مار سید ساختہ دار ید جاں   یوسف ما باز گشت مژدہ بہ کنعاں برید

(ملفوظات حضرت خواجہ گیسو دراز)

برزخ کے احوال

روحوں کی باہمی ملاقات اور تعارف

صریح احادیث سے روحوں کی باہمی ملاقات اور تعارف کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ ابولبیبہ راوی ہیں کہ ''بشر بن معروف رضی اللہ عنہ کی وفات سے ان کی والدہ ام بشر کو سخت صدمہ ہوا اور بولیں ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مرنے والا خاندان سلمہ ہی سے زیادہ تر مرتا ہے، کیا مردے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو میں بشر کو سلام بھیج دوں؟'' فرمایا ''ہاں ام بشر اللہ کی قسم، مردے ایک دوسرے کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے درختوں پر پرندے پہچان لئے جاتے ہیں'' پھر تو خاندان سلمہ کا جو آدمی فوت ہوتا، ام بشر اسی کے پاس جا کر سلام کے بعد کہتیں کہ ''بشر سے میرا سلام کہہ دینا۔''

عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ روحیں خبروں کے انتظار میں رہتی ہیں، پھر جب ان کے پاس کوئی مردہ آتا ہے تو پوچھتی ہیں کہ فلاں فلاں کا کیا حال ہے؟ یہ کہتا ہے ٹھیک ٹھاک ہے۔ اگر مر چکا ہوتا ہے تو کہتا ہے، کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ کہتی ہیں ''نہیں'' یہ انا للہ پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ ''اسے دوسری راہ پر لے جایا گیا، ہمارے راستہ پر نہیں چلایا گیا''۔

صالح المری فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ موت کے وقت روحیں آپس میں ملتی ہیں اور آنے والی روح سے پوچھتی ہیں ''تمہارا ٹھکانا کون سا ہے؟ تم اچھے جسم میں تھیں یا برے میں؟'' پھر صالح کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔

عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''روحیں مرنے والے کی روح کا استقبال کرتی ہیں اور اس سے اپنے عزیزوں کی خبریں پوچھتی ہیں، جیسے کوئی غریب الدیار اپنے عزیزوں کی آنے جانے والوں سے خبریں پوچھا کرتا ہے، کہ فلاں کا کیا حال ہے؟

اگر آنے والی روح کہتی ہے کہ وہ فوت ہو گیا اور ان کے پاس نہیں آیا تو روحیں کہتی ہیں، اسے اس کی ماں ''ہاویہ'' کے پاس پہنچا دیا گیا''۔

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جب انسان مر جاتا ہے تو جیسے غائب کا استقبال کیا جاتا ہے، اسی طرح اس کے والد اس کا استقبال کرتے ہیں''۔

عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر میں اپنے گھر والوں کی روحوں کی ملاقات سے ناامید ہو جاتا تو انتہائی غم کے مارے مر جاتا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قبض کئے جانے کے بعد مؤمن کی روح کا اللہ کے پاس والے رحمت کے فرشتے اس طرح استقبال کرتے ہیں جیسے دنیا میں خوشخبری سنائے جانے والے کا استقبال کیا جاتا ہے، اور کہتے ہیں ذرا اپنے بھائی کو آرام کر لینے دو، کیوں کہ یہ سخت بے چینی میں تھے۔ پھر اس سے نام لے لے کر پوچھتے ہیں کہ فلاں مرد یا فلاں عورت کا کیا حال ہے؟ کیا فلاں عورت کی شادی ہو گئی ہے؟ پھر جب اس سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں جو اس سے پہلے فوت ہو چکا ہے، تو یہ جواب دیتا ہے کہ وہ تو مجھ سے پہلے فوت ہو چکے۔ پھر یہ روحیں اناللہ پڑھ کر کہتی ہیں کہ اسے اس کی ماں ''ہاویہ'' کے پاس لے جایا گیا، ماں بھی بدترین ہے اور اس کی گود میں جانے والا بھی۔ (کتاب الروح لابن القیم ص: ۶۰/۵۹)

ایک عبادت گزار نوجوان

جویریہ بنت اسماء رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں ''ہم عبادان میں رہتے تھے ہمارے قریب ہی ایک کوفی نوجوان آ کر رہنے لگا۔ بے چارہ بڑا عبادت گزار تھا، قضائے کار فوت ہو گیا۔ سخت گرمی تھی، ہماری رائے ہوئی کہ ذرا ٹھنڈک ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین کی جائے۔

دفن کرنے سے پہلے میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا جیسے میں قبرستان میں ہوں وہاں موتی کا ایک گنبد ہے، جس کی خوبصورتی پر نظر نہیں جمتی، میں اسے دیکھ ہی رہی تھی کہ اتنے میں وہ پھٹا اور اس میں سے ایک نوجوان حور جو انتہائی خوبصورت تھی جگمگاتی ہوئی برآمد ہوئی اور اس نے میرے پاس آ کر کہا ''تمہیں اللہ کی قسم ظہر کے وقت سے زیادہ انہیں ہمارے پاس آنے

سے نہ روکنا۔''

گھبرا کر میری آنکھ کھل گئی، پھر میں ان کی تجہیز و تکفین میں لگ گئی اور میں نے اسی جگہ ان کی قبر کھدوائی، جہاں گنبد دیکھا تھا، آخر انہیں اس میں دفن کر دیا گیا۔ (کتاب الروح لابن القیم ص:۶۸)

ایک چھوٹی بچی کا قصہ

یزید بن نعامہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بچی وبائی طاعون میں فوت ہوگئی۔ اس کے والد نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا ''آخرت کی باتیں بتاؤ۔'' بولی ابا جان، ہم ایسی عظیم جگہ پہنچ گئے ہیں کہ ہمیں علم تو ہے مگر عمل پر قادر نہیں، لیکن تم عمل پر قادر ہو مگر علم سے محروم ہو، اللہ کی قسم ایک دو تسبیحیں اور ایک دو رکعتیں جو میرے اعمال نامے میں ہوں مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں''۔ (کتاب الروح ص:۶۹)

چند اللہ والی عورتوں کا قصہ

کثیر بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا جیسے میں جنت کے کسی بلند درجہ میں داخل ہو گیا ہوں اور اسے چل پھر کر دیکھ رہا ہوں، اور خوش ہو رہا ہوں۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ اس کے ایک گوشہ میں مسجد کی کچھ عورتیں ہیں۔ میں نے انہیں جا کر سلام کیا اور ان سے پوچھا کہ تم اس مقام تک کس عمل سے پہنچیں؟ بولیں ''سجدوں اور تکبیروں کی وجہ سے۔'' (کتاب الروح)

خواجہ حافظ سید عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ جن دنوں اورنگزیب اکبر آباد میں تھے، میں مرزا زاہد ہروی محتسب لشکر سے کچھ اسباق پڑھتا تھا۔ اسی

تقریب کے بہانہ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ اکبر آباد آ گیا۔ سید عبداللہ بھی سید عبدالرحمٰن کی رفاقت کے سبب وہاں موجود تھے۔ وہاں انہیں ایک عارضہ ہو گیا اور رحمت حق سے واصل ہوئے۔

انہوں نے وصیت کی کہ مجھے مسکینوں کے قبرستان میں دفن کرنا تا کہ کوئی پہچان نہ سکے، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ میں بھی اس دن شدید بیمار تھا، جنازہ کے ساتھ جانے کی سکت نہیں تھی، اس لئے شریک نہ ہو سکا۔ جب میں تندرست ہوا اور چلنے پھرنے کی طاقت پیدا ہوئی، تو ایک ایسے ساتھی کے ساتھ جو ان کے جنازہ و دفن میں موجود تھا، زیارت و برکت کے لئے ان کے مزار مبارک کی طرف چل پڑا۔

یہ ان کی آخری وصیت کا کمال تھا کہ میرے ساتھی کافی غور و فکر کے باوجود ان کی قبر نہ پہچان سکے، آخر اندازہ سے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا۔ میں وہاں بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگا، میری پشت کی طرف سے سید صاحب نے آواز دی کہ فقیر کی قبر ادھر ہے، لیکن جو کچھ شروع کر چکے ہو اسے وہاں ہی تمام کر لو اور اس کا ثواب اسی قبر والے کو بخشو، جلدی مت کرو، جو کچھ پڑھ رہے ہو اسے انجام تک پہنچاؤ۔

یہ سن کر میں نے ساتھی سے کہا کہ اچھی طرح غور کرو، سید صاحب کی قبر وہی ہے جدھر تم نے اشارہ کیا یا میری پیٹھ کے پیچھے ہے؟ تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگے کہ میں غلطی پر تھا، حضرت سید کی قبر تمہارے پیچھے ہے۔ میں اسی سمت ہو کر بیٹھا اور قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اسی اثناء میں دل گرفتہ اور غمگین ہونے کے سبب اکثر مقامات پر قواعد قراءت کی رعایت نہ کر سکا۔ قبر میں سے آواز آئی کہ فلاں فلاں جگہ پر تساہل سے کام لیا ہے، قرأت کے معاملہ میں حزم و احتیاط کی ضرورت ہے۔ (انفاس العارفین ص:۵۶/۵۷)

مردوں کا ذکر الٰہی

شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کے وقت میں سیر کرتا ہوا ایک بہت ہی خوبصورت مقبرہ میں پہنچا۔ میں تھوڑی دیر وہاں ٹھہرا رہا۔ اسی اثناء میں میرے دل میں خیال آیا کہ اس جگہ اس وقت میرے بغیر کوئی شخص بھی ذکر الٰہی میں مصروف نہیں ہے۔ اس خیال کے آتے ہی اچانک ایک کوزہ پشت معمر شخص ظاہر ہوا اور اس نے پنجابی زبان میں گانا شروع کیا۔

اس کے گیت کا مفہوم یہ تھا کہ ''دوست کے دیدار کی آرزو مجھ پر غالب آ گئی ہے'' میں اس کے نغمہ سے متأثر ہو کر اس کی طرف بڑھا۔ میں جوں جوں اس سے نزدیک ہو رہا تھا وہ اس قدر مجھ سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا تمہارا خیال یہ ہے کہ اس مقام پر تمہارے علاوہ اور کوئی ذاکر نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میرا خیال زندوں کے بارے میں تھا۔ اس پر اس نے کہا اس وقت تو تم نے مطلق تصور کیا تھا، اب تخصیص کر رہے ہو۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گیا۔

صاحب قبر کی تلاوت کی فرمائش

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ شیخ بایزید اللہ گو رحمۃ اللہ علیہ نے حرمین کی زیارت کا قصد کیا۔ آپ کی معیت میں بہت سے ضعیف العمر، بچے اور عورتیں بھی تیار ہو گئیں، حالانکہ زاد راہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ برادر گرامی اور میں نے متفق ہو کر ارادہ کیا کہ انہیں واپس لایا جائے۔

جب ہم تغلق آباد پہنچے تو دن بہت گرم ہو چکا تھا، ہم لوگ ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام کی غرض سے بیٹھ گئے۔ اس دوران تمام احباب سو گئے اور میں اکیلا ان کے کپڑوں اور سامان کی حفاظت کے لئے جاگتا رہا۔ اپنے آپ کو بیدار رکھنے کے لئے میں نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی، چند سورتیں تلاوت کر کے میں خاموش ہو گیا۔ اچانک قریبی قبور میں سے ایک

صاحب قبر مجھ سے مخاطب ہوا ''قرآن مجید کے زندگی بخش نغمات سننے کے لئے مدت سے ترس رہا ہوں، اگر کچھ وقت اور تلاوت کریں تو احسان مند ہوں گا۔''

میں کچھ اور تلاوت کر کے پھر خاموش ہو گیا۔ صاحب قبر نے مزید استدعا کی، میں نے پھر پڑھا۔ میرے چپ ہونے پر اس نے تیسری بار درخواست کی، میں نے اس دفعہ بھی اس کی درخواست قبول کی اور قرآن مجید کی چند آیات تلاوت کیں۔ اس کے بعد یہ صاحب قبر مخدومی برادر گرامی جو پاس ہی سو رہے تھے، ان کے خواب میں آیا اور کہا ''میں نے ان کو بار بار تلاوت کے لئے کہا ہے، اب مجھے حیا آتی ہے، آپ انہیں فرمائیں کہ قرآن مجید کا کچھ زیادہ حصہ تلاوت کر کے میرے لئے روح کی غذا فراہم کریں۔''

وہ نیند سے اٹھے اور مجھے صورت حال سے آگاہ کیا۔ میں نے نسبتاً زیادہ تلاوت کی اور اس پر ان اہل قبور میں خوشی و مسرت کی خاص کیفیت میں نے محسوس کی اور انہوں نے مجھے فرمایا ''جزاک اللہ عنی خیراً''۔

اس کے بعد میں نے ان سے عالم برزخ کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا کہ ''میں ان قریبی قبروں میں سے کسی کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا، البتہ میں اپنا حال آپ کو سناتا ہوں۔ جب سے میں نے دنیا سے انتقال کیا، میں نے کسی قسم کا عذاب یا عتاب نہیں دیکھا اگرچہ بہت زیادہ انعام و اکرام بھی نہیں ہے۔ میں نے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ کون سے عمل کی برکت سے تمہیں نجات ملی ہے۔ اس نے کہا ''میں نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ دنیاوی بکھیڑوں سے خود کو آزاد کروں، ذکر الٰہی میں مصروف رہوں اور عبادات سے غافل کرنے والی چیزوں سے کنارہ کشی کروں، اگرچہ اپنے اس ارادہ کو مکمل عملی جامہ نہ پہنا سکا، تاہم خدائے تعالیٰ نے میرے حسن نیت کو پسند فرما کر مجھے یہ صلہ عطا فرمایا''۔ (انفاس العارفین ص: ۱۱۴)

حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ میرے اقارب میں سے محمد سخی نامی شخص جو کہ پورب کے کسی علاقہ میں شہید ہو گیا تھا۔ طالب علمی کے دور میں ایک دن میں مسجد جٹو کے ایک حجرہ میں تنہا کواڑ بند کئے بیٹھا تھا کہ اچانک وہ عزیز میرے سامنے ظاہر ہوا، اس کے لباس اور ہتھیاروں کی چمک زمین پر پڑ رہی تھی۔ میں نے کہا کچھ اپنے بارے میں تو بتاؤ۔ کہنے لگا کہ ''جب میں زخم کھاتا تھا تو ایسی لذت محسوس ہوتی تھی کہ اس کی حلاوت اب بھی میرے دل میں باقی ہے۔ اس وقت بادشاہ کی فوج فلاں بت خانہ کو توڑنے کی خاطر جا رہی ہے، میں بھی ان کی رفاقت میں جا رہا ہوں...... یہاں سے گزر ہوا تو آپ سے ملاقات کا شوق مجھے یہاں لے آیا۔

جب حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت والد بزرگوار (شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ) نے ان کے مزار پر بیٹھ کر حاضرین کو ذکر بالجہر کا حکم دیا۔ اس مجلس ذکر کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روح نے میرے سامنے ظاہر ہو کر کہا کہ ''میں چاہتا تھا کہ اپنے جسم سمیت آپ کے پاس آؤں، کیوں کہ خدا نے مجھے یہ طاقت عطا کر رکھی ہے، مگر یہ بات مصلحت کے خلاف تھی۔'' (انفاس العارفین ص: ۳۶۵)

مولانا فیض الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ مرحوم کے داماد کا بیان ہے کہ جس مکان میں مولوی صاحب کا انتقال ہوا وہاں ایک مہینے تک عطر کی خوشبو آتی رہی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیان کیا، فرمایا ''یہ برکت درود شریف کی ہے، مولوی صاحب کا معمول تھا کہ ہر شب جمعہ کو بیدار رہ کر درود شریف کا شغل فرماتے۔'' (فضائل درود شریف ص: ۹۵)

عثمان بن سواد طفاوی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ

عثمان بن سواد طفاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ان کی والدہ عبادت گزار عورتوں میں سے تھیں۔ انہیں راہبہ کہا جاتا تھا۔

جب ان کی موت کا وقت آیا تو انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا ''اے میرے سامان، اے میرے ذخیرہ جس پر مجھے اپنی زندگی اور موت کے بعد بھی بھروسہ ہے، مجھے موت کے وقت ذلیل نہ کرنا اور قبر میں مجھے وحشت نہ ہو۔'' پھر وہ فوت ہو گئیں۔ میں ہر جمعہ کو ان کی قبر پر جاتا اور ان کے لئے دعا کرتا اور استغفار کرتا، پھر دوسرے اہل قبور کے لئے بھی دعا کرتا۔

ایک رات میں نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا اماں جان، آپ کیسی ہیں؟ کہنے لگی ''موت بڑی سخت مصیبت ہے، اور الحمد للہ میں بڑے اچھے برزخ میں ہوں اس میں پھول بچھائے جاتے ہیں، سندس اور استبرق کے تکیے رکھے جاتے ہیں اور قیامت تک یہی حال رہے گا۔''

میں نے پوچھا آپ کو کوئی ضرورت ہے؟ کہنے لگی ''ہاں ہماری زیارت کے لئے جو تم آیا کرتے ہو اسے نہ چھوڑنا، جب تم جمعہ کے دن اپنے گھر سے آتے ہو تو میں بہت خوش ہوتی ہوں۔ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ ''اے راہبہ تیرا بیٹا آیا ہے'' پھر میں بھی خوش ہوتی ہوں اور میرے اردگرد کے مردے بھی خوش ہوتے ہیں۔'' (منہاج القاصدین ص:۵۷۹)

ایک اللہ والے کا قصہ

انس بن منصور رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ''ایک آدمی جنازوں میں شامل ہو کر نماز پڑھا کرتا تھا۔ جب شام ہو جاتی تو قبرستان کے دروازہ پر کھڑا ہو جاتا اور کہتا ''اللہ تمہاری وحشت دور کرے، اللہ تمہاری غربت پر رحم فرمائے، اللہ تمہاری غلطیاں معاف فرمائے، اللہ تمہاری نیکیاں قبول کرے۔'' اس کے سوا کچھ نہ کہتا۔

اس آدمی نے کہا کہ ایک دفعہ میں شام کو نہ گیا اور نہ دعا کی، جیسے دعا کیا کرتا تھا۔ میں سویا ہوا تھا کہ بہت سے لوگ میرے پاس آئے۔ میں نے کہا تم کون ہو؟ اور کیوں آئے ہو؟ کہنے لگے ہم قبرستان والے ہیں، تو نے ہمیں ہدیہ کی عادت ڈال دی ہے، میں نے کہا وہ ہدیہ کیا ہے؟ کہنے لگے وہ دعائیں جو تو کیا کرتا ہے۔ میں نے کہا میں آئندہ ضرور کیا کروں گا۔ چنانچہ اس کے بعد دعا نہیں چھوڑی''۔ (منہاج القاصدین)

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ مہین ریشمی کپڑے پہنے ہوئے ہیں، اور دبیز ریشمی دوپٹہ ہے۔ آپ کو کمبل کے ایک جبہ اور دوپٹہ میں دفن کیا گیا تھا۔ دیکھنے والی نے پوچھا تمہارا کمبل والا کفن کیا ہوا؟ فرمایا ''مجھ سے اتار کر اس کے بدلہ یہ لباس پہنا دیا گیا اور اسے لپیٹ کر اس پر مہر کر دی گئی اور علیین میں رکھ دیا گیا تا کہ قیامت کے دن مجھے اس کا ثواب ملے۔''

انہوں نے پوچھا کیا آپ اسی غرض سے دنیا میں عمل کیا کرتی تھیں؟ فرمایا ''میرے خیال میں اولیاء کا یہی اکرام نہیں ہے۔''

پوچھا عبدہ بنت ابی کلاب کا کیا حال ہے؟ فرمایا ''اللہ کی قسم وہ تو ہم سے بلند درجوں کی طرف پہل کر گئیں۔'' پوچھا کیوں؟ لوگوں کی نگاہوں میں تو آپ سب سے زیادہ عبادت گزار تھیں؟ فرمایا ''انہیں دنیا میں جس حال میں بھی تھیں کوئی پرواہ نہ تھی''

پوچھا ابو مالک (ضیغم) کا کیا حال ہے؟ فرمایا جب چاہتے ہیں حق تعالیٰ کی زیارت کر لیتے ہیں۔ پوچھا بشر بن منصور کا کیا حال ہے؟ فرمایا ''واہ، واہ! انہیں تو حق تعالیٰ نے امیدوں سے زیادہ عطا فرما دیا۔''

دیکھنے والی نے درخواست کی کہ تقرب کا کوئی عمل بتائیے۔ فرمایا ''کثرت سے اللہ کا ذکر کرتی رہو اس سے قبر میں تمہاری حالت قابل رشک ہو گی''۔ (کتاب الروح لابن القیم)

بشار بن غالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''میں نے رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کو خواب میں دیکھا۔ میں ان کے لئے بڑی دعائیں کیا کرتا تھا، تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ ''اے بشار تمہارے تحفے نور کے تھالوں میں رکھ کر اور ریشم کے رومالوں سے ڈھانپ کر ہم کو پیش کئے جاتے ہیں۔'' میں نے کہا یہ کیسے؟ کہنے لگیں ''زندہ لوگ جب مردوں کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور وہ دعائیں قبول ہو جاتی ہیں، تو اس طرح پیش کی جاتی ہیں کہ ان کو نور کے تھال میں رکھا جاتا ہے، پھر ان کو ریشمی رومالوں سے ڈھانپا جاتا ہے، پھر جس مردے کے لئے دعائیں کی جاتی ہیں اس کو پیش کر دی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی کی طرف سے یہ ہدیہ تمہیں بھیجا گیا ہے''۔ (منہاج القاصدین لابن الجوزی ص:۵۷۹)

حضرت عاصم جحدری رحمۃ اللہ علیہ

بیان کیا گیا ہے کہ جب عاصم جحدری رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے تو دو سال بعد ان کے گھر والوں میں سے کسی آدمی نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے کہا ''کیا آپ فوت نہیں ہو چکے تھے؟ کہا ''ہاں'' کہا گیا، اب کہاں ہو؟ تو عاصم نے کہا ''خدا کی قسم میں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہوں، میں اور میرے کچھ ساتھی ہر جمعہ کی رات اور اس کی صبح کو ابوبکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر تمہاری خبریں حاصل کرتے ہیں''۔

میں نے ان سے کہا تمہارے جسم یا تمہاری ارواح؟ تو کہا ''بہت دور کی بات ہے جسم تو گل سڑ گئے، روحیں ملاقات کرتی ہیں۔'' میں نے کہا تمہیں اس کا علم ہوتا ہے؟'' کہنے لگے ہمیں جمعرات کی شام سے لے کر ہفتہ کے سورج طلوع ہونے تک کے اوقات میں تمہارا علم ہوتا ہے۔ میں نے کہا دوسرے دنوں کے علاوہ اس میں کیوں پتہ چلتا ہے؟ کہا ''جمعہ کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے''۔ (منہاج القاصدین لابن الجوزی)

مقبولیت عمل

حضرت گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ نیک عمل سے کسی ایک کومقبول اور برے عمل سے دوسرے کومردوداورمخذول سمجھا جاتا ہے۔

اسی کے حسب حال آپ نے ایک قصہ بیان فرمایا کہ کسی شہر میں ایک زاہد رہتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس کوخواب میں مطلع کیا کہ میں اس شہر پرآفت بھیج رہا ہوں،ایک شخص بھی اس آفت سے نہیں بچے گا۔زاہد نے پوچھا خداوندا! کون سی آفت بھیجے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آگ بھیجوں گا تاکہ وہ سوائے ایک گھر اوراس کے اندر پناہ لینے والوں کوجلا دے۔زاہد نے کہا خداوندا! میرا کیا حال ہوگا؟ جواب ملا کہ تجھ کوبھی جلادوں گا،مگر ہاں تو اگراس فاحشہ کے گھرپناہ لے لےتو تو اس فاحشہ کےطفیل بچ جائے گا۔

صبح کے وقت وہ زاہداٹھا،مصلیٰ کاندھے پررکھا،اورفاحشہ کے گھرگیا،فاحشہ اسے دیکھ کربہت حیران ہوئی۔اس نے پوچھا کہ اے زاہد،آپ میرے یہاں کس طرح پہنچ گئے؟ آپ کومعلوم ہے،روزانہ کس طرح کے لوگ میرے یہاں جمع ہوتے ہیں اورکیا کیا برے کام کرتے ہیں۔ زاہد نے کہامیں صرف چندروزتمہارے گھر میں پناہ لینا چاہتا ہوں،مجھےایک گوشہ گھرکا دے دو، میں وہاں اللہ اللہ کرتا رہوں گا،بقیہ تم جانواورتمہارا کام۔

فاحشہ نے گھرکا ایک گوشہ اسے دے دیا،اوروہ زاہدوہاں عبادت وریاضت میں مشغول ہو گیا۔کئی روزکے بعدشہرمیں آگ لگی اوروہاں کےتمام مکانات کوخاکسترکردیا،لیکن فاحشہ کا گھر بالکل محفوظ رہا۔

جب آگ ختم ہوئی توزاہد پھراپنے مکان کے گوشہ میں آگیا۔اس نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ خداوندا،اس میں کیا رازتھا کہ تمام لوگوں کوتونے جلادیااورسارےشہرکوخاکستراورویران کر دیا،لیکن اس فاحشہ کے گھرکوبچالیااوراسی کےطفیل میں مجھےبھی نجات دی؟

فرمان باری ہوا کہ ہمارا ایک خارش زدہ کتا بھوکا پیاسا گرمی سے زبان نکالے محلّہ محلّہ بھاگتا رہا، کسی نے اس کو نہ ایک ٹکڑا روٹی کا دیا نہ ایک قطرہ پانی پلایا، اپنی دیوار کے سایہ میں بیٹھنے بھی نہ دیا۔ وہ غریب جہاں گیا لوگوں نے اس کو سختی سے مار کر بھگا دیا، لیکن جب وہ اس فاحشہ کے گھر پہنچا تو اس نے اس کو اپنی دیوار کے سایہ میں پناہ دی، روٹی کھلائی اور پانی پلایا، اس کتے کے طفیل میں اس فاحشہ کو میں نے اس آفت سے بچا لیا اور اسی فعل کے عتاب میں تمام شہر کو میں نے تباہ اور ویران کر دیا اور تم کو اس فاحشہ ہی کے طفیل میں آفت سے محفوظ رکھا۔ (ملفوظات خواجہ گیسودراز ص: ۴۲۵)

ایک چیخ ماری اور جان دے دی

ایک باندی

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بازار گیا۔ وہاں ایک باندی فروخت ہورہی تھی، جو دیوانی بتائی جاتی تھی۔ میں نے سات دینار میں خرید لی، اور اپنے گھر لے آیا۔

جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ اٹھی، وضو کیا اور نماز شروع کردی۔ نماز میں اس کی حالت یہ تھی کہ روتے روتے اس کا دم نکلا جاتا تھا۔ نماز کے بعد اس نے مناجات شروع کی اور کہنے لگی ''اے میرے معبود! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم، مجھ پر رحم فرمایئے۔'' میں نے اس سے کہا اس طرح نہ کہو، یوں کہو کہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سن کر اس کو غصہ آگیا اور کہنے لگی ''قسم ہے اس ذات کی اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں نہ کھڑا رکھتا۔''

پھر اوندھے منہ گر گئی اور چند شعر پڑھے، جن کا مطلب یہ ہے کہ ''بے چینی بڑھتی جارہی ہے اور دل جلا جارہا ہے اور صبر جاتا رہا ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں، اس شخص کو کس طرح قرار آسکتا ہے، جس کو عشق وشوق اور اضطراب سے چین ہی نہیں۔ اے اللہ، اگر کوئی خوشی کی چیز ہو تو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔'' اس کے بعد بلند آواز سے یہ دعا کی کہ ''یا اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ تھا اب مخلوق کو خبر ہو چکی، اب مجھے اٹھا لیجئے'' یہ کہہ کر زور سے چیخ ماری اور مرگئی۔ (فضائل نماز ص: ۶۹)

ابو عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک باندی دیکھی جو بہت کم داموں میں فروخت ہو رہی تھی، جو نہایت دبلی پتلی تھی۔ اس کا پیٹ کمر سے لگ رہا تھا، بال بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس پر رحم کھا کر اس کو خرید لیا۔ اس سے کہا کہ ہمارے ساتھ بازار چل، رمضان المبارک کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لیں۔ کہنے لگی ''اللہ کا شکر ہے جس نے میرے واسطے سارے مہینے یکساں کر دیئے'' وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتی اور رات بھر نماز پڑھتی۔

جب عید قریب آئی تو میں نے اس سے کہا کہ کل صبح بازار چلیں گے، تو بھی ساتھ چلنا، عید کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لائیں گے۔ کہنے لگی ''میرے آقا تم دنیا میں بہت ہی مشغول ہو'' پھر اندر گئی اور نماز میں مشغول ہوگئی اور اطمینان سے ایک ایک آیت مزے لے لے کر پڑھتی رہی حتی کہ اس آیت پر پہنچی ''وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ''الآیۃ (س: ابراہیم ع:۳) چنانچہ اس آیت کو بار بار پڑھتی رہی اور ایک چیخ مار کر اس دنیا سے رخصت ہوگئی۔ (فضائل نماز ص:۱۷)

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ کا انتقال ہونے لگا تو اپنے خادم سے کہا کہ ''میرے دونوں ہاتھ باندھ دے اور میرا منہ زمین پر رکھ دے۔'' اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ ''کوچ کا وقت آ گیا نہ تو میں گناہوں سے بری ہوں، نہ میرے پاس کوئی عذر ہے، جو معذرت میں پیش کر دوں، نہ کوئی طاقت ہے جس سے مدد چاہوں۔ بس میرے لئے تو ہی ہے، میرے لئے تو ہی ہے۔''

یہی کہتے کہتے ایک چیخ ماری اور انتقال ہو گیا۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ اس بندہ نے اپنے مولیٰ کے سامنے عاجزی کی اس نے قبول کر لیا۔ (فضائل نماز ص:۴۸۲)

حضرت زرارہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ

بہز بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ، عتاب بن المثنی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ ''حضرت زرارہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ جن دنوں بصرہ کے قاضی تھے، ان دنوں وہ بنو قشیر (قبیلہ) کی امامت کیا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک روز وہ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، تلاوت کرتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے، ''فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ، فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ'' (ترجمہ جس دن صور پھونکا جائے گا تو وہ دن بڑا سخت ہوگا) تو وہیں گر گئے اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔''

راوی کہتے ہیں کہ ''جو لوگ آپ کی نعش اٹھا کر گھر تک لائے، میں بھی ان میں شامل تھا''۔

(جامع الترمذی ص:۵۹ ج:۱)

صالح براد کہتے ہیں کہ میں نے زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ سے کیا پوچھا گیا اور آپ نے کیا جواب دیا؟ آپ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ میں نے پوچھا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا "اپنے جود وکرم سے مجھ پر مہربانی فرمائی۔" میں نے پوچھا اور ابوالعلاء بن یزید مطرف رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی کے ساتھ؟ فرمایا "وہ تو بلند درجوں میں ہیں" میں نے پوچھا آپ کے نزدیک کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا "توکل اور قصر امل"۔ (کتاب الروح لابن القیم)

ایک اعرابی

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک بار میں جامع مسجد بصرہ سے آرہا تھا کہ ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی، جو نہایت دبلا پتلا، اونٹنی پر سوار، گلے میں تلوار پڑی ہوئی تھی اور ہاتھ میں کمان تھی۔

قریب آکر مجھے سلام کیا اور کہا تم کن لوگوں میں سے ہو؟ میں نے کہا "قبیلہ اصمع میں سے" کہا اصمعی تم ہی ہو؟ میں نے کہا "ہاں" کہا کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا ایسی جگہ سے آرہا ہوں جہاں اللہ کا کلام پڑھا جارہا تھا۔ کہا "رحمٰن کا بھی کلام ہے، جس کو آدمی پڑھتے ہیں؟" میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگا "کچھ مجھے بھی پڑھ کر سنادو"۔

میں نے کہا سواری سے اتر جاؤ۔ وہ اتر گیا۔ میں نے سورہ والذاریات شروع کی حتیٰ کہ آیت "وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْن" پر پہنچا یعنی تمہارا رزق جس کا تم کو وعدہ کیا گیا ہے، وہ آسمان پر ہے۔ کہا "اے اصمعی! یہ کلام اللہ عزوجل کا ہے؟" میں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے، یہ کلام اسی کا ہے، جسے اس نے اپنے نبی پر نازل فرمایا۔ کہنے لگا "بس کرو"، پھر کھڑا ہو کر اپنی سواری کے اونٹ کو ذبح کیا اور کھال سمیت اس

کے ٹکڑے کیئے اور کہا اس کی تقسیم میں میری مدد کرو۔

چنانچہ ہم نے اسے آنے جانے والوں پر تقسیم کر دیا، پھر تلوار اور کمان لے کر ٹکڑے کیئے اور ریت میں دبا کر جنگل کی طرف روانہ ہوا اور کہتا جاتا تھا ''وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْن .''میں نے اپنے نفس پر ملامت کی کہ جس کلام سے یہ شخص بیدار ہو گیا، تو اس سے بیدار کیوں نہیں ہوتا۔

جب میں ہارون رشید کے ساتھ حج کو گیا تو میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ مجھے کسی نے نرم آواز سے بلایا، میں نے پیٹھ پھیر کر دیکھا تو وہی اعرابی تھا، جو بالکل لاغر اور زرد ہو گیا تھا، اس نے مجھے سلام کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مقام ابراہیم کے پیچھے مجھے بٹھایا اور کہا کچھ کلام اللہ پڑھ کر سنا دے۔ میں نے پھر وہی سورۃ الذاریات شروع کی، جب میں اس آیت پر پہنچا'' وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْن ''اس اعرابی نے چیخ ماری اور کہا ہم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا۔ پھر کہا اور بھی کچھ ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ آگے فرماتے ہیں''فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ۔ اِنَّہٗ لَحَقٌّ مِثْلَ مَا أَنَّکُمْ تَنْطِقُوْن'' یعنی قسم ہے پروردگار آسمان اور زمین کی کہ یہ ایسا سچ ہے، جیسا کہ تم آپس میں گفتگو کرتے ہو۔''

یہ سنتے ہی اس اعرابی نے چیخ ماری اور کہا سبحان اللہ، اللہ جل جلالہ کو کس نے غصہ دلایا؟ حتی کہ قسم فرمائی، کیا اس کی لوگوں نے تصدیق نہ کی اور اسے قسم کھانے پر مجبور کیا؟ تین بار اس نے یہی بات کہی اور اسی حال میں اس کی روح نکل گئی۔ (نزہۃ البساتین ص: ۳۵۷/۳۵۸)

دونو جوانوں کا قصہ

روایت ہے کہ ایک جوان حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہتا تھا۔ جب کوئی ذکر سنتا تو چیخ اٹھتا تھا۔ ایک روز حضرت نے فرمایا اگر پھر ایسا کرنا ہو تو میرے پاس نہ آیا کرو۔ اس کے بعد جب وہ کچھ سنتا تو اس کا رنگ متغیر ہو جاتا، لیکن وہ ضبط کرتا حتی کہ ہر بُنِ مو (بال کی ہر جڑ) سے

خون ٹپکتا۔ ایک دن اسی حال میں تھا کہ اچانک اس نے ایسی زور کی چیخ ماری کہ اس کی روح پرواز کرگئی۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرا گزر ایک محل پر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوب صورت جوان پڑا ہے اور اس کے گرد لوگ جمع ہیں۔ میں نے اس کی حالت دریافت کی، لوگوں نے کہا یہ شخص راستہ پر جا رہا تھا اور اس محل میں ایک لونڈی یہ اشعار گا رہی تھی:

طَمَعَتْ فِيْ أنْ تَرَاکَ　　　　كَبُرَتْ هِمَّةُ عَبْدٍ

أنْ رَآی مَا قَدْ رَآکَ　　　　أوَ مَا حَسْبُ بِعَيْنٍ

(ترجمہ) بڑی ہمت ہے اس بندہ کی جو تیرے دیکھنے کی طمع رکھتا ہے، کیا آنکھ کے لئے کافی نہیں کہ تیرے دیکھنے والے کو دیکھ لے؟'' یہ سنتے ہی اس نے ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی۔ (نزہۃ البساتین ص:۲۷۵ ج ۱/)

اللہ سے ڈرنے والے ایک نوجوان کا قصہ

منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز ایک نوجوان کو دیکھا جو ڈرنے والوں کی طرح نماز پڑھ رہا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ شاید یہ شخص کوئی ولی ہے، میں دیکھتا رہا حتی کہ وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔

میں نے اس سے کہا تو نہیں جانتا کہ دوزخ میں ایک وادی ہے، جس کا نام لظی ہے، جو کھال اتار دے گی، اس شخص کو بلائے گی جس نے پیٹھ پھیری ہوگی اور بے رخی کی ہوگی اور جمع کیا ہوگا، پھر اس سے رکھا ہوگا۔ یہ سن کر اس نے چیخ ماری اور بے ہوش ہوگیا۔

جب افاقہ ہوا تو کہنے لگا کچھ اور سناؤ۔ میں نے یہ آیت سنائی۔ ''يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (ترجمہ) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور

اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت شدید فرشتے مقرر ہیں وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ہوتا ہے بجالاتے ہیں'' یہ سن کر وہ شخص گر پڑا اور جان دے دی۔

میں نے اس کا سینہ کھول کر دیکھا تو اس پر قلم قدرت سے لکھا ہوا تھا ''فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ قُطُوْفُهَا دَانِیَة '' (یعنی وہ عیش پسندیدہ میں رہے گا، اعلیٰ درجہ جنت میں جس کے ثمرات قریب ہیں)

جب تیسری رات ہوئی تو میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ تخت پر رونق افروز ہے، اور اس کے سر پر تاج رکھا ہوا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ کہا مغفرت فرمائی اور مجھے ثواب اہل بدر کا عطا ہوا، بلکہ اور زیادہ دیا۔ میں نے کہا زیادہ کیوں دیا؟ کہا اس وجہ سے کہ وہ کفار کی تلوار سے شہید ہوئے اور میں اللہ تعالیٰ کے کلام سے شہید ہوا۔ (نزہتہ البساتین)

اللہ سے ڈرنے والی ایک لڑکی کا قصہ

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض احباب نے کہا کہ کوہ مقطم میں ایک لڑکی اللہ تعالیٰ کی بہت عبادت کرنے والی ہے۔ میرے دل میں اس سے ملنے کا شوق ہوا اور وہاں پہنچ کر میں نے اسے تلاش کیا، وہ نہ ملی، مگر عابد زاہد لوگوں کے گروہ میں سے ایک شخص ملا۔ میں نے ان سے اس کا حال پوچھا، تو کہنے لگے تم داناؤں سے بھاگتے ہو اور دیوانوں کو پوچھتے ہو؟ میں نے کہا آپ بتا تو دیں وہ مجنونہ کہاں ہے؟ کہنے لگے وہ فلاں جنگل میں ہے۔

میں ان کے بتائے ہوئے پتہ پر گیا تو دور سے ایک غمناک آواز سنائی دی۔ میں اس آواز کے پیچھے گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکی پتھر کی ایک چٹان پر بیٹھی ہے۔ میں نے اسے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دے کر کہا ''ذوالنون'' تمہیں دیوانوں سے کیا کام؟'' میں نے کہا کیا تو دیوانی

ہے؟ کہا ''اگر دیوانی نہ ہوتی تو لوگ مجھے دیوانہ کیوں کہتے ؟''

میں نے کہا تجھے کس شئ نے دیوانہ بنا دیا؟'' کہا ''ذوالنون! اس کی محبت نے مجھے دیوانہ اور اس کے شوق نے حیران کر دیا، اس کی دریافت نے قلق اور تڑپ میں ڈال دیا ہے، کیوں کہ محبت تو قلب میں ہوتی ہے اور شوق فواد میں اور دریافت کرنا سر میں۔''

میں نے پوچھا لڑکی کیا فواد اور شئ ہے اور قلب کچھ اور ہے؟ کہا ''ہاں فواد قلب کے نور کو بولتے ہیں اور سر فواد کے نور کو۔ سو قلب تو محبت کرتا ہے اور فواد مشتاق ہوتا ہے اور سر پاتا ہے'' میں نے پوچھا سر کس شئ کو پاتا ہے؟ کہنے لگی ''حق کو'' میں نے پوچھا حق کو کس طرح پاتا ہے؟ ''ذوالنون حق کو پانا بلا کیف ہوتا ہے'' میں نے کہا بھلا تیرا حق کو پانے میں صادق ہونا کیا ہے؟

یہ سنتے ہی اس نے رونا شروع کر دیا اور اس قدر روئی کہ قریب تھا کہ اس کی جان نکل جائے۔ جب ہوش میں آئی تو بہت سے ہائے ہائے کے نعرے مارے۔ اس کے بعد چند اشعار درد انگیز پڑھے اور کہا ''دیکھ صادق اور سچے لوگ اس طرح جاتے ہیں۔'' پھر اس پر غشی طاری ہوئی۔ میں نے پاس جا کر جو اسے ہلایا تو مردہ پایا۔ میں نے کوئی چیز ڈھونڈھی کہ جس سے اس کے لئے قبر کھودوں۔ دیکھا تو وہ میری نظروں سے غائب ہوگئی۔ (نزہۃ البساتین ص:۸۷)

حضرت شیبان مصاب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوہ لبنان کے ایک غار میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ اس کا سر اور داڑھی بالکل سفید اور سر کے بال غبار آلود ہیں اور نہایت لاغر ہیں اور نماز میں مشغول ہیں۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر نیت باندھ لی۔ اسی طرح عصر تک برابر نماز میں مشغول رہے، پھر ایک پتھر کے سہارے بیٹھ گئے اور سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھنے لگے اور مجھ سے کچھ بات چیت نہ کی۔

میں نے خود ہی عرض کیا کہ حضرت میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے۔فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنے قرب سے مانوس کر دے۔ میں نے کہا کچھ اور فرمائیے۔فرمایا بیٹا جسے اللہ تعالیٰ اپنے قرب سے مانوس کر دیتا ہے اسے چار خصلتیں عطا فرماتا ہے،عزت بغیر خاندان،علم بے طلب، غنا بغیر مال اور انس بے جماعت۔ یہ کہہ کر زور سے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے، اور پورے تین دن بعد افاقہ پایا۔اٹھ کر وضو کیا اور مجھ سے پوچھ کر سب فوت شدہ نمازوں کی قضا کی اور مجھ سے سلام کر کے رخصت ہونے لگے۔

میں نے عرض کیا حضرت میں تو تین دن اس امید پر پڑا رہا کہ شیخ کچھ اور نصیحت فرمائیں گے۔ یہ کہتے ہوئے مجھے رونا آ گیا۔فرمایا اپنے مولیٰ کو دوست رکھ اور اس کے بدلہ کسی کی چاہت نہ کر، کیوں کہ اللہ کو دوست رکھنے والے ہی تمام بندوں کے سرتاج اور اللہ کے برگزیدہ اور اس کے خالص بندے ہیں۔ پھر ایک چیخ ماری اور جاں بحق ہو گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (نزہۃ البساتین ص:۸۳)

حضرت ابو جہیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صالح مری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت محمد بن واسع، حبیب عجمی، مالک بن دینار اور ثابت بنانی رحمہم اللہ کے ہمراہ حضرت ابو جہیر رحمۃ اللہ علیہ نابینا کی زیارت کے ارادہ سے چلا۔ وہ شہر سے نکل گئے تھے،اور ان کے واسطے ایک مسجد بنائی گئی تھی، جس میں وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ہم لوگ چل کر بے وقت ان کے مکان پر پہنچے۔

ایک جگہ سبزہ زار دیکھ کر حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا آؤ، دو رکعت نماز پڑھ لیں تاکہ قیامت کے دن یہ جگہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے یہاں ہماری گواہی دے۔ پھر ان کے گھر گئے، اور ان کو خبر کر کے تکلیف دینا مناسب نہ جانا اور بیٹھ گئے۔

جب ظہر کا وقت ہوا تو وہ گھر سے نکلے اور اذان دے کر اقامت کہی، نماز پڑھی۔ہم نے بھی

ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوکر انہیں ملے۔ انہوں نے پوچھا ''تم کون ہو؟'' کہا محمد بن واسع تمہارا بھائی ہوں۔ فرمایا ''تم وہی ہو جن کی نسبت سنا جاتا ہے کہ تم بصرہ میں سب سے اچھے نمازی ہو؟'' وہ یہ سن کر خاموش ہو رہے۔

پھر ثابت بنانی ملے پوچھا ''تم کون ہو؟'' کہا ثابت بنانی۔ فرمایا ''تم وہی ہو کہ جن کی نسبت مشہور ہے کہ بصرہ میں سب سے زیادہ نمازی ہو۔'' وہ بھی سن کر خاموش ہو رہے۔

پھر مالک بن دینار ملے، پوچھا ''تم کون ہو؟'' انہوں نے کہا مالک بن دینار ہوں۔ فرمایا ''واہ، واہ تمہاری نسبت مشہور ہے کہ بصرہ میں تم سب سے بڑے زاہد ہو۔''

پھر حبیب عجمی نے ملاقات کی، پوچھا ''تم کون ہو؟'' کہا حبیب عجمی۔ فرمایا ''تم وہی ہو جن کی نسبت مشہور ہے کہ تم مستجاب الدعوات ہو؟'' وہ بھی سن کر ساکت رہے۔

پھر میں نے ملاقات کی، پوچھا ''تم کون ہو؟'' میں نے کہا میں صالح مری ہوں، فرمایا ''تم وہی ہو جن کی نسبت مشہور ہے کہ تمہاری آواز بصرہ والوں میں سب سے اچھی ہے۔'' پھر فرمایا ''میں تمہاری آواز کا مدت سے مشتاق تھا، آؤ، پانچ آیتیں کتاب اللہ کی مجھے پڑھ کر سناؤ'' صالح کہتے ہیں میں نے ''یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلَائِکَةَ لَا بُشْرٰی یَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ'' سے قرأت شروع کی اور جب ''هَبَاءً مَّنْثُوْرًا'' پر پہنچا، تو ایک چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا ''وہی آیتیں پھر سناؤ'' میں نے پھر پڑھا۔ انہوں نے ایک چیخ ماری اور دنیا سے انتقال فرمایا۔

اتنے میں ان کی بیوی نکل آئیں اور پوچھا تم کون لوگ ہو؟ ہم نے خبر دی۔ انہوں نے ہمارا تعارف سن کر ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھی اور کہا ''کیا ابو جہیر کا انتقال ہو گیا؟'' ہم نے کہا ہاں خدا تعالیٰ تمہیں اجر دے تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ کہنے لگیں ''میں انہیں اکثر دعا میں یہ کہتے ہوئے سنتی تھی کہ میری موت کے وقت اے اللہ، اپنے اولیاء کو جمع کر دے۔ اس واسطے میں جان گئی کہ تم لوگ ان کی موت کے واسطے اکٹھے ہوئے ہو۔'' پھر ہم نے انہیں غسل دیا اور کفنایا اور نماز پڑھ کر تدفین کی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ (نزہۃ البساتین ص: ۳۸۰)

لیلیٰ مجنوں کا قصہ

اس طرح کا ایک اور واقعہ حضرت نے بیان کیا کہ لیلیٰ کے جھروکہ کے نیچے ایک پتھر تھا۔ مجنون روزانہ وہاں پر جاتا اور اس پتھر پر لیٹا رہتا اور لیلیٰ کے جھروکہ کی طرف منہ کر کے اس کو دیکھنے میں مشغول اور مستغرق رہتا۔

مجنوں کے رقیبوں نے لیلیٰ سے کہا کہ یہ دیوانہ روزانہ آتا ہے اور اس پتھر پر بیٹھ کر جھروکہ سے تجھے دیکھتا ہے، کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئے کہ وہ اس پتھر پر نہ بیٹھ سکے۔ ان لوگوں نے لکڑی جمع کی اور اس پتھر پر رکھ کر اس کو جلایا، یہاں تک کہ وہ پتھر آگ کی طرح ہو گیا۔

مجنوں جو عشق کی آگ کا جلا ہوا تھا، حسب معمول وہاں پر پہنچا اور اس پتھر پر بیٹھ گیا اور پھر لیٹ گیا پورا جسم اس کا جلنے لگا اور جسم کے جلنے کی بو پھیلنے لگی، لیکن وہ اسی طرح لیلیٰ کی طرف متوجہ اور اس کے خیال میں مستغرق رہا۔ اس کو اپنے بدن کے جلنے کی بھی خبر نہ ہوئی، یہاں تک کہ مجنوں کے رقیبوں ہی کو اس پر رحم آ گیا، انہوں نے شور مچایا کہ ارے دیوانہ تو جل رہا ہے، وہاں پر کیا کر رہا ہے؟

مجنون نے دل کی طرف اشارہ کر کے کہا ''بدن تو نہیں البتہ یہ جل رہا ہے، میں سوختہ آتش عشق ہوں، مجھے بدن کے جلنے کا کیا احساس ہوگا۔ یہ قصہ بیان کر کے حضرت مخدوم نے فرمایا کہ سلوک کی کتابوں میں لکھا ہے کہ

''اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ الْقُلُوْبَ قَبْلَ الأَجْسَادِ هٰكَذا بِأُلُوْفِ سَنَةٍ وَجَعَلَ فِيْهَا نَارَ مَحَبَّةٍ فَأَخْرَجَ مِنْهَا شِرَارَ نَارِ الْمَحَبَّةِ فَخَلَقَ مِنْهَا سَبْعَةَ دَرَكاتِ جَهَنَّم''۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے دل کو جسم سے کئی ہزار سال پہلے پیدا کیا اور اس میں اپنے عشق کی آگ رکھ دی، اس کی ایک چنگاری باہر نکلی جس سے سات طبق دوزخ کے پیدا ہوئے۔

اس لیے عشق کی آگ کے جلے ہوئے کو دنیا کی آگ کی کیا خبر ہوگی اور اس کا کیا احساس ہوگا،

متنبیؔ شاعر نے اس کے بارے میں کہا ہے۔

؎ فَفِيْ قَلْبِ الْمُحِبِّ نَارُ هَوىٰ   أَحَرُّ نَارِ جَهَنَّمَ بَرْدَهَا

یعنی عاشق کے دل میں جو عشق کی آگ ہے، اس کے مقابل میں دوزخ کی آگ بھی ٹھنڈی ہے۔ (ملفوظات خواجہ گیسودراز ص:۴۲۴)

انتقال کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا
''کیا گزری؟''

زندوں اور مردوں کی روحوں میں ملاقات

زندوں اور مردوں کی روحوں میں ملاقات ہوتی ہے، اس کی دلیلیں بے شمار ہیں اور حس اور واقعات سب سے بڑے شاہد ہیں۔ زندوں اور مردوں کی روحوں میں اسی طرح ملاقات ہوتی ہے، جس طرح زندوں کی روحیں آپس میں ملتی جلتی ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''أَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا...... الخ'' یعنی اللہ موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے اور سوتے وقت ان روحوں کو بھی جن کی ابھی موت نہیں آئی، پھر جن پر موت کا حکم فرما چکا انہیں روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک معین مدت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ (سورۂ زمر آیت ۴۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ خواب میں زندوں اور مردوں کی روحیں ملتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ مردوں کی روحوں کو روک لیتا ہے اور زندوں کی روحوں کو چھوڑ دیتا ہے۔

سدی فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حالت نیند میں بھی روحیں قبض کر لیتے ہیں، پھر زندوں اور مردوں کی روحیں مل کر ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں اور مذاکرہ کرتی ہیں، پھر زندوں کی روحیں ان کے جسم کی طرف دنیا میں لوٹا دی جاتی ہیں، مگر مردوں کی روحیں جب اپنے جسم کی طرف لوٹنے کا ارادہ کرتی ہیں تو انہیں روک دیا جاتا ہے۔

اس آیت کا ایک مطلب تو یہ ہوا کہ جو مر جاتا ہے، اس کی روح روک لی جاتی ہے اور جو زندہ ہے، اس کی روح (جسے نیند میں قبض کیا گیا تھا) چھوڑ دی جاتی ہے۔

دوسرا مطلب یہ کہ روکی ہوئی اور چھوڑی ہوئی دونوں قسموں کی روحیں زندوں ہی کی ہیں، پھر جس کی مقررہ مدت پوری ہو چکی اس کی روح روک لی جاتی ہے اور قیامت سے پہلے جسم کی طرف نہیں لوٹائی جاتی اور جس کا وقت پورا نہیں ہوا، اسے اس کے جسم کی طرف مقررہ مدت پوری

کرنے کے لئے لوٹا دیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام نے یہی مطلب پسند فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اسی پر قرآن وحدیث دونوں دلالت کرتے ہیں، کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جن روحوں کو نیند والی وفات دی ہے، ان میں سے جن پر موت کا فیصلہ فرمایا ہے، انہیں کے روکنے کا حکم فرمایا ہے۔ رہیں وہ روحیں جنہیں موت کے وقت قبض کیا جاتا ہے، انہیں نہ روکنے ہی کا حکم ہے اور نہ چھوڑنے کا بلکہ یہ تیسری قسم کی روحیں ہیں۔

لیکن ترجیح پہلے مطلب کو ہے، اس لئے کہ حق تعالیٰ نے دو وفاتیں بیان کیں، وفات کبریٰ (موت) اور وفات صغریٰ (نیند) اور روحوں کی دو قسمیں بیان فرمائیں، ایک تو وہ قسم جس پر موت کا حکم صادر ہو چکا، انہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس روک لیا اور موت عطا فرمادی اور ایک وہ قسم جس کی ابھی مقررہ مدت باقی ہے، انہیں اللہ تعالیٰ نے تکمیل عمر کے لئے ان کے جسم کی طرف لوٹا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا وفاتوں کے دو حکم (روکنا اور چھوڑنا) بیان فرمائے اور بتایا کہ زندہ وہ روح ہے جسے نیند والی وفات دی گئی ہے۔

اگر وفات کی صرف دو قسمیں ہوتیں (وفات موت اور وفات نیند) تو "وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا" لانے کی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ وہ قبض ہی کے وقت مرجاتی، حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ وہ نہیں مری تو پھر "فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْت" کیسے صحیح ہوسکتا؟ جواب دینے والا یہ جواب دے سکتا ہے، وفات نوم کے بعد اللہ تعالیٰ نے موت کا فیصلہ فرمایا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آیت وفات کی دونوں قسموں کو شامل ہے، کیوں کہ اس میں دو وفاتوں (وفات نیند اور وفات موت) کا بیان ہے، پھر مرنے والے کی روح کو روکنے اور دوسری روح کو چھوڑنے کا ذکر ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ ہر مرنے والے کی روح کو روک لیتا ہے، خواہ وہ سوتے سوتے مرجائے، یا بیداری میں۔

اور زندوں اور مردوں کی روحوں کے ملنے کا یہ ثبوت بھی ہے کہ زندہ حضرات خواب میں

مردوں کو دیکھتے ہیں، اور ان سے حالات معلوم کرتے ہیں، اور مردے نامعلوم حالات بتاتے ہیں، جن کا مستقبل میں بعینہ ظہور ہو جاتا ہے، اور کبھی ماضی میں بھی ہو چکا ہوتا ہے۔ کبھی مرنے والا اپنا گڑا ہوا مال بتاتا ہے، جس کی اس کے سوا کسی کو خبر نہیں ہوتی اور کبھی اپنے قرض کی اطلاع کرتا ہے کہ (مجھ پر فلاں فلاں کا قرض ہے) اور اس کے قرائن بھی بیان کرتا ہے۔ کبھی ایسے عمل کی خبر دیتا ہے، جس کی اس کے سوا کسی کو بھی خبر نہ تھی۔ کبھی یہ بتایا ہے کہ ہمارے پاس فلاں فلاں وقت آؤ گے اور اس کی خبر سچی ہو جاتی ہے۔ کبھی ایسی باتوں کی خبر دیتا ہے، جن کے بارے میں زندوں کو یقین ہو جاتا ہے کہ انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، جیسا کہ ان بہت سے واقعات سے ظاہر ہے، جو پیچھے گزر چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کا معاہدہ

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ عبداللہ بن سلام اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ملاقات ہوئی۔ دونوں اس امر پر متفق تھے کہ زندوں اور مردوں کی روحوں میں ملاقات ہوتی ہے اور نیکوں کی روحیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں۔

چنانچہ دونوں نے یہ عہد کیا کہ ان میں سے جو پہلے مر جائے وہ دوسرے کو اپنے حالات کی اطلاع دے۔ آخر ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا۔ وفات کے بعد وہ دوسرے کے خواب میں آیا اور کہا کہ ”اللہ تعالیٰ کے توکل پر قائم رہو اور خوش ہو جاؤ، میں نے توکل جیسا کوئی عمل نہیں پایا“۔ (کتاب الروح ص: ۶۱ تا ۶۳)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے چند روز پیشتر خواب دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وفات ہو گئی ہے اور لوگ جنازہ باہر لانا چاہتے ہیں۔

میں نے ایک تعبیر بتانے والے سے پوچھا تو اس نے کہا جو شخص اس زمانہ میں سب سے بڑا عالم ہے، اس کی وفات ہوگی، کیوں کہ علم حضرت آدم علیہ السلام کا خاصہ ہے ''وعلم آدم الاسماء کلھا'' پس اس کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوگئی۔ (ظہیر الاصفیاء ص:۲۰۸)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بعد انتقال کے کسی نے خواب میں دیکھا اور مغفرت کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا ''یہ پانچ درود شریف جمعہ کی رات کو میں پڑھا کرتا تھا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ وصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَمْ یُصَلِّ عَلَیْہِ وصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا أمَرْتَ بِالصَّلوٰۃِ عَلَیْہِ وصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ أنْ یُّصَلّٰی عَلَیْہِ وصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا یَنْبَغِیْ أنْ یُّصَلّٰی عَلَیْہِ

اس درود کو درود خمسہ کہتے ہیں۔ (فضائل درود شریف ص:۹۵/۹۶)

ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا خدائے تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ''مجھے کرسی پر بٹھا کر زمرد و مروارید نثار کئے اور چند دینار کے بدلہ میں ستر ہزار دیئے اور رحمت فرمائی'' (ظہیر الاصفیاء ص:۲۰۸)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ایک صاحب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں درود شریف لکھا ہے ''**صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْن** '' آپ کی طرف سے ان کو کیا بدلہ دیا گیا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے یہ بدلہ دیا گیا ہے کہ وہ حساب کے لئے نہیں رو کے جائیں گے۔''

ابن بنان اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب

میں زیارت کی۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) محمد بن ادریس یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے چچا کی اولاد ہیں (چچا کی اولاد اس وجہ سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہاشم پر جا کر ان کا نسب مل جاتا ہے، وہ عبد یزید ابن ہاشم کی اولاد میں ہیں) آپ نے کوئی خصوصی اکرام ان کے لئے فرمایا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ہاں میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ قیامت میں اس کا حساب نہ لیا جائے۔'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اکرام ان کا کس عمل کی وجہ سے ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میرے اوپر درود ایسے الفاظ کے ساتھ پڑھا کرتا تھا کہ جن الفاظ کے ساتھ کسی اور نے نہیں پڑھا تھا۔'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ الفاظ کیا ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ 'أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْن وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْن'' (فضائل درود شریف)

ایک صالح کا واقعہ

شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ ایک صالح کو کسی نے خواب میں دیکھا اور اس سے حال پوچھا۔ اس نے کہا ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم کیا اور مجھے بخش دیا اور جنت میں داخل کیا۔'' سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا فرشتوں نے میرے گناہ اور میرے درود شریف کو شمار کیا، سو درود شریف کا شمار زیادہ نکلا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اتنا بس ہے، اس کا حساب مت کرو اور اس کو بہشت میں لے جاؤ'' (فضائل درود شریف ص:۹۶)

حضرت ابوالعباس احمد بن منصور رحمۃ اللہ علیہ

ابوالعباس احمد بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہو گیا تو اہل شیراز میں سے ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ شیراز کی جامع مسجد میں محراب میں کھڑے ہیں اور ان پر ایک جوڑا

ہے، اور سر پر ایک تاج ہے جو جواہر اور موتیوں سے لدا ہوا ہے۔

خواب دیکھنے والے نے ان سے حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ’’اللہ جل شانہ نے میری مغفرت فرمادی اور میرا بہت اکرام فرمایا اور مجھے تاج عطا فرمایا اور یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت درود کی وجہ سے ہے‘‘۔ (فضائل درود شریف)

دو گناہ گاروں کا واقعہ

صوفیاء میں سے ایک بزرگ نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو جس کا نام مسطح تھا اور وہ اپنی زندگی میں دین کے اعتبار سے بہت ہی بے پرواہ اور بے باک تھا (یعنی گناہوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتا تھا) مرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔

میں نے اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ ’’اللہ تعالیٰ شانہ نے میری مغفرت فرمادی۔‘‘ میں نے پوچھا یہ کس عمل سے ہوئی؟ اس نے کہا ’’میں ایک محدث کی خدمت میں حدیث نقل کر رہا تھا، استاذ نے درود شریف پڑھا، میں نے بھی اس کے ساتھ بہت آواز سے درود شریف پڑھا، میری آواز سن کر سب مجلس والوں نے درود پڑھا، حق تعالیٰ شانہ نے اس وقت ساری مجلس والوں کی مغفرت فرمادی‘‘۔

نزہۃ المجالس میں بھی اس قسم کا ایک اور قصہ نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی تھا، بہت گناہ گار تھا، میں اس کو بار بار توبہ کی تاکید کرتا تھا مگر وہ نہیں کرتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو میں نے اس کو جنت میں دیکھا، میں نے اس سے پوچھا کہ تو اس مرتبہ کو کیسے پہنچ گیا؟ اس نے کہا ’’میں ایک محدث کی مجلس میں تھا، انہوں نے یہ کہا کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر زور سے درود شریف پڑھے، اس کے لئے جنت واجب ہے۔ میں نے آواز سے درود پڑھا اور اس پر اور لوگوں نے بھی پڑھا اور اس پر ہم سب کی مغفرت ہوگئی‘‘۔

اس قصہ کو روض الفائق میں بھی ذرا تفصیل سے ذکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ صوفیاء میں سے

ایک بزرگ نے کہا کہ میرا ایک پڑوسی تھا، بہت گناہ گار، ہر وقت شراب کے نشہ میں مدہوش رہتا تھا، اس کو دن رات کی بھی خبر نہ رہتی تھی، میں اس کو نصیحت کرتا تو سنتا نہیں تھا، میں توبہ کو کہتا تھا تو وہ مانتا نہیں تھا۔ جب وہ مر گیا تو میں نے اس کو خواب میں بہت اونچے مقام پر اور جنت کے لباس فاخرہ میں دیکھا، بڑے اعزاز و اکرام میں تھا۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے اوپر والا قصۂ محدث کا ذکر کیا۔ (فضائل درود شریف ص:۹۸/۹۷)

حضرت ابو عبد اللہ بن حامد رحمۃ اللہ علیہ

ابوالحسن بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ بن حامد رحمۃ اللہ علیہ کو مرنے کے بعد کئی دفعہ خواب میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کیا گزری؟ انہوں نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی اور مجھ پر رحم فرمایا۔''

میں نے ان سے پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے، جس سے میں سیدھا جنت میں داخل ہو جاؤں۔ انہوں نے بتایا کہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھ اور ہر رکعت میں ایک ہزار مرتبہ قل ھو اللہ پڑھو۔ میں نے عرض کیا یہ تو بہت مشکل عمل ہے، تو انہوں نے کہا کہ ''پھر تو ہر شب میں ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کر''۔ دارمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ میں نے اپنا معمول بنا لیا۔ (فضائل درود شریف)

حضرت ابو حفص کاغذی رحمۃ اللہ علیہ

ایک صاحب نے ابوحفص کاغذی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کہ کیا معاملہ گزرا؟ انہوں نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ شانہ نے مجھ پر رحم فرمایا، میری مغفرت فرمادی، مجھے جنت میں داخل کرنے کا حکم دے دیا۔''

صاحب خواب نے پوچھا یہ کیسے ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ جب میری پیشی ہوئی تو ملائکہ کو حکم دیا گیا، انہوں نے میرے گناہ اور میرے درود شریف کو شمار کیا تو میرا درود شریف گناہوں پر بڑھ

گیا، تو میرے مولا جل جلالہ نے ارشاد فرمایا کہ "اے فرشتو! بس، بس، آگے حساب نہ کرو اور اس کو میری جنت میں لے جاؤ"۔ (فضائل درود شریف)

ایک کاتب کا واقعہ

عبید اللہ بن عمر قواریری سے منقول ہے کہ ایک کاتب میرا ہمسایہ تھا، وہ مر گیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا "مجھے بخش دیا" میں نے سبب پوچھا۔ کہا "میری عادت تھی جب نام پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتاب میں لکھتا تو صلی اللہ (تعالیٰ) علیہ وسلم بھی بڑھاتا۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو ایسا کچھ دیا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر گزرا"۔ (فضائل درود شریف)

ایک اور شخص کا قصہ

شیخ المشایخ حضرت شبلی نور اللہ مرقدہ سے نقل کیا گیا ہے کہ میرے پڑوس میں ایک آدمی مر گیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھا، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا گزری؟ اس نے کہا، شبلی بہت ہی سخت سے سخت پریشانیاں گزریں اور مجھ پر منکر نکیر کے سوال کے وقت گڑبڑ ہونے لگی۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یا اللہ یہ مصیبت کہاں سے آرہی ہے؟ کیا میں اسلام پر نہیں مرا؟ مجھے ایک آواز آئی کہ یہ دنیا میں تیری زبان کی بے احتیاطی کی سزا ہے۔

جب ان دونوں فرشتوں نے میرے عذاب کا ارادہ کیا تو فوراً ایک نہایت حسین شخص میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گیا۔ اس میں سے نہایت ہی بہتر خوشبو آرہی تھی، اس نے مجھ کو فرشتوں کے جوابات بتا دیئے، میں نے فوراً کہہ دیئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں ایک آدمی ہوں، جو تیرے کثرت درود سے پیدا کیا گیا ہوں، مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر مصیبت میں تیری مدد کروں"۔ (فضائل درود شریف)

حضرت خلف رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہم جماعت کا قصہ

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خلف رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ میرا ایک دوست تھا جو میرے ساتھ حدیث پڑھا کرتا تھا۔ اس کا انتقال ہو گیا۔

میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ نئے سبز کپڑوں میں دوڑتا پھر رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ تو حدیث پڑھنے میں تو ہمارے ساتھ تھا، پھر یہ اعزاز و اکرام تیرا کس بات پر ہو رہا ہے؟ اس نے کہا کہ ''حدیثیں تو میں تمہارے ساتھ ہی لکھا کرتا تھا، لیکن جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام حدیث میں آتا، تو میں اس کے نیچے صلی اللہ (تعالیٰ) علیہ وسلم لکھ دیتا تھا۔ اللہ جل شانہ نے اس کے بدلہ میں میرا یہ اکرام فرمایا ہے جو تم دیکھ رہے ہو''۔ (فضائل درود شریف ص:۱۰۱)

حضرت ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

ابن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا، اور ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرما دی۔'' میں نے پوچھا کس عمل پر؟ انہوں نے فرمایا کہ ''ہر حدیث میں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود لکھا کرتا تھا''۔ (فضائل درود شریف)

حضرت ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ

جعفر بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے مشہور محدث حضرت ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ آسمان پر ہیں اور فرشتوں کی امامت نماز میں کر رہے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ یہ عالی رتبہ کس چیز سے ملا؟ انہوں نے کہا ''میں نے اپنے اس ہاتھ سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھتا، تو حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام لکھتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں (بدیع) اس حساب سے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ایک کروڑ درود ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ شانہ کی تو ایک ہی رحمت سب کچھ ہے، پھر چہ جائیکہ ایک کروڑ"۔(فضائل درود شریف)

شاہ سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی

سفینۃ الاولیاء کے مصنف نے لکھا ہے کہ کسی شخص نے شہنشاہ سنجر کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ سنجر نے بتایا کہ "میرے متعلق حکم دیا گیا کہ دوزخ کے شعلوں کے حوالے کر دیا جائے، عذاب کے فرشتے لئے جا رہے تھے کہ آواز آئی "شاہ سنجر کو چھوڑ دو، اس نے ایک دن حضرت خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں نیازمندانہ حاضری دی تھی، اس مجلس کی برکت سے اسے بخش دیا گیا ہے۔' چنانچہ مجھے رہائی مل گئی"۔(خزینۃ الاصفیاء، سلسلہ چشتیہ ص:۵۷)

شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ کہتے ہیں کہ نزع کے وقت میرے والد نے کھڑے ہو کر فرمایا "وعلیکم السلام، آیئے" میں نے کہا ابا جان آپ کس کو دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا "شیخ ابوالحسن خرقانی ہیں، وعدہ کی وجہ سے اتنے زمانہ کے بعد یہاں تشریف لائے ہیں تا کہ میں نہ ڈروں اور چند جواں مردان کے ساتھ ہیں" یہ کہہ کر انتقال فرما گئے۔(ظہیر الاصفیاء ص:۵۱۷)

شیخ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

مشائخ صوفیاء میں سے ہیں۔ شبلی ایک قریہ شبلہ کی طرف منسوب ہیں مِنْ بِلادِ أشْرُوسِية مِنْ خُرَاسَان، خراسان میں ایک علاقہ اشروسیہ ہے وہاں ایک گاؤں ہے شبلہ، آپ اس گاؤں

کی طرف منسوب ہیں۔

آپ کی ولادت سامرا میں ہوئی ہے۔آپ نے خیر النساج کے ہاتھ پر توبہ کی تھی۔ان کے وعظ کو سن کر اثر لیا اور فوراً توبہ کر لی اور فقراء اور مشائخ کی صحبت اختیار کی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کو ان نیکوں میں سے بنا دیا۔اسی لئے جنید فرماتے ہیں کہ **الشِّبْلِیْ تَاجُ ھٰؤُلاَءِ.**

خطیب نے علی بن محمود زوزنی سے نقل کیا کہ میں نے علی بن مثنیٰ تمیمی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک دفعہ شبلی پر داخل ہوا تو یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور اپنے خالق و مالک کو خطاب کر کے کہہ رہے تھے:

عَلٰی بُعْدِکَ لاَ یَصْبِر مَنْ عَاتَهُ الْقُرْبُ

وَلاَ یَقْوٰی عَلٰی هِجْرِکَ مَنْ تَیَّمَهُ الْحُبُّ

فَاِنْ لَّمْ تَرَکَ الْعَیْنُ فَقَدْ یُبْصِرُکَ الْقَلْبُ

کہ الٰہی! تجھ سے بعد اور فراق پر صبر نہیں ہو رہا ہے،

اور جو محبت کا طالب ہو وہ تجھ سے جدائی اور ہجر اور ہجران کی طاقت کیسے رکھ سکتا ہے،

اگر آنکھیں تجھے نہیں دیکھ پاتی تو دل تو دیکھ رہا ہے۔

روایت ہے کہ شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ تک اپنے مقام سے غائب رہے، ہر چند تلاش کیا گیا مگر پتہ نہ ملا۔ایک روز مخنثوں کے گروہ میں دیکھے گئے،لوگوں نے پوچھا اے شیخ یہ کیا بات ہے؟ فرمایا ''یہ گروہ دنیا میں نہ مرد ہے نہ عورت، میں بھی اسی حالت میں گرفتار ہوں، نہ مرد ہوں نہ عورت، پس ناچار میری جگہ انہیں میں ہے''۔

جس شب آپ کی وفات ہوئی تو رات بھر یہ کہتے رہے:

کُلُّ بَیْتٍ أَنْتَ سَاکِنُهُ غَیْرُ مُحْتَاجٍ اِلَی السُّرُج

وَجْهُکَ الْمَأمُوْلُ حُجَّتُنَا یَوْمَ تَأتِی النَّاسُ بِالْحُجَج

یعنی جس گھر میں تو ساکن ہے اس کو چراغ کی حاجت نہیں، جس دن لوگ اپنی اپنی حجت

و دلیل لائیں گے تیرا روئے جمال، جس کی ہم کو امید ہے، وہ ہماری حجت ہوگا۔

بہت سے لوگ شیخ کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے، حالانکہ ابھی آپ کی وفات نہیں ہوئی تھی۔ آپ فراست سے سمجھ گئے اور فرمایا ''عجیب حالت ہے کہ مردہ لوگ زندہ کی نماز پڑھنے آئے ہیں۔'' لوگوں نے عرض کیا لا الہ الا اللہ کہئے۔ فرمایا جب غیر ہے ہی نہیں تو میں نفی کس کی کروں۔ کہا کلمہ کہنے سے چارہ نہیں ہے، فرمایا ''سلطان محبت فرماتا ہے کہ رشوت قبول نہ کروں گا۔'' پھر ایک شخص نے بہ آواز بلند کلمہ شہادت کی تلقین کی تو فرمایا ''مردہ شخص زندہ کو تلقین و نصیحت کرنے کے لئے آیا ہے۔'' جب تھوڑی دیر گزر گئی تو لوگوں نے پوچھا آپ کیسے ہیں؟ فرمایا ''محبوب تک پہنچ گیا'' اور جان دے دی۔ (ظہیر الاصفیاء ص:۵۳۲)

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم بکران دینوری رحمۃ اللہ علیہ سے جعفر بن نصیر نے پوچھا کہ تم نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت کیا منظر دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ فرماتے تھے کہ ''مجھ سے ایک درم کا ظلم ایک شخص پر ہو گیا تھا میں اس کی طرف سے کئی ہزار درم صدقہ کر چکا ہوں، مگر میرے دل پر اب تک اس درم کا بوجھ ہے کہ کیوں رہ گیا۔'' اس کے بعد فرمایا کہ مجھے وضو کرادو، میں نے وضو کرایا اور داڑھی میں خلال کرنا بھول گیا۔ وہ خود ضعف کی وجہ سے کر نہ سکتے تھے، زبان بند ہو چکی تھی، میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داڑھی کے اندر کر دیا اور انتقال ہو گیا۔'' یہ سن کر جعفر رونے لگے کہ اس شخص کا ایسی حالت میں بھی شریعت کا ادب اور ایک مستحب نہ چھوٹے، اس کا کیا کہنا۔ (فضائل صدقات ص:۴۷۳)

کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ سوال منکر و نکیر کے وقت آپ نے کیا کیا؟ فرمایا ''انہوں نے آکر پوچھا کہ آپ کا خدا کون ہے؟ میں نے کہا میرا خدا وہ ہے جس نے تم کو اور تمام فرشتوں کو حکم دیا تو تم نے میرے دادا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور میں پشت آدم علیہ السلام میں تمہارا نظارہ کرتا تھا۔'' تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے تو تمام آدمیوں کا جواب دے دیا، پھر وہ چلے گئے''۔ (ظہیر الاصفیاء ص:۵۳۲-اخبار الاخیار ص:۲۳۲)

ایک اور شخص نے شیخ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ''اس نے میرے تمام دعوؤں پر مطالبہ نہیں کیا، مگر ایک روز میری زبان سے نکل گیا تھا کہ ''اس سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہیں کہ بہشت سے باز رہو اور دوزخ میں جاؤ'' تو حق تعالیٰ نے اس بات پر مجھے عتاب کیا کہ سب سے بڑھ کر خسارہ یہ ہے کہ لوگ میرے دیدار سے باز رہیں اور محجوب ہوں''۔

ایک اور شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا **كَيْفَ وَجَدْتَ سُوْقَ الآخِرَة؟** آپ نے آخرت کا بازار کیسا پایا؟ فرمایا ''میں نے ایسا پایا کہ اس بازار میں سوختہ جگروں اور شکستہ دلوں ہی کی رونق ہے اور باقی کچھ نہیں کہ یہاں جلے ہوؤں پر مرہم رکھتے ہیں اور ٹوٹے ہوؤں کو جوڑ دیتے ہیں، اور کسی چیز کی طرف التفات نہیں کرتے''۔(ظہیر الاصفیاء ص:۵۳۳)

ایک اور صاحب نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ رصافہ (بغداد کا ایک محلّہ) میں اس جگہ خوبصورت لباس میں تشریف فرما ہیں، جہاں عام طور پر بیٹھا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں ''میں نے آپ کی طرف بڑھ کر سلام کیا اور سامنے بیٹھ کر پوچھا کہ آپ کا خاص رفیق کون ہے؟ فرمایا ''جو سب سے زیادہ ذکر اللہ کرتا ہے، سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی نگرانی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں سب سے زیادہ تیز ہے''۔(کتاب الروح ص:۴۷)

شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد الصوفی الخواص رحمۃ اللہ علیہ

آخر عمر میں آپ کو دست آنے لگے تھے۔ شبانہ روز میں ساٹھ بار غسل کرتے اور ہر بار دو رکعتیں پڑھتے تھے، پھر حاجت ہو جاتی تھی۔ لوگوں نے پوچھا آپ کس چیز کی آرزو کرتے ہیں؟ فرمایا ''بھنا ہوا جگر'' آخر پانی میں غسل کرتے کرتے ہی وفات ہوگئی۔ آپ کو گھر لے گئے۔

ایک بزرگ آئے تو انہوں نے آپ کے تکیہ کے نیچے روٹی کا ایک ٹکڑا پایا۔ کہا یہ روٹی کا ٹکڑا نہ دیکھتا تو میں ان کی نماز نہ پڑھتا، کیوں کہ یہ اس کی علامت ہوتی کہ اسی توکل میں انہوں نے

وفات پائی ہے اوراس سے عبور نہیں کیا۔ مرد کوکسی صفت پر ٹھہرنا نہیں چاہئے تا کہ چلتا رہے، نہ توکل میں مقام کرے اور نہ کسی صفت میں کہ ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہے۔

ایک اور بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ''اگر چہ میں نے بہت عبادت اور طریق توکل اختیار کیا مگر جب دنیا سے گیا تو طہارت کے ساتھ جو عبادت میں نے کی تھی اس کا ثواب دیا، چنانچہ طہارت کے سبب سے ایسی جگہ اتارا جو بہشت کے تمام درجوں سے بلند ہے۔ پھر ندا دی گئی کہ اے ابراہیم، یہ زیادہ عنایت تمہارے ساتھ اس وجہ سے کی گئی ہے کہ تم ہمارے دربار میں پاک آئے، پاکوں کا اس درگاہ میں بڑا رتبہ ہے''۔ (ظہیر الاصفیاء ص: ۵۴۵)

علامہ ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۱ھ میں آپ کی وفات مصر میں ہوئی۔ انتقال کے بعد کسی شخص نے ان کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ اس عالم میں کون سی چیز نے تم کو فائدہ دیا؟ آپ نے جواب دیا کہ ''نماز کی ان چند رکعتوں نے جنہیں اسکندریہ میں ادا کی تھی''۔

خواب دیکھنے والے نے پوچھا کہ پھر فقہ کے وہ مسائل کیا ہوئے (جن میں آپ مشغول رہتے تھے)؟ تو جواب دیا کہ ''میں نے کچھ نہ دیکھا'' اور دست مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میں نے ان سب کو ''ہباءً منثوراً'' (نیست و نابود) پایا'' (بستان المحد ثین ص: ۴۰)

حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ

عمار بن سیف رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ میں تو آپ سے ملنے کا خواہش مند تھا، اپنے حالات بتائیے۔ فرمایا ''خوش ہو جاؤ میں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ حسن گمان جیسا کوئی عمل نہیں پایا۔'' (بستان المحد ثین)

حضرت مروان محلمی رحمۃ اللہ علیہ

یقظہ بنت راشد رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں کہ مروان محلمی رحمۃ اللہ علیہ میرے ہمسائے تھے۔ آپ قاضی اور مجتہد تھے۔ قضائے کار فوت ہو گئے، مجھے ان کی وفات کا بڑا اقلق ہوا۔ میں نے انہیں خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا "فرمایئے کیا حال ہے؟" فرمایا "مجھے اللہ تعالیٰ نے جنت عطا فرمادی" میں نے پوچھا اور کیا ملا؟ فرمایا "مجھے مقرب حضرات تک چڑھادیا گیا۔" میں نے پوچھا آپ نے اپنے کس کس بھائی کو دیکھا؟ فرمایا "میں نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اور میمون ابن سیاہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔"

ام عبداللہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں کہ میں نے خواب دیکھا جیسے میں ایک خوبصورت گھر میں داخل ہوئی، پھر ایک باغ میں گئی جو انتہائی آراستہ تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو سونے کی درخت پر آرام سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور ان کے چاروں طرف جام لئے خادم کھڑے ہیں۔ میں وہاں کی زینت دیکھ کر دنگ رہ گئی، اتنے میں کہا گیا کہ "مروان محلمی آرہے ہیں۔" یہ سن کر وہ شخص فوراً سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو میرے دروازے کے پاس سے مروان کا جنازہ گزر رہا تھا۔ (کتاب الروح ص:۵۹/۵۸)

مسلم بن یسار رحمۃ اللہ علیہ

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلم بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور سلام کیا، مگر انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ پوچھا آپ سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ فرمایا میں مردہ ہوں، تمہارے سلام کا جواب کیسے دوں؟

میں نے پوچھا موت کے بعد کیا حالات پیش آئے؟ فرمایا "اللہ کی قسم میں نے دہشتیں اور عظیم وسخت زلزلے دیکھے۔" میں نے پوچھا "پھر اس کے بعد کیا ہوا؟" فرمایا "کریم سے جو تم خیال کرتے ہو وہی ہوا، اس نے نیکیاں قبول فرمالیں، گناہ معاف فرمادیئے اور خود تاوانوں کا

ضامن بن گیا۔'' پھر مالک چیخ مار کر بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اس کے بعد ایک مدت تک بیمار رہے، پھر ان کا دل پھٹ گیا اور فوت ہو گئے۔ (کتاب الروح)

مورق عجلی رحمۃ اللہ علیہ

جمیل بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مورق عجلی رحمۃ اللہ علیہ میرے دوست تھے۔ ہم نے آپس میں عہد کر لیا تھا کہ جو پہلے مر جائے وہی اپنے دوست کے پاس خواب میں آ کر اپنا حال بیان کرے۔ چنانچہ مورق فوت ہو گئے۔

انہیں میری بیوی نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے پاس حسب عادت آئے ہیں اور دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ میں حسب عادت اٹھ کر دروازہ کھول دیتی ہوں اور عرض کرتی ہوں کہ اپنے دوست کے گھر میں تشریف لایئے۔ فرماتے ہیں ''کس طرح آؤں میں تو مر چکا، میں اپنے دوست کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مہربانی کی بشارت دینے آیا ہوں، انہیں بتا دینا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے خاص بندوں میں شامل فرما لیا ہے''۔ (کتاب الروح)

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ

ابو یعقوب قاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک گندم گوں اور لمبا شخص دیکھا جس کے پیچھے پیچھے بہت سے لوگ تھے۔ پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ اویس قرنی ہیں۔ آخر میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا اور درخواست کی کہ کچھ وصیت فرمائیں، اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ نے مجھے غور سے دیکھا۔ میں نے کہا ''میں ہدایت کا متلاشی ہوں، میری راہنمائی فرمایئے، اللہ آپ پر رحم فرمائے۔''

آخر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''اللہ کی رحمت اس کی اطاعت کے پاس ڈھونڈھو اور گناہوں کے پاس اس کا عذاب ہے ان سے بچو اور اس کے درمیان اپنی امیدیں اللہ سے نہ کاٹو۔'' پھر آپ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ (کتاب الروح)

شعبہ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ اور مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ

شعبہ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ اور مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ دونوں حافظ تھے اور دونوں بڑے آدمی تھے۔ ابواحمد بریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں نے دونوں کو خواب میں دیکھا اور پوچھا ابوبسطام رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟'' فرمایا ''اللہ تعالیٰ تمہیں میرے یہ شعر یاد کرنے کی توفیق دے:

حبانی الهی فی الجنان بقبة	لَها ألف باب من لجین وجوهرا
وقال لی الرحمن یا شعبة الذی	تبحر فی جمع العلوم فاکثرا
تنعم بقربی اننی عنک ذورضا	وعن عبدی القوام فی اللیل مسعرا
کفی مسعرا عزا بان سیزورنی	واکشف عن وجهی الکریم لینظرا
وهذا فعالی بالذین تنسکوا	ولم یألفوا فی سالف الدهر منکرا

ترجمہ: مجھے میرے معبود نے جنتوں میں ایسا گنبد عطا فرمایا ہے، جس کے ایک ہزار دروازے ہیں اور جو چاندی اور موتی کا ہے اور مجھ سے مہربان اللہ نے فرمایا کہ ''اے شعبہ! تو جو کثرت سے علوم کے جمع کرنے میں ماہر تھا، اب میرے پاس موج اڑا میں تجھ سے راضی ہوں اور اپنے بندہ مسعر سے بھی جو تہجد گزار تھا۔ مسعر کو یہی عزت کافی ہے کہ اسے میرا دیدار حاصل ہے اور اس کے لئے میں اپنا عزت والا چہرہ کھول دیتا ہوں، عبادت کرنے والوں کے ساتھ میرا یہی سلوک ہے، جو ماضی میں بری باتوں کے عادی نہ تھے۔ (کتاب الروح ص: ۷۲)

ابن سمان کہتے ہیں کہ میں نے مسعر کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے نزدیک کونسا عمل افضل ہے، فرمایا ذکر کی مجلسیں۔

عیسیٰ بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ

ابوجعفر راوی ہیں کہ میں نے عیسیٰ بن زاذان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ

نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

لَوْ رَأَيْتَ الْحِسَانَ فِى الْخُلْدِ حَوْلِى
وَأَكَاوِيْبَ مَعَهَا لشَرَاب
يُرَنِّمْنَ بِالْكِتَابِ جَمِيْعًا
يَتَمَشَّيْنَ مُسْبِلاتِ الثِّيَاب

کاش خلد میں تم حسینوں کو میرے ارد گرد دیکھتے جن کے پاس مشروبات کے لبالب جام ہیں، نہایت عمدگی سے قرآن پڑھ رہی ہیں اور جو کپڑے گھسیٹتی ہوئی چلی آرہی ہیں۔ (کتاب الروح ص:۷۵)

مسلم بن خالد زنگی رحمۃ اللہ علیہ

ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ساتھی کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ کے قبرستان میں ہوں۔ میں نے ہر قبر پر شامیانہ تنا ہوا دیکھا، مگر ایک قبر پر شامیانہ کے ساتھ خیمہ بھی دیکھا اور بیری کا درخت بھی۔

میں خیمہ کے دروازہ پر آیا اور سلام کر کے اندر جو گیا تو وہاں مسلم بن خالد زنگی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ میں نے ان سے سلام کے بعد پوچھا اے ابوخالد! یہ کیا بات ہے؟ کہ تمام قبروں پر تو شامیانے ہیں مگر تمہاری قبر پر شامیانے کے ساتھ خیمہ بھی ہے اور بیری کا درخت بھی؟ فرمایا ''میں کثرت سے روزہ رکھا کرتا تھا۔'' میں نے پوچھا ابن جریج کی قبر کدھر ہے؟ اور ان کا مقام کہاں ہے؟ میں ان کے پاس اٹھتا بیٹھتا تھا۔ اب میں انہیں سلام کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے شہادت کی انگلی گھما کر فرمایا ''ابن جریج کی قبر کہاں رکھی ہے؟ ان کا اعمال نامہ تو علیین میں اٹھالیا گیا''۔ (کتاب الروح)

شریح بن عابد شمالی رحمۃ اللہ علیہ

غضیف بن حارث رحمۃ اللہ علیہ، شریح بن عابد شمالی رحمۃ اللہ علیہ کی سکرات کے وقت ان کے پاس گئے اور درخواست کی کہ اگر آپ وفات کے بعد ہمارے پاس آسکیں اور اپنے حالات کی ہمیں خبر دے سکیں تو ضرور ایسا کرنا۔ یہ کلمہ ارباب فقر میں مقبول تھا۔

وفات کے بعد ایک زمانہ تک تو انہوں نے خواب میں انہیں نہ دیکھا۔ پھر ایک دن انہوں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا آپ فوت نہیں ہو گئے تھے؟ فرمایا کیوں نہیں؟ پوچھا اچھا تو اب کیا حال ہے؟ فرمایا ''ہمارے رب نے ہمارے گناہوں سے درگزر فرمایا، چنانچہ ہم میں سے بجز احراض کے کوئی ہلاک نہیں ہوا'' پوچھا احراض کون ہیں؟ فرمایا ''جن کی طرف کسی بات کے سلسلہ میں انگلیوں سے اشارہ کیا جائے''۔ (کتاب الروح)

مرہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

مرہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اتنے لمبے سجدے کیا کرتے تھے کہ ان کی پیشانی پر مٹی کے نشانات نمایاں ہو گئے تھے۔ آپ کو آپ کے کسی عزیز نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے سجدہ کی جگہ ایک انتہائی روشن تارے کی طرح جگمگا رہی ہے۔ پوچھا آپ کے چہرے پر یہ جگمگاہٹ کیسی؟ فرمایا ''مٹی کے نشانات کی وجہ سے میری پیشانی کو نور بخش دیا گیا۔'' پوچھا گیا آخرت میں آپ کا کیا درجہ ہے؟ فرمایا ''بہترین منزل نصیب ہے اور ایسا گھر جس سے اس کے رہنے والے کبھی نہ منتقل ہوں گے اور نہ مریں گے۔'' (کتاب الروح)

علامہ حمیدی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ

۱۷ ذی الحجہ ۴۸۸ھ کو علامہ حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی۔ ابوبکر شامی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مشہور شافعی فقیہ ہیں ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ شیخ ابواسحٰق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے

نزدیک انہیں دفن کیا گیا۔

وفات سے قبل آپ نے کئی بار مظفر کو (جو بغداد کا رئیس الرؤساء تھا اور یہ عہدہ اس وقت اعلیٰ عہدوں میں سمجھا جاتا تھا کیوں کہ یہ عہدے دار تمام شہر کا افسر ہوتا تھا) یہ وصیت کی تھی کہ مجھے بشر حافی کے پاس دفن کرنا۔ اس لئے کسی وقتی ممانعت کے سبب سے ان کی وصیت کے خلاف عمل کیا، تو اس نے خواب دیکھا کہ حمیدی رحمۃ اللہ علیہ اس سے اس امر کا گلا اور شکایت کرتے ہیں۔

ناچار ماہ صفر ۴۹۱ھ میں اس جگہ سے منتقل کر کے بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دفن کیا گیا۔ یہ حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے کہ ان کا کفن تازہ اور بدن بالکل صحیح وسالم تھا (گلا سڑا نہ تھا) اور بہت دور تک اس کی خوشبو مہک رہی تھی۔ (بستان المحدثین ص: ۱۴۰)

علامہ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ

۲۳۳ھ میں بغداد سے حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اول مدینہ منورہ پہنچے، وہاں کی زیارت سے فارغ ہو کر خانہ کعبہ کا قصد کیا۔

اول منزل میں جو نیند آئی تو ہاتف غیبی نے ندا دی کہ اے ابوزکریا! ہماری ہمسائیگی چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟ سمجھ گئے کہ یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک تھی، جس نے ان کو اس خلعت فاخرہ کے ساتھ مشرف کیا۔ فوراً واپس ہو کر مدینہ منورہ میں اقامت فرمائی اور تین دن بعد انتقال ہو گیا۔ آپ کے متعلق منقول ہے کہ دس لاکھ احادیث آپ نے اپنے ہاتھ سے لکھی تھیں۔

وفات کے بعد کسی نے خواب میں آپ کو دیکھا اور دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو آپ نے یہ جواب دیا کہ مجھے بہت سی عطایا اور بخششیں مرحمت فرمائیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ تین سو حور عین سے میرا نکاح کر دیا''۔ (بستان المحدثین ص: ۱۱۳)

علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن خواب دیکھا کہ گویا بغداد میں ہم خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہیں اور حسب عادت ان کے روبرو تاریخ بغداد پڑھنا چاہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ان کے دائیں جانب شیخ نصر بن ابراہیم مقدسی رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے ہیں اور بائیں طرف ایک اور باہیبت وجلال بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں، جن کے جمال سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ تو کہا گیا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس تاریخ کو سننے کی غرض سے تشریف لائے ہیں۔

سات ذی الحجہ ۴۶۳ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔ شیخ ابواسحٰق شیرازی نے (جو شوافع کے مشہور مشائخ میں سے نیز علم ظاہر وباطن کے جامع ہیں) ان کے جنازہ کو کاندھے پر اٹھایا۔

وفات کے بعد بغداد کے صالحین میں سے کسی نے انہیں خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا ''أَنَا فِيْ رَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ وَجَنَّةِ نَعِيْمٍ'' میں راحت وآرام اور نعمتوں کی جنت میں ہو (بستان المحدثین ص: ۱۲۵) یہ اشارہ ہے آیت ''فَأَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ، فَرَوْحٌ وَّرَيْحَان وَجَنَّةُ نَعِيْم'' (الواقعۃ آیت: ۸۹/۸۸) کی طرف جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بہرحال اگر وہ مقربین میں سے ہوگا تو اس کے لئے تو راحت ہے اور (فراغت) کی غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے۔

شیخ فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ

جب آپ کی وفات ہوگئی تو لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ جواب دیا حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ ''تم اس قدر کیوں روئے؟'' میں نے عرض کیا کہ اپنے گناہوں کی شرم سے۔ فرمایا ''میں نے تمہارے بہت رونے کی وجہ سے فرشتوں کو حکم دے دیا تھا کہ تمہارا کوئی گناہ نہ لکھیں''۔ (ظہیر الاصفیاء ص: ۲۷۰)

عبدالعزیز بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

عبدالعزیز بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ عابد کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ جسم پر سبز کپڑے ہیں اور سر پر موتیوں کا تاج ہے۔ پوچھا کیا حال ہے؟ موت کیسی رہی اور کیا دیکھا؟ فرمایا ''موت کی شدت و بے قراری نہ پوچھو، مگر اللہ کی رحمت نے ہر عیب پر پردہ ڈال دیا اور اپنے فضل ہی سے ہماری خاطر مدارات کی''۔ (کتاب الروح)

میسرہ بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ

ابوعبدالرحمٰن ساحلی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے میسرہ بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ آپ ایک طویل عرصہ تک غائب رہے؟ فرمایا ''سفر بہت لمبا ہے'' پوچھا کیا معاملہ پیش آیا؟ فرمایا ''رخصت مل گئی، کیوں کہ ہم رخصتوں پر فتوے دیا کرتے تھے۔'' میں نے کہا مجھے کیا حکم ہے؟ فرمایا ''اتباع سنت اور اللہ والوں کی صحبت آگ سے نجات دیتی ہے اور اللہ سے قریب کرتی ہے''۔ (کتاب الروح ص:۴۷)

شیخ ابوعلی زاغوانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوعلی زاغوانی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ کس عمل سے تمہاری نجات ہوئی؟ تو انہوں نے صحیح مسلم کے چند اجزاء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ''ان اجزاء کی بدولت''۔ (بستان المحدثین ص:۱۸۷)

استاذ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ۱۶؍ربیع الثانی ۴۶۵ھ کو یکشنبہ کے روز بوقت صبح اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ ان کے حالات میں بطریق تواتر یہ منقول ہے کہ جو نوافل صحت کی حالت میں ادا کیا کرتے تھے وہ مرض الموت میں بھی فوت نہیں ہوئے۔ تمام نمازیں کھڑے ہو کر ادا فرماتے رہے۔

ان کے انتقال کے بعد ابوتراب مراغی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خواب میں دیکھا۔ شیخ قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''میں عجب عیش اور راحت میں ہوں''۔(بستان المحدثین ص:۱۳۱)

ضیغم عابد رحمۃ اللہ علیہ

ضیغم عابد رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا، فرما رہے ہیں ''تم نے میرے لئے دعا کیوں نہیں کی؟'' دیکھنے والے نے معذرت کرنی چاہی تو فرمایا ''اگر تم میرے لئے دعا کرتے تو اچھا ہوتا''۔(کتاب الروح)

ابو العلاء ایوب رحمۃ اللہ علیہ

یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالعلاء ایوب بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ''مجھے بخش دیا'' پوچھا کن عملوں سے؟ فرمایا ''نماز روزے سے'' پوچھا منصور بن زاذان کے بارے میں خبر دیجئے۔ فرمایا ''ان کا قصر تو ہم دور سے دیکھتے ہیں''۔(کتاب الروح ص:٦٩)

سلمہ بن کہیل رحمۃ اللہ علیہ

اجلح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن کہیل کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ نے کون سا عمل افضل پایا؟ فرمایا ''تہجد''۔(کتاب الروح)

وفاء بن بشر رحمۃ اللہ علیہ

ابوبکر ابن مریم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے وفاء بن بشر رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال ہے؟ فرمایا ''ہر مشقت سے نجات مل گئی۔'' پوچھا کون سا عمل افضل پایا؟ فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا''۔(کتاب الروح)

عبد اللہ بن ابی حبیبہ رحمۃ اللہ علیہ

موسیٰ بن وراد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی حبیبہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا، فرما رہے ہیں کہ ''مجھے میری نیکیاں اور برائیاں دکھائی گئیں۔ میں نے اپنی نیکیوں میں انار کے وہ دانے بھی دیکھے جو زمین پر گرے پڑے تھے، اور میں نے انہیں اٹھا کر کھالیا تھا اور برائیوں میں ریشم کے وہ ڈورے بھی دیکھے جو میری ٹوپی میں تھے''۔ (کتاب الروح)

حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ساتھی

حماد بن سلمہ نے اپنے کسی رفیق کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا ''مجھ سے حق تعالیٰ نے فرمایا تم دنیا میں تو تکلیفیں اٹھاتے رہے، آج میں تمہیں اور تمام دکھ اٹھانے والوں کو دائمی راحت بخشتا ہوں''۔ (کتاب الروح)

رجاء بن حیوہ رحمۃ اللہ علیہ

رجاء بن حیوہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد انہیں ایک عبادت گزار خاتون نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تم کس چیز کی طرف لوٹے؟ فرمایا ''بھلائی کی طرف، لیکن تمہارے بعد ہم گھبرا گئے، اور ہم نے خیال کیا کہ قیامت آگئی۔'' پوچھا کیوں؟ فرمایا ''جراح اور ان کے ساتھی اپنے تمام ساز وسامان کے ساتھ جنت میں داخل ہو رہے تھے، حتیٰ کہ جنت کے دروازہ پر بھیڑ ہوگئی تھی''۔ (کتاب الروح)

تمت

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ